پندرہ خطبات

حضرت شیخ الحدیث کے

امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب

استاذ الحدیث والتفسیر مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ

جلد اوّل

منتخب اشعار کا مجموعہ

ناشر: احسن اکادمی محلہ مغل پورہ جناح روڈ گوجرانوالہ

پندرہ خطبات

حضرت شیخ الحدیث کے

امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب

استاذ الحدیث والتفسیر **مولانا محمد نواز بلوچ** مدظلہ

(جلد اوّل)

منتخب اشعار کا مجموعہ

ناشر: احسن اکادمی

گلہ جامع مسجد ریحان،
محلہ مغل پورہ جناح روڈ
گوجرانوالہ
03006450340

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب---- پندرہ خطبات حضرت شیخ الحدیث کے (جلد اول)

مرتب------ استاذ الحدیث والتفسیر مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ

ناشر------ احسن اکادمی، گلہ جامع مسجد ریحان، محلہ مغل پورہ، جناح روڈ،
گوجرانوالہ۔ فون:0300-6450340

اشاعت اول--- جنوری 2017ء

قیمت-------

ملنے کے پتے

- مکتبہ سید احمد شہید، اُردو بازار، لاہور۔
- مکتبہ رحمانیہ، اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔
- مکتبہ فرقان، اُردو بازار، گوجرانوالہ۔

فہرست خطبات

سورۃ العصر	17
وفات النبی ﷺ	33
غزوہ اُحد (حصہ اول)	55
غزوہ اُحد (حصہ دوم)	77
غزوہ بنو مصطلق	97
واقعہ اِفک	117
غزوہ احزاب (جنگ خندق)	139
زکوۃ اور اس کے مسائل	157
زکوۃ کے مصارف ثمانیہ (حصہ دوم)	177
روزہ اور اس کے مسائل	197
ایمان اور روزہ کی اہمیت	217
سورۃ القدر کی تفسیر اور مسائلِ اعتکاف	237
فضلاء کی دستار فضیلت پر کیا گیا بیان	257
مسلمان قوم کی ذلت کے اسباب	271
عظمت قرآن	295

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
❁ سورۃ العصر		صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کو اپنانے میں انتہائی حریص ہونا	35
عصر کی مختلف تفسیریں	18	سنتوں کی دو اقسام	35
کراماً کاتبین اور انسانی حفاظت پر مامور فرشتے	19	صیفی غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ	35
صلوٰۃ عصر کی اہمیت	20	شہادتِ پیغمبر کی خبر سننے پر صحابہ کا ردِ عمل	37
نماز باجماعت ادا نہ کرنے والوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہارِ برہمی	21	عمر رضی اللہ عنہ اور انس بن نذر رضی اللہ عنہ کا مکالمہ	39
غیر اللہ کی قسم اُٹھانا شرک ہے	22	وصال سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیمار ہونا	40
قرآن کی قسم اُٹھانا کیسا ہے؟	22	ایامِ مرض میں حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں رہنے کی ظاہری و باطنی حکمتیں	40
خسارے سے بچانے والی چار صفات	24	بخار کی چار لاکھ اقسام	42
ایمانِ صحابہ معیارِ حق ہے	24	ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب	42
اہل سنت والجماعت کا معنٰی و مفہوم اور افتراقِ اُمت	25	مُرُوا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ	43
جنت میں بغیر حساب کتاب جانے والے خوش نصیب	27	بیماری کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو وعظ کرنا	44
علامتِ ایمان	29	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خواب	45
مفہومِ صبر	31	سنبھالے کی حالت	45
❁ وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم		آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقامِ ضرع پر جانا	46
اسوۂ کامل	34		

صفحہ	عنوان
47	مقام ضرع سے واپسی اور غمہائے بیکراں
48	وفاتِ پیغمبرؐ پر ابوبکرؓ کا لوگوں سے خطاب
48	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف
49	وفاتِ پیغمبر ﷺ کے بعد چند اشکالات
51	آپ ﷺ کی قبر مبارک لحد ہے
51	تجہیز وتکفین وتدفین
53	یوم عاشورہ کے روزے کی اہمیت وفضیلت
	غزوہ اُحد (حصہ اول)
56	غزوہ کی تعریف
56	غزوۂ بدر کی جھلک
57	انتقامی جنگ کے لیے قریش کی تیاری
58	قریش کا لشکر اور کمان
59	حالات کا جائزہ اور دشمن کی تعداد معلوم کرنا
60	جنگی حکمت عملی کے لیے آپ ﷺ کا ساتھیوں کو اکٹھا کرنا
60	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جنگی حکمت عملی
63	نوجوانوں کی رائے
64	عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کی سرکشی
65	بقیہ اسلامی لشکر اور دفاعی منصوبہ
66	مسلمانوں کی بالادستی
66	مشترکہ مال میں خیانت سنگین جرم ہے
67	تیراندازوں کی خوف ناک غلطی
68	اسلامی لشکر مشرکین کے نرغے میں
68	حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد یمان کا بے خبری میں مارا جانا
68	ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا کا خیبر میں شہید ہونا
69	قتل خطا اور قتل عمد میں فرق
70	آپ ﷺ کا زخمی ہونا
71	آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس کا اثر
71	عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ کا شوقِ جہاد
73	ابوسفیان کی شماتت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دو دو باتیں
74	حقیقتِ عزّیٰ
	غزوہ اُحد (حصہ دوم)
78	تمہید
78	خصائص النبی ﷺ میں سے ایک اہم خصوصیت
79	حضور ﷺ کا ترک فعل بھی سنت اور دلیل ہے
81	مسئلہ
81	پکے اور کچے ملازم کی مثال
82	اسلامی فلسفۂ جہاد اور تعلیم عیسائیت میں فرق
83	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرے کے حق میں دعا کرنا
85	موروثی مسلمان

عنوان	صفحہ
ساٹھ آدمیوں کا ساٹھ ہزار کو شکست دینا	85
حضرت خنساء رحمۃ اللہ علیہا کی بیٹوں کو نصیحت	86
حضرتِ ہند رضی اللہ عنہا کی حضور ﷺ سے والہانہ محبت	87
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	88
پروانوں کی جاں نثاریاں	89
بددعائے مصطفیٰ ﷺ تین موذی آدمیوں پر	90
ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا حق ادا کیا	91
اسدِ مصطفیٰ ﷺ شہادت کی سیادت پر	92
نوحہ کرنے والی عورت کی سزا	93
سید الشہداء کا دائمی اعزاز	94
۳ ہجری میں ہونے والے اہم واقعات	94
اہم مسئلہ	95
غزوۂ مریسیع یا بنو مصطلق	
آپ ﷺ کا اِسم گرامی آنے پر درود پڑھنا عملی مسئلہ ہے	98
چند استثنائی حالتیں	99
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے بارے میں علمائے دیوبند کا موقف	101
غزوۂ ذات الرقاع	102
غزوۂ مریسیع یا بنو مصطلق	103
دو اہم واقعات بہ سبب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	104
مسئلہ امانت کی اہمیت	105

عنوان	صفحہ
تمام اُمتوں میں اصحابِ رسول ﷺ کا مقام	107
علمائے دیوبند پیری مریدی کے قائل ہیں	108
علم غیب خاصۂ خداوندی ہے	109
آپ ﷺ کا انتظار اور جبرئیل علیہ السلام کی آمد	109
جہاں دو چیزیں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے	110
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	111
کفو کا مسئلہ	112
اس نکاح کا اثر	113
ابوسفیان کی بیٹی سے حضور ﷺ کا نکاح کرنا	113
ابوسفیان کا بیٹی سے ملنے جانا	114
تعددِ ازواج کے دو اسباب	115
واقعہ اِفک	
اسوۂ حسنہ	118
فلسفہ جہاد	119
فلسطین میں کھیلا جانے والا کھیل	119
یہودِ بنو قینقاع	121
یہودِ بنی نضیر کا آپ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کرنا	122
غزوۂ بنی نضیر	123
بلا ضرورت درختوں اور کھیتوں کو نقصان پہنچانے کی ممانعت	124

عنوان	صفحہ
طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی عجیب وغریب وصیت	125
واقعہ اِفک	126
نمازِ فجر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول اور اُمت کو دیر سے پڑھنے کا حکم	127
مصیبت کے وقت اناللہ پڑھنا	129
رئیس المنافقین کی یاوہ گوئی	131
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالتِ زار	131
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو	134
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے	135
براَتِ عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن کی آیات سے	135
اگر سزا سخت تو ثبوت کے لیے طریقہ کار بھی سخت	137
تشکرِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خدا کے حضور میں	137
پدرِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جلال میں، جمال میں	138
※ غزوۂ احزاب	
تمہید	140
عمل اور عبادت وہ قبول ہے جو خدا رسول کے حکم کے مطابق ہو	140
ہجرت کے وقت مدینہ میں رہنے والی قومیں	142
یہود کے ہاتھوں انبیاء کا قتل ناحق	143
یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ	143
یہود کی ایک عظیم الشان سازش	144
غزوۂ احزاب	145
دنیا سے محبت اور موت سے کراہت کا نتیجہ	146

عنوان	صفحہ
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے خندق کھودی گئی	147
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عبدِوَد کا مقابلہ	149
نعیم بن مسعود اشجعی کا کارنامہ	150
غزوۂ بنو قریظہ	153
عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کی جائے	153
غداروں کے متعلق تاریخی فیصلہ	154
※ زکوٰۃ اور اس کے مسائل	
تمہید	158
زکوٰۃ	158
بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ	159
حج سے متعلق معاشرے میں پھیلی ایک غلط فہمی	160
حج کس پر فرض ہے	162
بے راہ روی کا ایک اذیت ناک واقعہ	162
نصابِ زکوٰۃ	163
ایک اشکال اور اس کا جواب	164
مثال سے وضاحت	164
زکوٰۃ کن چیزوں پر نہیں	165
زکوٰۃ، فطرانہ، قربانی کے مسائل میں فرق	165
سونا چاندی کسی بھی شکل میں ہو، استعمال ہو یا نہ ہو، زکوٰۃ دینی ہے	166
عورت سونا، چاندی صرف بہ صورتِ زیور استعمال کرسکتی ہے	166
زکوٰۃ مالک پر ہے وضاحت بہ ذریعہ مثال	167

عنوان	صفحہ
حرام مال سے زکوٰۃ نکالنا عند اللہ مقبول نہیں	168
جانوروں کا نصاب	169
سسرالی زیور کی وضاحت ہونی چاہیے	169
زکوٰۃ قرض خواہ پر آتی ہے	170
عورت کے حق مہر کا مسئلہ	170
زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا	170
دوسری سزا	172
حضور ﷺ کے طفیل اُمت پر آسانی	172
مسئلہ عشر	173
زکوٰۃ دیتے وقت نیت ضروری ہے	173
زکوٰۃ کے متفرق مسائل	175
❊ زکوٰۃ کے مصارف ثمانیہ (حصہ دوم)	
زکوٰۃ کے سلسلے میں اُمتِ محمدیہ ﷺ پر کی گئی آسانیاں	178
اصحاب الجنۃ کا واقعہ	179
تین بنی اسرائیلی آدمیوں کا قصہ	183
رب تعالیٰ کا چٹان سے اُونٹنی نکالنا	184
جو اللہ کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اللہ اُس کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے	187
مصارفِ زکوٰۃ	189
سادات کو زکوٰۃ نہیں لگتی، اصطلاحی سادات کے نام	192

عنوان	صفحہ
ایک اہم مسئلہ کی وضاحت	193
آپ ﷺ نے مانگنے والے کو ہاتھ سے کمانے کا ہنر سکھایا	194
❊ روزہ اور اس کے مسائل	
ارکانِ اسلام	198
نماز اور اہمیت نماز	199
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مراسلہ	199
آنحضرت ﷺ کا وفات سے قبل نماز کی بارہا تاکید کرنا	200
روزہ	200
لیلۃ القدر میں بیت العزت کے مقام پر قرآن کا نزول	201
قرآن کی پہلی اور آخری وحی	202
کلمہ، قرآن اور آپ ﷺ کے اُمتی ہونے کا شرف	202
روزے کی علت اور تقویٰ کا حصول	203
زبانی جھوٹ اور عملی جھوٹ کی وضاحت	204
مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا	206
حدیث کی تشریح	207
دو مثالیں	207
ایک سوال اور اس کا جواب	209
روزے کی حقیقت	210
غیبت کا مفہوم	210

عنوان	صفحہ
مثال سے وضاحت	211
یہود و نصاریٰ کا پیدا کردہ معاشرتی بگاڑ اور سو شہیدوں کا اجر	211
یار بد از مار بد بسیار بد	212
آیت کی تشریح	213
ڈاکٹر و حکیم کے لیے تین شرائط	213
حاملہ اور مرضعہ روزہ چھوڑ سکتی ہیں	214
شیخ فانی اور لاعلاج مریض کا فدیہ	215
روزہ اور فضیلتِ رمضان	215
ایمان اور روزہ کی اہمیت	
تمام عبادتوں کا مدار ایمان ہے	218
مشرکین مکہ کا دو بڑی نیکیوں پر گھمنڈ کرنا	219
نیکی سببِ نجات ہے علت فضلِ رب تعالیٰ ہے	220
تمام اعمال کا مدار عقیدہ ہے، مثال سے وضاحت	222
معمولی بات سے عقیدے کے بگڑ جانے پر ایک واقعہ	223
جبرئیل علیہ السلام کا بددعا کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آمین کہنا	224
نماز اور دیگر ذکر و اذکار میں آواز بلند کرنے کی مقدار	226
روزے کے ضروری مسائل	228
خطا کا مطلب اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال	228

عنوان	صفحہ
بعد غروبِ آفتاب افطار میں جلدی کرنا	230
وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے کی سزا	230
محض توبہ سے نماز، روزہ معاف نہیں ہوتے	231
قضا نماز کا فدیہ	233
ہوش و حواس قائم ہوں تو نماز کی معافی نہیں	233
روزے کے متفرق مسائل	235
سورۃ القدر کی تفسیر اور مسائلِ اعتکاف	
تمہید	238
تین نصیحت آموز باتیں	238
موت صرف بوڑھوں کے لیے نہیں	239
برکاتِ رمضان	240
شانِ نزول	241
اس رات جاگنا نفلی عبادت ہے	242
لیلۃ القدر کی فضیلت	243
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لیلۃ القدر تلاش کرنا	243
قبولیتِ اعمال کی تین شرائط	245
اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی التعیین بتلا دی	245
دو ساتھیوں کی لڑائی	245
صاحبِ حق کو بات کرنے کا بھی حق ہے	246
لیلۃ القدر بارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف	247

عنوان	صفحہ
روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں نہ کہ ارواح الناس	248
معیارِ قبولیت	249
امام زین العابدین کا واقعہ	250
دورانِ نماز صحابہ رضی اللہ عنہم کا دنیا سے غافل ہونا	251
لیلۃ القدر میں اعتکاف سنتِ کفایہ ہے	252
اعتکاف کے ضروری مسائل	253
مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا حرام ہے	254
خواتین گھر میں اعتکاف بیٹھیں مسجد میں نہیں	255
فضلاء کی دستار فضیلت پر کیا گیا بیان	
عقیدۂ توحید	258
مشیت بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے	259
تشریعی اور تکوینی حکم کا فرق	260
ملائکہ پر ایمان	260
کتب سماویہ پر ایمان	261
حفاظتِ قرآن	262
رسولوں پر ایمان	263
سورۃ القدر کی تفسیر	263
ترک نماز پر ائمہ اربعہ کا فیصلہ	264
مسئلہ ایصالِ ثواب	266
ایصالِ ثواب بارے ایک اشکال کی وضاحت	267
علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول	269
مسلمان قوم کی ذلت کے اسباب	
تمہید	272
آیت کریمہ کا ترجمہ اور سرسری مفہوم	273
تشریح آیت بذریعہ احادیث	274
دوسری حدیث	276
صحابی کو بات سمجھ نہ آئی	277
ذلت کے دو اسباب	278
رزق کا ایک سبب اللہ کا ذکر	279
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مردم شماری کرانا	280
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بہ وقتِ موت کیفیت اور بیٹے کو وصیت کرنا	281
ایک عبرت ناک واقعہ	282
سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا تذکرہ	284
قوم خزقیل علیہ السلام کا واقعہ	286
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ موت کے دروازے پر	286
سلیمان بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	287
ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا نماز کے لیے کمال اہتمام	288
فطرانے کا مسئلہ	289
صدقاتِ واجبہ کی ادائیگی کے لیے دو شرائط	291
نمازِ عید کے آداب	292

عنوان	صفحہ
عظمتِ قرآن	
قرآن کا سینوں میں محفوظ ہونا	297
حفاظتِ قرآن	297
دنیا میں سب سے بہترین لوگ	298
قرآن کی برکت سے نجات پانے والے	298
عامل بالقرآن کے والدین کا اعزاز	298
مسئلہ شفاعت اور شفاعتِ کبریٰ	299
حافظِ قرآن کی سفارش دس جہنمیوں کے حق میں	301
بہ سببِ قرآن قوموں کا عروج وزوال	301
نظامِ دنیا کی بقا کا سبب	302
ذکراللہ کی برکت سے رزق کا عطا ہونا	303
نیک لوگوں کی نیکی کے متعدی اثرات	303
دروسِ قرآن وحدیث کی مجالس اور بخششِ خداوندی	305
حدیثِ قدسی	306
قرآن بہ طور سلطانی گواہ	307
قرآن پاک کا اپنے پڑھنے والے کے حق میں جھگڑنا	308
خلاصہ بیان	308
انتخاب لاجواب	309

عنوان	صفحہ

پیش لفظ

میں شروع سے ہی بزرگوں کا نقال رہا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ان کی گفتگو انہی کے انداز کے ساتھ حرف بہ حرف نقل کروں۔ چنانچہ جمعہ کے متعلق میں نے پروگرام بنایا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی جمعہ کی تقریر بذریعہ کیسٹ ریکارڈ کروا کر وہی بیان کر دیا کروں۔ چنانچہ میں نے ایک ساتھی کی ڈیوٹی لگائی کہ تو جمعہ گکھڑ جا کر حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ہاں پڑھا کر اور کیسٹ ریکارڈ کر کے لایا کر۔ اس ساتھی نے اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھائی۔ وہ کیسٹ ریکارڈ کر کے لاتا اور میں اس کو کاپی پر تحریر کرتا اور پھر اُسے اُردو میں یاد کرتا۔ کیوں کہ حضرت رحمہ اللہ جمعہ بھی پنجابی زبان میں پڑھاتے تھے بلسان قومہ کے قانون پر عمل کرتے ہوئے۔ اگلے جمعہ وہی سبق میں جمعہ میں سنا دیتا تھا۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک آدمی نے ایک جمعہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ہاں پڑھا اور اگلا جمعہ میرے ہاں۔ جمعہ کے بعد ملا اور کہنے لگا آپ نے کمال کر دیا کہ پچھلا جمعہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے ہاں گکھڑ پڑھا اور حضرت نے جو بیان کیا تھا آپ نے بھی ہو بہو وہی بیان کیا ہے۔

بہر حال یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ کئی بار سوچا کہ میں ان خطبات کو چھپوا

دوں کہ ان سے علمائے کرام فائدہ اُٹھائیں لیکن حالات اور وقت نے ساتھ نہ دیا۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کے دروس کا کام مجھ نکارہ سے لے لیا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

اب لکھنے کی عادت بھی پڑ چکی تھی اور کچھ دوست احباب نے اصرار بھی کیا۔ تو وہ خطبات جن کا تعلق شعبان المعظم اور رمضان المبارک سے تھا ان کو باقی پر ترجیح دی اور ان کو پہلے شائع کرنا ضروری سمجھا کہ یہ ایسے خطبات ہیں کہ ان میں زکوٰۃ کے مسائل اور رمضان المبارک کے مثلاً: روزہ، اعتکاف وغیرہ کے مسائل خاصی تفصیل کے ساتھ حضرت نے بیان فرمائے ہیں۔ باقی خطبات شائع کرنے کا سلسلہ ترتیب وار جلدوں کی صورت میں ان شاء اللہ العزیز چلتا رہے گا۔ ساتھیوں کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

دعا گو و دعا جو بندہ

محمد نواز بلوچ

خطیب جامع مسجد ریحان، جناح روڈ گوجرانوالا۔

سخنے چند

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و خاتم النبیین واٰلہ و اصحابہ اجمعین.

یہ فتنوں کا زمانہ ہے۔ ہر روز ایک نیا فتنہ جنم لیتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ صبح کے وقت آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر۔ اس کا اگر آپ نے صحیح اندازہ کرنا ہو تو پاکستانی میڈیا کے کردار کو دیکھ لیں۔ خواہ وہ الیکٹرونک میڈیا ہو یا پرنٹ۔ پاکستانی میڈیا ہر روز کلچر، ثقافت اور تہذیب کے نام پر بے حیائی کے نئے ریکارڈ قائم کرتا ہے۔

ایک ایسے دور میں جہاں ہر طرف سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہود و نصاریٰ شیطانی جال پھیلا رہے ہوں اور انھیں اپنی سچی اسلامی تہذیب سے دور کر کے ناچ، گانے اور موسیقی کو اپنا ثقافتی ورثہ قرار دینے کے لیے میڈیا کے ذریعے دن رات ایک کیا جا رہا ہو۔

اور دوسری طرف اثر الاسلام جیسے دہریوں کے ذریعے قرآنی الفاظ کے معانی کو توڑ پھوڑ کر پیش کیا جائے اور قرآن کی من مانی تفسیر کرائی جائے۔ تاکہ اس کے ذریعے سے سیدھے سادھے مسلمانوں کے ایمان کا جنازہ نکالا جائے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اثر الاسلام کون ہے؟ جی ہاں جناب! پاکستان جنت پارٹی کا بانی اور سربراہ۔ جس

کا دفتر لاہور میں موجود ہے۔ یہ شخص کیلیفورنیا میں بیٹھ کر اپنے بیانات ریکارڈ کروا کے ان کی ویڈیوز سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلا رہا ہے اور قرآنی آیات کے وہ معانی بیان کرتا ہے جو سراسر قرآن کی ان تفاسیر و تشریحات کے خلاف ہیں جن پر اسلافِ اُمت کا اجماع ہو چکا ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

مجھے ایک مرتبہ لاہور کی ایک بڑی نیٹ ورکنگ کمپنی کی کاروباری میٹنگ میں ایک دوست کے انتہائی اصرار پر شرکت کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک صاحب نے کاروبار کو چمکانے کے لیے سورۃ العصر کا حوالہ دیا۔ اور اس کو کاروباری مقاصد میں استعمال کرنے کے لیے کچھ یوں تعبیر و تشریح کی: وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۔ قسم ہے زمانے کی وہ انسان خسارے میں ہیں جو اپنے کاروبار میں محنت نہیں کرتے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو کاروباری محنت پر ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور اچھی طرح اس پر عمل کریں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور ایک دوسرے کو اس نیٹ ورکنگ بزنس کے صحیح ہونے کی تاکید کرتے رہیں وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہیں اور دوسرے کو بھی تلقین کرتے رہیں۔ میں نے اس پر اپنے ساتھی سے جو مجھے وہاں لے کر گیا تھا احتجاج کیا کہ یہ من مانی تفسیر کرنے کا حق اس کو کس نے دیا ہے؟ میں کمپنی کے چیئر مین سے بات کرتا ہوں۔ لیکن اُس نے مجھے زبردستی روک دیا اور وہاں سے لے آیا۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے بہت سے فتنے ہیں جو آئے روز سر اُٹھاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہر دور میں دین مبین کی حفاظت کے لیے اہل حق میں سے ایسے رجال پیدا کرتا ہے جو ایسے فتنوں کی سرکوبی کرتے آئے ہیں اور تا قیامت کرتے رہیں گے۔

تو آج کے پر آشوب دور میں امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے دروس جو ذخیرۃ الجنان فی فہم القران کے نام سے بفضل خدا سولہ سال کی محنت شاقہ کے بعد 21 جلدوں میں مکمل ہو چکے ہیں اور خاص و عام میں معروف ومقبول ہو گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا مطالعہ ہر اُس شخص کے لیے بہت ضروری ہے جو ان پیش آمدہ فتنوں سے اپنے آپ کو اور اپنی آنے والی نسلوں کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔آج یہ ہر گھر کی ضرورت بن چکے ہیں۔

زیر نظر خطبات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ خطباء، واعظین اور مبلغین ان خطبات کو عوام کے سامنے بیان کریں اور عوام کو ان فتنوں کی دلدل سے نکالنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور دوست احباب کو بہ طور ہدیہ پیش کریں تاکہ اہل سنت والجماعت کے صحیح عقائد ونظریات ان تک پہنچ سکیں۔ کتاب کے آخر میں شیخ کی کتب سے منتخب کردہ اشعار کا مجموعہ بھی شامل ہے جو اس کتاب کا ایک امتیازی وصف ہے۔ خطباء حضرات اپنے ذوق اور موقع محل کے مطابق ان اشعار سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔والسلام

محمد صفدر حمید سرفرازی عفی عنہ

فاضل وفاق المدارس العربیہ ملتان،

ایم فل پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مدرس مدرسہ ریحان المدارس

خطیب جامع مسجد سردار میر، ڈی بلاک، گارڈن ٹاؤن گوجرانوالا۔

سورة العصر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

محترم بزرگو، نوجوان ساتھیو اور عزیز بھائیو!

قرآن کریم کی تقریباً ایک سو چودہ [۱۱۴] سورتیں ہیں، پانچ سو چالیس [۵۴۰] رکوع ہیں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ [۶۶۶۶] آیتیں ہیں۔ بعض سورتیں کافی لمبی ہیں مثلاً: سورۃ البقرہ۔ اور بعض سورتیں نہایت مختصر ہیں۔ ان مختصر سورتوں میں ایک سورۃ العصر ہے، ان میں ایک سورۃ الکوثر ہے۔ میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورۃ العصر پڑھی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِ قسم ہے عصر کی۔

عصر کی مختلف تفسیریں:

عصر سے کیا مراد ہے؟ ایک تفسیر یہ ہے کہ عصر سے زمانہ مراد ہے۔ زمانے کی قسم۔ چونکہ زمانے میں ہی نیکی ہوتی ہے، بدی ہوتی ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے زمانے میں ہوتا ہے۔ تو اس اعتبار سے پروردگار نے قسم اُٹھائی وَالْعَصْرِ قسم ہے عصر کی یعنی زمانے کی قسم۔

بعض فرماتے ہیں کہ عصر سے عصر کا وقت مراد ہے۔ عصر کے وقت کی قسم۔ جس وقت فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے۔ صبح کے وقت آنے والے فرشتے چلے جاتے ہیں رات کو آنے والے فرشتے اپنی ڈیوٹی لیتے ہیں۔

کراماً کاتبین اور انسانی حفاظت پر مامور فرشتے :

ایک فرشتہ عَنِ الْيَمِيْنِ قَعِيْدٌ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ، ایک دائیں طرف ہے اور ایک بائیں طرف ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ کاتب حسنات ہے، نیکیاں لکھتا ہے۔ بائیں طرف والا کاتب سیئات ہے، برائیاں لکھتا ہے۔

دائیں طرف والا فرشتہ افسر ہے۔ جب بھی کوئی آدمی نیکی کی بات زبان سے نکالتا ہے یا عمل کرتا ہے تو وہ فوراً اس کو لکھ لیتا ہے۔ جب کوئی بدی کی بات زبان سے نکلتی ہے یا بُرا عمل سرزد ہوتا ہے تو بائیں طرف والا فرشتہ لکھنا چاہتا ہے تو افسر فرشتہ حکم دیتا ہے ذرا توقف کر، ٹھہر جا لَعَلَّهٗ يَتُوْبَ "ہوسکتا ہے کہ یہ شخص توبہ کر لے۔" تھوڑے سے وقت کے بعد افسر فرشتہ اشارہ کرتا ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اس کے بُرے عمل کو لکھ لے۔

یہ دو فرشتے عصر کی نماز کے وقت چلے جاتے ہیں۔ فجر کی نماز کے بعد دو اور آ جاتے ہیں۔ تو بخاری شریف کی روایت کے مطابق چار فرشتے، دو دن کو رہتے ہیں فجر سے لے کر کے عصر تک اور دو فرشتے عصر سے لے کر کے فجر تک رہتے ہیں۔ یہ ہیں کراماً کاتبین۔ اعمال لکھنے والے یعنی نیکیاں اور بدیاں لکھنے والے۔

کچھ فرشتے ان کے علاوہ ہیں : لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ

يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [الرعد:١١] کچھ فرشتے انسان کے آگے ہیں کچھ پیچھے ہیں وہ صرف انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس فرشتے دن کو اور دس رات کو انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

اے انسان! تیری خدمت کے لیے معصوم فرشتے ہیں دس دن کو تیری خدمت کرتے ہیں پہرہ دیتے ہیں، چوکیدارا کرتے ہیں اور دس رات کو۔ معصوم مخلوق کو رب تعالیٰ نے تیری خدمت کے لیے وقف کیا ہے۔ تو بتا تو نے رب کی کون سی عبادت کی ہے؟ یہ چوبیس فرشتے تو دن رات انسان کی خدمت میں، حفاظت میں لگے رہتے ہیں۔ کچھ اعمال لکھتے ہیں کچھ دوسرے ہیں۔

تو ایک بات یہ تھی کہ عصر کا وقت مراد ہے جب فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے۔ اور ایک تفسیر یہ ہے کہ عصر کی نماز مراد ہے۔

صلوٰۃِ عصر کی اہمیت :

بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے:

مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ

"جس آدمی سے عصر کی نماز چھوٹ گئی ایسا سمجھو کہ اس کے گھر کے تمام افراد ختم ہو گئے سارا مال ختم ہو گیا۔"

آج اندازہ لگائیں ایک آدمی گھر کا فوت ہو جائے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ اور جس آدمی کے گھر کے تمام افراد ختم ہو جائیں اُس کو کتنا صدمہ ہوگا؟ اور تمام اس کا

مال سلب ہوجائے اُس کا کتنا صدمہ ہوگا؟

توبعض فرماتے ہیں عصر سے صلوٰۃ عصر مراد ہے جس سے عصر کی نماز چھوٹ گئی فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ ایسا سمجھیے کہ اہل ومال تمام اس سے برباد ہوگیا۔

نماز باجماعت ادانہ کرنے والوں پر آپ ﷺ کا اظہار برہمی :

اور ایک تفسیر یہ ہے کہ عصر کی جماعت مراد ہے۔ حدیث میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ارادہ کر چکا ہوں لَقَدْ هَمَمْتُ کہ میں ایک آدمی کو کہوں اذان کہے اور نماز کا وقت ہو تو پھر ایک آدمی کو میں اپنے مصلے پر کھڑا کروں اور نماز کے متعلق حکم دوں کہ تو نماز پڑھا۔ پھر میں مستعد نوجوانوں کو ساتھ لے کر پھروں۔ اذان کے بعد جو جماعت میں شریک نہیں ہوا میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اُس آدمی کو گھر کے اندر بند کر کے مکان بھی جلا دوں آدمی کو بھی جلا دوں۔ یہ بخاری، مسلم، ابوعوانہ کی روایت ہے۔

اندازہ فرمائیں کہ رحمۃ للعالمین ﷺ یہ ارادہ فرمائیں لَقَدْ هَمَمْتُ البتہ تحقیق کہ میں ارادہ کر چکا ہوں۔ لیکن ایک مانع پیش آیا جس کی وجہ سے ارادہ پورا نہیں کیا۔ کون سا؟

لَوْلَا الْبُيُوْتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ۔

مسند احمد کی روایت ہے کہ اگر گھروں میں عورتیں نہ ہوتیں بچے نہ ہوتے تو میں اپنا ارادہ پورا کر چکا ہوتا۔ اندازہ فرمائیں کہ کتنی تاکید ہے؟ رحمۃ للعالمین ﷺ مکان بھی جلانے اور آدمی کو بھی جلانے کا ارادہ کر چکے تھے۔ مانع اور رکاوٹ یہ پیش

آئی کہ عورتیں اور بچے گھروں میں ہیں۔ عورتوں پر جماعت میں آنا ضروری نہیں اور بچے نابالغ اور غیر مکلف ہیں۔

غیر اللہ کی قسم اُٹھانا شرک ہے :

یہ بھی یاد رکھیں کہ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سی چیزوں کی قسمیں اُٹھائی ہیں۔ ہمارے لیے قانون اور ہے۔ کہیں رب تعالیٰ نے عصر کی قسم اُٹھائی، کہیں تین (انجیر) کی قسم اُٹھائی، کہیں گھوڑوں کی ٹاپوں کی قسم اُٹھائی، کہیں فجر کی قسم اُٹھائی۔ ہمارے لیے غیر اللہ کی قسم درست نہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ "جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی اُس نے شرک کا ارتکاب کیا۔"

کوئی شخص یہ قسم اُٹھائے "مجھے نبی کی قسم ہے"، "پیغمبر کی قسم ہے"، "رسول کی قسم ہے"، "کعبے کی قسم ہے"، تو اُس نے شرک کیا۔ کوئی کہتا ہے "مجھے پیر کی قسم ہے"، "دودھ پتر کی قسم ہے۔" یہ غیر اللہ کی قسمیں ہمارے لیے درست نہیں۔ ہمارے لیے ضابطہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ کہہ سکتے ہیں خدا تعالیٰ کی قسم، اللہ کی قسم۔ اور اسی طرح رب تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم۔ مثلاً: مجھے رب کی عظمت کی قسم، عزت کی قسم، جلال کی قسم۔

قرآن کی قسم اُٹھانا کیسا ہے ؟

قرآن کریم کی قسم کے بارے میں حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ کا خاصہ

اختلاف ہے "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" میں ہے کہ احناف کا یہ مسلک ہے کہ اگر کوئی کہے مجھے قرآن کی قسم۔ تو قسم ہو جائے گی۔ کیوں کہ اَلْقُرْاٰنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ تو رب تعالیٰ کی ذات بھی قدیم ہے اور رب تعالیٰ کی صفات بھی قدیم ہیں۔

حادث کے ساتھ قسم اُٹھانا درست نہیں ہے۔ حادث کی قسم اُٹھانا درست نہیں۔ صحابہ حادث ہیں، نبی مخلوق ہے، رسول مخلوق ہے، فرشتے مخلوق ہیں۔ تو غیر اللہ کی قسم اُٹھانا ہمارے لیے درست نہیں۔ رب تعالیٰ ان ضوابط کا پابند نہیں ہے۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ [الانبیاء: ۲۳] رب تعالیٰ سے نہیں سوال کیا جا سکتا جو وہ کرتا ہے ہم سے سوال ہوگا۔ تو اس لیے اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ رب تعالیٰ نے عصر کی قسم اُٹھائی ہے تو ہمارے لیے بھی جائز ہے۔ اُس نے تین (انجیر) کی قسم اُٹھائی ہے تو ہمارے لیے بھی گنجائش ہے، اُس نے فجر کی قسم اُٹھائی ہے تو ہمارے لیے بھی درست ہے۔ نہیں! ہمارے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی قسم، اُس کی صفات کی قسم اُٹھانا درست ہے۔

تو فرمایا قسم ہے عصر کی اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ بے شک تمام انسان خسارے میں ہیں نقصان میں ہیں۔ کالی شکل کا ہو، گوری شکل کا ہو، عربی ہو، عجمی ہو، یورپ کا ہو یا ایشیا کا باشندہ ہو۔ انسان پر الف لام استغراق کے لیے ہے۔ بے شک تمام انسان خسارے میں ہیں، نقصان میں ہیں۔ آج دیکھیے! ہمیں معلوم ہو کہ اس تجارت میں خسارہ ہے، نقصان ہے تو ہم کبھی بھی اس تجارت میں پڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کوئی آدمی جانتے ہوئے کہ مجھے اس میں نقصان ہوگا کبھی قدم نہیں اُٹھائے

گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک تجارت کو مفید سمجھ کر کیا اور اُس میں نقصان ہوا تو ایسا ہوتا رہتا ہے۔ کیوں کہ غیب کا علم صرف پروردگار کو ہے کسی اور کو نہیں ہے۔ وہی جانتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا، نتیجہ کیا ہوگا؟ لیکن جان بوجھ کر کے کوئی شخص نقصان والی، خسارے والی، گھاٹے والی تجارت نہیں کرتا۔

خسارے سے بچانے والی چار صفات :

تو فرمایا کہ تمام انسان خسارے میں ہیں، نقصان میں ہیں۔ ہاں! نقصان سے بچنے کی چار صفات ہیں۔ یہ چار صفتیں اگر انسان میں ہوں تو انسان خسارے سے بچ گیا۔

پہلی صفت: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے۔ جو ایمان لائے وہ خسارے سے بچ گئے۔ لیکن یہ بات بھی سمجھنا۔ ایمان، کون سا ایمان ہے؟ دعویٰ تو سبھی کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ ہر باطل فرقہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مومن ہوں۔

ایمانِ صحابہ معیارِ حق ہے :

ایمان وہ ہے جس کو قرآن کریم ایمان کہے، جس کو حدیث شریف ایمان کہے، جس کو فقہ اسلامی ایمان کہے۔ یعنی آپ یوں سمجھیں کہ ایمان کے لیے معیار ہے۔ قرآن کریم میں پہلے پارے میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کیا: قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ تم کہو ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ آگے فرمایا: فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا اگر یہ لوگ ایمان لائیں جیسا تم ایمان لائے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب ہے۔ جیسا تم ایمان لائے ہو اگر ایسا ایمان لائیں

فَقَدِ اهْتَدَوْا ان کو بھی ہدایت نصیب ہو گی۔

تو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان معیاری ایمان ہے۔ اس کو رب تعالیٰ نے معیار اور مثل قرار دیا ہے۔ یہ اور لوگ یہودی، نصرانی، مشرک، صابی، مجوسی، کوئی بھی دنیا کا فرقہ ہو فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ جیسا ایمان تم لائے ہو ایسا ایمان ہو تو پھر یہ ہدایت پا جائیں گے۔ اب ایمان کا معیار بتلا دیا کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان ہے وہ ہو تو وہ ایمان ہے۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان معیارِ حق ہے۔ اور اس کو جاننے کے لیے کسی بڑی چیز کی ضرورت نہیں۔ قرآن پاک دیکھیں، حدیثیں دیکھیں، فقہ اسلامی دیکھیں اور تاریخ اسلامی دیکھیں۔ ان کا جو ایمان تھا وہی ایمان معتبر ہے۔

اہل سنت والجماعت کا معنیٰ ومفہوم اور افتراقِ اُمت :

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ "غنیۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں۔ اور یہ بات حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "منہاج السنۃ" میں بھی لکھی ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کا جو لفظ ہے اس کا معنیٰ کیا ہے؟ کہ اہلِ سنت والجماعت جو کہتے ہیں کن کو کہتے ہیں؟ اور اس سے پہلے ایک بات اور سمجھیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت امیر معاویہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوذر غفاری، حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے متعدد اسانید کے ساتھ، صحیح سند کے ساتھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہود میں اکہتر [۷۱] فرقے ہوئے تھے، نصاریٰ میں بہتر [۷۲] ہوئے، میری اُمت میں تہتر [۷۳] ہوں گے۔ یہ اُمت اس سلسلے میں بھی کسی کو پیچھے چھوڑنے والی نہیں ہے

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً "سب کے سب فرقے دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے۔" ایک ملت کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔

اب اس میں تھوڑی سی تفصیل ہے کہ سب دوزخ میں کیسے جائیں گے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ "عمدۃ القاری" میں فرماتے ہیں کہ سَتَفْتَرِقُ کے الفاظ ہیں۔ کہ میری اُمت میں افتراق ہوگا۔ ان بہتر فرقوں کے افتراق میں ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جن کا افتراق معصیت اور گناہ کی حد تک پہنچا ہوا ہوگا۔ کفر شرک کی حد تک نہیں پہنچا ہوگا۔ صرف معصیت، بدعت اور گناہ تک۔ ایسے فرقے اپنی سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکل آئیں گے۔ اور ان میں ایسے بھی ہوں گے جن کا افتراق کفر، شرک اور الحاد کے درجے کو پہنچ چکا ہوگا۔ ان کو کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت! آپ نے فرمایا ہے وہ جماعت اول سے آخر تک نجات پائے گی وہ کون سی ہے؟ تو ایک روایت میں ہے:

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ

"وہ گروہ نجات پائے گا جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔"

مستدرک حاکم اور مجمع الزوائد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے:

مَا اَنَا عَلَيْهِ اَلْيَوْمَ وَ اَصْحَابِيْ

"جس طریقے پر آج کے دن میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں اُس طریقے پر جو ہوگا اس کو نجات ملے گی۔"

اور عبد الکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: کہ نجات پانے والا فرقہ ہوگا هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَة۔ قِيْلَ کہا گیا حضرت! کون ہے اہل سنت والجماعت؟ فرمایا مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِي "جس طریقے پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔"

اس روایت کے پیش نظر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہلِ سنت کون ہیں؟ آپ ﷺ کی سنت پر، حدیث پر چلنے والے مَا اَنَا عَلَيْهِ کا مصداق۔ اور جماعت کا کیا معنیٰ ہے؟ فرمایا جماعت کا معنیٰ ہے کہ اَصْحَابِي آپ ﷺ کے صحابہ کی جماعت کا دامن پکڑنے والا۔

تو اہلِ سنت والجماعت کا مفہوم یہ ہوا کہ جس پر آنحضرت ﷺ چلے، جو آپ ﷺ فرمایا۔ اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے کیا اور فرمایا (یعنی صحابہ کے اقوال اور افعال)۔ یہ ہے اہلِ سنت والجماعت کا مفہوم۔ اور اول سے آخر تک بفضلہٖ تعالیٰ یہ گروہ دوزخ سے نجات پائے گا۔

جنت میں بغیر حساب کتاب جانے والے خوش نصیب :

اور یہ یاد رکھنا! بہت سے حضرات ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُن کا حساب بھی نہ ہوگا۔ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے بَابُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ پھر نیچے روایت نقل کی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی تفسیر میں

تین اور روایتیں بیان کی ہیں۔ایک روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہے۔اُس کا خلاصہ یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا ۔ "ان ستر ہزار میں ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔" حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رُوَاتُہُ کُلُّھُمْ ثِقَات فَالْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ "سارے راوی اس کے ثقہ ہیں اور حدیث اُصولِ حدیث کے لحاظ سے صحیح ہے۔" تو ستر ہزار بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور ہر ہزار میں سے ہر ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔

دو روایتیں اور نقل کرتے ہیں۔ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور ایک اُن کے فرزند حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے۔ایک میں یہ آتا ہے کہ مَعَ کُلِّ رَجُلٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اور ایک روایت میں ہے مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا۔ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔اُن ستر ہزار میں ایک ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوگا۔یہ بڑا طویل حساب ہو جاتا ہے۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! پھر تو ان شاء اللہ کوئی قصبہ اور کوئی چھوٹا گاؤں بھی نہیں باقی رہتا۔فرمایا ہاں! رب تعالیٰ کی رحمت اس سے بھی بڑھ کر وسیع ہے۔

تو اہلِ سنت والجماعت کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طور کو پکڑنے والا وہ اہلِ سنت والجماعت کا مصداق ہے۔جو صحابہ سے کٹ گیا یقین جانیں! وہ اہل سنت کے مفہوم میں شامل نہیں نہ جماعت کے مفہوم میں شامل ہے۔

تو پہلی بات رب تعالیٰ نے بیان فرمائی کہ خسارے سے نکلنے والا شخص کون

ہوگا؟ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور میں نے عرض کیا کہ دعویٰ ایمان کافی نہیں وہ ایمان معتبر ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے ایمان والا ہو فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا ۔

اور ایمان کے بعد پھر وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ یقین جانیں! ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے درخت ہے۔ جڑیں اُس کی ہری ہوں لیکن جب تک پھل نہ لگے تو درخت کا فائدہ تو کچھ بھی نہیں۔ یہ نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، قربانی، فطرانہ، یہ نیکی کے تمام کام، یہ اس شجرۂ ایمان کا پھل ہیں۔

تو نجات کے لیے پہلی بنیادی چیز ہے ایمان۔ اور اُس کے ساتھ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ نیک کام کرنا۔ نیکی میں مصروف رہے۔ اس کے بغیر نجات کا تصور بھی نہیں ہے۔ بے شک کسی وقت ایسے شخص کو بھی نجات حاصل ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! لوگوں میں بہتر انسان کون ہے؟ فرمایا مَنۡ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ "وہ شخص بہتر ہے کہ جس کی عمر بھی زیادہ ہو اور اس کی نیکیاں بھی بہت زیادہ ہوں۔" سوال کیا گیا حضرت! اَیُّ النَّاسِ شَرٌّ "لوگوں میں بُرا انسان کون ہے؟" فرمایا مَنۡ طَالَ عُمُرُهٗ وَسَاءَ عَمَلُهٗ "وہ شخص انسانوں میں بُرا ہے جس کی عمر بھی زیادہ ہو اور اس کا عمل بھی بُرا ہو۔"

علامتِ ایمان :

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا حضرت! ایمان کی کوئی علامت بھی ہے جس سے انسان سمجھے کہ میں مومن ہوں؟ فرمایا

ہے۔ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ "جب تو نیکی کرے، نیکی کرنے کے بعد دل میں خوشی اور سرور پیدا ہو کہ الحمدللہ! رب تعالیٰ نے مجھے نیکی کرنے کی توفیق دی ہے، اور جب بُرائی کرے تو بُرائی کے بعد تیرے دل میں کُڑھن پیدا ہو، افسوس پیدا ہو، ندامت پیدا ہو۔ نیکی پر خوش ہونا اور بُرائی پر کڑھنا ،فرمایا فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تو مومن ہے۔"

تو ایمان پہلی چیز ہے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فلاح پانے کے لیے، خسارے سے نکلنے کے لیے، نقصان سے نکلنے کے لیے دوسری چیز ہے نیک اعمال۔

تیسری چیز: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ایک دوسرے کو حق کی تاکید کرنا۔ تَوَاصَوْا بابِ تفاعل ہے۔ دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تلقین کرنا۔ کہ لے بھائی! یہ ایمان ہے، یہ عملِ صالح ہے، یہ نیکی ہے۔ اس کو خود بھی کرنا ہے اور اس کو آگے پھیلانا بھی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ سلف صالحین جب مجلس میں بیٹھتے تھے اور جب مجلس برخاست کرتے تو اُٹھتے وقت یہ سورۃ پڑھتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرنا، وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔

اور حق کے سلسلے میں بڑی بڑی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ اپنوں سے بھی اور بیگانوں سے بھی، ذہنی بھی، مالی بھی اور بدنی بھی، ہر طرح کی تکلیفیں آتی ہیں۔ تو ایسے مقامات پر حق کی تلقین کرنا اور اُس پر صبر کرنا، وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

مفہومِ صبر :

صبر کہتے ہیں تکلیف آئے تو اُس پر صبر کرنا۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے دعا کی پروردگار! مجھے صبر کی توفیق دے۔ آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا تجھے کیا تکلیف ہے؟ کہنے لگا حضرت! تکلیف تو کوئی نہیں ہے صرف صبر کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں۔ فرمایا سَئَلْتَ اللهَ الْبَلَاءَ "تو نے تو رب تعالیٰ سے مصیبت خود مانگی ہے۔" صبر تو ہوتا ہے مصیبت پر، اور تجھے فی الحال مصیبت ہے نہیں اور کہتا ہے اے اللہ! مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔ تو تو نے رب تعالیٰ سے دیدہ دانستہ مصیبت مانگی ہے هَلْ لَا قُلْتَ "تو نے کیوں نہیں کہا ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنةً وّ فی الاٰخرةِ حسنةً وّقنا عذاب النار پروردگار! دنیا میں بھی راحت عطا فرما اور پروردگار! آخرت میں بھی راحت عطا فرما اور پروردگار! دوزخ کے عذاب سے بچا۔" یہ کیوں نہیں تو نے پڑھا؟ کہ رب تعالیٰ سے تو نے مصیبت مانگی ہے۔ صبر کا لفظ تو مصیبت کے لیے ہے۔ صبر اُس وقت ہوتا ہے جب تکلیف ہو۔

تو تمام انسان خسارے میں ہیں۔ تمام انسان نقصان میں ہیں۔ اگر نقصان سے بچ سکتے ہیں تو صرف یہ چار قسم کے آدمی ہیں۔

- پہلی بات: ایمان والا۔
- دوسری بات: وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، اچھے عمل کرنے والا۔
- تیسری بات: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ، ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی

تلقین کرنے والا۔

❀ چوتھی بات: وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ، حق کے سلسلے میں جو تکالیف آتی ہیں اُن تکالیف پر صبر کرنا۔

یہ چار چیزیں ہوں تو انسان خسارے سے نکلا۔ اگر یہ چار چیزیں نہیں ہیں تو یوں سمجھیے کہ خسارہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کو خسارے سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ تمام کو صحیح ایمان پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ عملِ صالحات کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔ اور میں نے عرض کیا کہ ایمان وہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان تھا۔ نیکی وہ جو سلف صالحین نے پیش کی ہے۔ گھڑی ہوئی نیکیاں نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمام کو حق کی تلقین کی توفیق عطا فرمائے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حق کے سلسلے میں جو تکالیف آتی ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ سب کو صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوٰنا أن الحمدُ للہ رب العٰلمین۔

وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ جمعہ المبارک ۸ رمحرم الحرام ۱۴۰۱ھ

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ [سورۃ آل عمران]

اسوۂ کامل :

اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی بات مقبول ہے جو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کرے یا جس چیز کا حکم دے۔ کیوں کہ پیغمبر نمونہ ہے۔ لہٰذا کوئی عمل اور کوئی کام اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک اس پر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی مہر نہ لگی ہوئی ہو۔ چاہے وہ کام غمی کا ہے یا خوشی کا، گھر کا معاملہ ہے یا باہر کا، رات کا ہے یا دن کا ہے، محلے کا ہے یا ملک کا یا دوسرے ممالک کے ساتھ ہے۔ اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمونہ ہیں۔ جس کام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ موجود نہیں ہے وہ درست نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے سے چھوٹے عمل یعنی معمولی عمل کو بھی اپنانے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل کو اپنانے میں انتہائی حریص ہونا :

حضرت قرہ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے کرتے کا اُوپر والا بٹن کھلا چھوڑا ہوا تھا اور سردی سے ٹھٹھر رہے تھے، کانپ رہے تھے۔ کسی نے کہا حضرت! یہ بٹن بند کرلو کچھ ہوا کم ہو جائے گی۔ جسم کو سردی لگنے میں کمی آجائے گی۔ اُنھوں نے جواب میں فرمایا یہ کام نہیں ہوسکتا۔ میں بٹن بند نہیں کروں گا۔ کیوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر والا بٹن کھلا رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ عمل سنت زوائدہ میں سے تھا۔

سنتوں کی دو اقسام :

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ سنتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ جن پر عمل کرنے کے بغیر آدمی کی آدمیت اور بندے کی بندگی مکمل نہیں ہوتی۔ اور دوسری وہ سنتیں ہیں کہ جن پر عمل نہ کرنے سے آدمی گناہ گار نہیں ہوتا۔ عمل کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو گناہ نہیں ہے۔ لیکن حضرت قرہ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسم ہلاک ہو جائے تو ہو جائے لیکن بٹن بند نہیں کرنا۔

صیفی غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

ایک صحابی ہیں صیفی غفاری رضی اللہ عنہ۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے صیفی! جب مسلمانوں کی آپس میں لڑائی ہو یعنی مسلمان مسلمان کے ساتھ لڑے

فَاتَّخِذْ سَيْفًا مِّنْ خَشَبٍ (ترمذی، رقم ۲۲۰۳، ابن ماجہ: ۳۹۶۰)

"پس لکڑی کی تلوار پکڑ لینا۔" مطلب یہ ہے کہ لڑنا نہیں ہے۔ یہ مبالغہ تھا۔ مبالغے کو عرف میں جھوٹ نہیں کہا جاتا۔ مثلاً: بہادر آدمی کو کوئی کہے کہ وہ شیر ہے۔ تو ظاہر بات ہے کہ نہ تو اس کی چار ٹانگیں ہیں اور نہ ہی وہ درندہ ہے۔ صرف بہادری میں تشبیہ ہے۔ شرعاً اس طرح کہنا گناہ نہیں ہے۔ ایک آدمی کند ذہن ہے بات نہیں سمجھتا۔ استاد یا باپ اس کو کہے کہ تو گدھا ہے۔ شریعت اس کو جھوٹ نہیں کہتی۔ آنحضرت ﷺ سے ایسی باتیں ثابت ہیں۔

ایک صحابی کی آواز بڑی سریلی تھی۔ اس نے اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آواز پست کر دے کہیں یہ شیشیاں ٹوٹ نہ جائیں۔ اس روایت میں آپ ﷺ نے عورتوں کو شیشیوں کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ ان کی نزاکت کی وجہ سے۔

ایک موقع پر مدینہ طیبہ پر حملے کی افواہ پھیلی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تحقیق حال کا حکم فرمایا اور خود حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے گھوڑا لے کر بڑی دور تک چلے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتماعی طور پر جا رہے تھے اور حضور ﷺ واپس آ رہے تھے۔ ان سے فرمایا کہ کوئی بات نہیں ہے، افواہ تھی۔ اور گھوڑے کے متعلق فرمایا کہ میں نے اس کو سمندر پایا ہے۔ تو آپ ﷺ نے گھوڑے کو سمندر فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ تشبیہ میں مبالغے کو جھوٹ نہیں کہا جاتا۔ آپ ﷺ نے حضرت سفی غِفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب آپس کی لڑائی ہو تو لکڑی کی تلوار پکڑ لینا۔ اُنھوں نے سچ مچ لکڑی کی تلوار بنوا کر رکھ لی۔ جب مسلمانوں کی

آپس میں چپقلش پیدا ہوئی تو ایک گروہ نے ان کو دعوت دی کہ ہمارا ساتھ دو۔ فرمایا ٹھہر جاؤ میں ہتھیار پکڑ لوں۔ اندر سے لکڑی کی تلوار لے آئے۔ اُنھوں نے کہا بھائی! یہ ہتھیار ہے؟ فرمانے لگے ہاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب آپس میں لڑائی ہو تو لکڑی کی تلوار پکڑ لینا۔ اگر یہ کام دیتی ہے تو میں تمھارے ساتھ جاتا ہوں۔ انھوں نے جواباً کہا بھئی! آپ اپنے گھر ہی میں رہیں۔

آنحضرت ﷺ کے قول اور فعل کو اپنانے والی جماعت کا نام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔ آپ ﷺ امت کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ ایسا نمونہ دنیا میں نہ پہلے کبھی آیا ہے اور نہ قیامت تک آئے گا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے حالات آپ حضرات قرآن کریم کی روشنی میں، احادیث صحیحہ کی روشنی میں، تاریخ اسلامی کی روشنی میں اور کتب سیرت کی روشنی میں مسلسل سنتے چلے آرہے ہیں۔ ہجرت کے دسویں سال کے آخر تک کے حالات آپ حضرات نے سنے ہیں۔ آج آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے آخری باب کا بیان ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ العزیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب بیان ہوں گے۔

شہادتِ پیغمبر کی خبر سننے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ردِ عمل :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ضابطہ ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ "ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" ہر جان دار چیز کو موت آنی ہے۔ اُحد کے مقام پر جب آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا۔ یہ کون سا دانت تھا؟ سامنے والے جو نچلے دانت ہیں ان کے جو دائیں طرف دانت ہے اس دانت مبارک کا ایک حصہ شہید ہوا۔

عتبہ بن ابی وقاص کافر نے پتھر مارا اور ابن قمیہ کافر نے تلوار ماری۔ خود کٹا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لے کر آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چہرۂ مبارک کا زخم دھویا۔ آپ ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اُدھر یہ خبر مشہور کر دی گئی کہ اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ کہ آنحضرت ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔

یقین جانو! آنحضرت ﷺ کے اصحاب کے حواس جواب دے گئے۔ جتنی کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس کے صدمے کا بھی اتنا اثر ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ جتنی محبت تھی اتنی اور کسی کے ساتھ نہیں تھی۔ نہ ماں باپ کے ساتھ، نہ اولاد کے ساتھ اور نہ مال کے ساتھ، نہ بیوی کے ساتھ، نہ برادری رشتہ داروں کے ساتھ۔ اور بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

"تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اس کے والد سے اور اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

یعنی اس کی محبت میرے ساتھ والدین، اولاد اور سارے لوگوں سے بڑھ کر نہ ہو۔

عمر رضی اللہ عنہ اور انس بن نذر رضی اللہ عنہ کا مکالمہ :

تو اس خبر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑا صدمہ ہوا (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قد بھی بڑا تھا اور دلیر بھی بڑے تھے۔ لیکن ٹانگیں کانپ رہی ہیں اور ایک چٹان کے ساتھ سہارا لے کر کھڑے ہیں۔ حضرت انس بن نذر رضی اللہ عنہ گزر رہے تھے۔ پوچھا حضرت! کیا بات ہے۔ فرمایا کمر ٹوٹ گئی ہے۔ اُنھوں نے کہا مرہم پٹی کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس طرح آپ سمجھے ہیں اس طرح نہیں ٹوٹی۔ کیا آپ نے خبر نہیں سنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت انس بن نذر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو کیا آپ رضی اللہ عنہ کے لیے شہادت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟ فرمایا نہیں! لیکن میری ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہیں۔ حضرت انس بن نذر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لڑنا شروع کر دیا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ان کے بدن پر تلواروں کے، تیروں کے اور نیزوں کے اسی (۸۰) سے زیادہ زخم تھے۔ لاش کی شناخت نہیں ہو رہی تھی کہ کس کی ہے؟ بالآخر ان کی بہن ربیعہ بنت نذر رضی اللہ عنہا نے انگلی سے پہچانا کہ میرے بھائی ہیں۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اتنی پریشانی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اور کافروں کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ اُنھوں نے اُعْلُ هُبُلْ کے نعرے لگائے۔ لیکن افواہ غلط تھی۔ بے شک آپ زخمی تھے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حیات تھے۔

وصال سے پہلے آنحضرت ﷺ کا بیمار ہونا :

ایک وہ وقت تھا۔ اور اب یہ وقت آیا کہ صفر کا مہینہ تھا ۱۱ سنہ ھ کی ابتدا ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کچھ بیمار ہوئے۔ آپ ﷺ مسجد نبوی میں حاضر ہوتے رہے۔ آنحضرت ﷺ کی بیک وقت نو بیویاں تھیں اور دو لونڈیاں۔ ان کے درمیان باری مقرر کی ہوئی تھی۔ مثلاً: ایک رات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس، ایک رات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس، ایک رات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس، ایک رات حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس۔ آپ ﷺ رات اس بیوی کے پاس رہتے تھے جس کی باری ہوتی تھی۔ بیماری میں ابتدائی دو تین راتیں باری کے مطابق رات گزارتے رہے۔ لیکن جب تکلیف زیادہ ہوگئی تو فرمایا اَنَا غَدًا اَیْنَ کل میں کس جگہ ہوں گا؟ اَیْنَ اَنَا غَدًا کل کس کی باری ہے؟ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بڑی زیرک، ذہین اور رمز شناس تھیں۔ بات سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنا چاہتے ہیں۔

ایامِ مرض میں حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں رہنے کی ظاہری و باطنی حکمتیں :

ان کے پاس رہنے میں کچھ ظاہری حکمتیں تھیں اور کچھ باطنی۔ ظاہری حکمت تو یہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد نبوی کے بالکل قریب تھا۔ حتیٰ کہ جب آنحضرت ﷺ معتکف ہوتے تو وہ کھڑکی کھول کر آپ ﷺ کے سر مبارک میں کنگھی کر دیتی تھیں۔ حجرے اور مسجد نبوی کی دیوار ساجھی تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بڑے غضب کا حافظہ اور ذہانت

عطا فرمائی تھی کہ ہوا سے بات کو اخذ کر لینے کی استعداد رکھتی تھیں۔ آپ ﷺ کا خیال تھا کہ ان دنوں میں جو ضروری باتیں ہوں گی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کو یاد رکھے گی اور اُمت کو فائدہ ہوگا۔ اور باطنی اور تکوینی وجہ یہ تھی کہ جس مکان میں نبی کی وفات ہوتی ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر یہی تھا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ آپ ﷺ کا مرقد ہوگا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانا چاہتے ہیں۔ کہنے لگیں حضرت! ہم سمجھ گئی ہیں کہ آپ ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانا چاہتے ہیں فَاَذَنَّا لَہٗ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ہم سب نے متفقہ طور پر اجازت دے دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے خدمت کرنی ہو وہ وہیں آجائے۔ جمعرات کے دن تک کبھی بیماری زیادہ ہو جاتی تھی کبھی ہلکی ہو جاتی تھی۔ جمعرات کی شام کی نماز (بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق) آپ ﷺ کی آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں ادا فرمائی۔ تسلسل کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے شام کی نماز پڑھائی اور بیماری زور پکڑ گئی۔ عشاء کی نماز کا وقت داخل ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اقد صَلَّی النَّاسُ " کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے قَالُوْا لَا ھُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ اللہ ﷺ کہنے لگے حضرت! ابھی تک نہیں پڑھی آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا پانی لاؤ میں نے غسل کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے بیماری کی حالت میں بھی غسل فرمایا ہے۔

بخار کی چار لاکھ اقسام :

شیخ الرئیس ابن سینا لکھتے ہیں کہ بخار کی کم وبیش چار لاکھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے بعض قسمیں ایسی ہیں کہ پانی اور غسل ان کا علاج ہے۔ اور بعض قسمیں ایسی ہیں کہ غسل ان میں مضر ہے۔

ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب :

یہ میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ بعض ملحدین نے بلاوجہ یہ اعتراض کیا ہے کہ دیکھو جی! حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے بخار میں غسل کیا ہے۔ حالانکہ طبی اور ڈاکٹری نقطہ نظر سے بخار میں غسل مضر ہے۔ بے شک بعض قسمیں ہیں کہ ان میں غسل کرنا مضر ہے لیکن بعض قسمیں طبی لحاظ سے ایسی ہیں کہ غسل ان میں علاج ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے غسل فرمایا اور مسجد میں تشریف لے جانے کے لیے اُٹھے تو آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا اقد صَلَّى النَّاسُ " کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ قَالُوْا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ کہنے لگے نہیں اور وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔" فرمایا پانی لاؤ۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور مسجد میں جانے کے لیے اُٹھے مگر پھر غشی طاری ہو گئی۔ کافی دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ نہیں حضرت! ابھی تک نہیں پڑھی آپ ﷺ کے انتظار میں ہیں۔ تیسری دفعہ اُٹھے مگر پھر غشی طاری ہو گئی۔

اس وقت گھڑیاں تو نہیں ہوتی تھیں۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ

عشاء کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے جب تیسری رات کا چاند غروب ہو جاتا تھا یا غروب ہونے کے قریب ہوتا تھا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے امت کی تکلیف کا خطرہ نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز رات کا تیسرا حصہ گزر جانے کے بعد پڑھو۔ لیکن فرمایا نہیں! بیمار بھی ہوں گے، کمزور اور مسافر بھی ہوں گے، محنت و مشقت کرنے والے بھی ہوں گے لہذا جب عشاء کا وقت داخل ہو نماز پڑھ لو۔

مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ :

تو خیر کافی دیر ہو چکی تھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب میں مسجد میں نہیں جا سکتا۔ تین دفعہ جانے کی کوشش کی ہے مگر نہیں جا سکا لہذا مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ "ابو بکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائے (رضی اللہ عنہ)۔" عورتیں بولیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں کہ حضرت! ابو بکر رَجُلٌ رَقِيْقٌ بڑے نرم دل آدمی ہیں۔ جب مصلے پر کھڑے ہوں گے تو رونے لگ جائیں گے نماز پوری نہیں کر سکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ "ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔" دوبارہ دوسری عورتوں نے کہا جن میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں کہ حضرت جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہیں وہ بجا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رقیق القلب آدمی ہیں مصلے پر چڑھیں گے روتے روتے وقت گزار دیں گے عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں وہ جلیل القدر بڑے بہادر اور مضبوط دل کے آدمی ہیں، شیر دل ہیں۔

آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تم اس جنس سے ہو

جس جنس نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا تھا۔ میں جو کہہ رہا ہوں کہ ابو بکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ جمعرات کی عشاء کی نماز، جمعہ کی پانچ نمازیں، ہفتے کی پانچ نمازیں، اتوار کی پانچ نمازیں اور سوموار کی فجر کی نماز۔ یہ کل سترہ نمازیں ہوگئیں۔ یہ سترہ نمازیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نماز کے موقع پر بیماری میں تخفیف ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بیماری میں تخفیف محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت علی اور چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے ہوئے تھے۔ فرمایا مجھے مسجد میں لے چلو۔ چوں کہ کمزوری زیادہ تھی خود چل نہیں سکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بازو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھا اور دوسرا بازو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھا۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے: تَخُطُّ رِجْلَاهُ عَلَى الْأَرْضِ پاؤں زمین پر گھسٹتے جارہے تھے۔ صفیں چیرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی صف میں لے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بٹھانے کی کوشش کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں تو پیچھے ہٹ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے رہنے کا اشارہ بھی فرمایا لیکن وہ پیچھے آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہیں سے شروع کی جتنی نماز صدیق اکبر پڑھا چکے تھے۔ لوگ پیچھے کھڑے رہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکبّر کا فریضہ انجام دیا۔

بیماری کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو وعظ کرنا:

نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ احادیث میں آتا ہے

کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر تیل آلود کپڑا تھا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کے سر میں تکلیف تھی سر پر تیل لگایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے بہت سی باتیں فرمائیں۔ ان میں ایک بات یہ بھی فرمائی کہ مجھے اس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ میری اُمت مجموعی لحاظ سے شرک میں مبتلا ہو جائے گی۔ خطرہ اس بات کا ہے کہ دنیا کی محبت کی وجہ سے، دولت کی محبت کی وجہ سے تم آپس میں لڑو گے۔ فرمایا ایسا نہ کرنا۔ پھر فرمایا کفار کے راستے پر نہ چلنا میں تمھیں سیدھا راستہ دے کر جا رہا ہوں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ انصار تھوڑے رہ جائیں گے۔ انھوں نے بڑی خدمت کی ہے ان کی خدمت کو نظر انداز نہ کرنا۔ فَمَنۡ وَلِّی مِنۡکُمۡ تم میں سے جس کو اقتدار حاصل ہو جائے وہ ان کی خوبیوں کا لحاظ رکھے۔ اگر کسی سے کوئی لغزش ہو تو درگزر کرے۔ یہ چند نصیحتیں فرما کر تشریف لے گئے۔ تکلیف کے دنوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نمازیں پڑھائیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب :

آپ ﷺ کی تکلیف سے کچھ دن پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے مضبوط رسیاں اُتری ہیں اور زمین کو چمٹ گئی ہیں اور زمین ان رسیوں کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے اور رسیاں زمین کو کھینچ رہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے تعبیر پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس میں آپ کے بھتیجے کی وفات کا اشارہ ہے۔

سنبھالے کی حالت :

سوموار کا دن تھا آپ ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کی کھڑکی سے جھانک

کر دیکھا کہ کچھ ساتھی نماز میں معروف ہیں کچھ نماز کے لیے آرہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس ایسا لگتا تھا جیسے قرآن شریف کا ورق ہو۔ سارے خوش ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ فرمایا میں نہیں آرہا۔ فجر کی نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ نماز کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خبر لینے کے لیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بخار اُتر چکا تھا کوئی تکلیف نہیں تھی۔ جس کو سنبھالے کی حالت کہتے ہیں کہ وفات سے پہلے ساری بیماریاں آدمی کو چھوڑ جاتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام ضرع پر جانا :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے الحمد للہ! حضرت آج آپ کی طبیعت بڑی اچھی نظر آرہی ہے۔ اگر اجازت ہو تو ضرع کے مقام پر چکر لگا آؤں۔

یہ مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک مقام تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہاں کپڑا بننے کی کھڈیاں لگائی ہوئی تھیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پیشہ بزازی کا تھا۔ کاری گر وہاں کپڑا بنتے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھان کندھوں پر رکھ کر پھیری لگا کر بیچ دیتے تھے جس سے گھر کا خرچہ بھی نکل آتا تھا اور مہمانوں کے احترام کی صورت بھی بن جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں بھی خرچ کرتے تھے۔ تو اجازت لے کر وہاں تشریف لے گئے کہ سوتر وغیرہ دے آؤں، بُنا ہوا کپڑا لے آؤں اور کاری گروں کی خبر گیری بھی کر آؤں۔ چنانچہ اجازت لے کر چلے گئے۔

مقامِ ضرع سے واپسی اور غمہائے بیکراں :

وہاں سے جب واپس تشریف لائے تو دوپہر ہونے والی تھی۔ بعض حضرات نے سہ پہر کا وقت لکھا ہے۔ جب واپس پہنچے تو دیکھا کہ مدینہ طیبہ کے در و دیوار ایک مصیبت میں ہیں۔ یقین جانو! ایک وہ وقت تھا کہ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو غلام، لونڈیاں، چھوٹے بچے گلیوں میں ترانے گا رہے تھے "طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا چاند ہم پر طلوع ہوا ہے مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ کوہ وداع کی گھاٹیوں سے وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے مَادَعٰی لِلّٰهِ دَاعٍ جب تک کوئی آواز نکالنے والا آواز نکالے گا۔" یعنی قیامت تک ہم پر شکر واجب ہے۔ وہ دن انتہائی خوشی کا تھا اور آج انتہائی غم کا دن ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ پہنچ کر سواری سے اُترے تو ہر آدمی کا سر جھکا ہوا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور یقین جانو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا صدمہ زندگی میں کبھی نہیں ہوا جتنا آپ ﷺ کی وفات کے موقع پر تھا۔ جب مسجد نبوی میں پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے کچھ فرما رہے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کوئی توجہ نہیں کی سیدھے آپ ﷺ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کر چکی تھی یعنی دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور فرمایا طِبْتَ حَيًّا وَّ مَيِّتًا "آپ ﷺ نے پاکیزہ زندگی گزاری اور پاکیزہ ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔" (اور ترمذی شریف میں ہے فرمایا واہ نبیَ، واہ صفی، واہ خلیلَ)

زندہ تھے تو اس وقت بھی آپ کی شخصیت طیب تھی۔ اور جب فوت ہو گئے ہو تو اب بھی طیب ہی طیب ہو۔ دل غمزدہ تھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

وفاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لوگوں سے خطاب :

مسجد میں آئے تو سنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں جس شخص نے یہ الفاظ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا " اَيُّهَا النَّاس اے لوگو سنو! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ تم میں سے جو آدمی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اس کو آج عبادت چھوڑ دینی چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔" اور یہ آیت کریمہ پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [آل عمران: ۱۴۴] "اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر اللہ تعالیٰ کے رسول تحقیق گزر چکے ہیں ان سے پہلے کئی رسول۔" اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حافظ قرآن تھے۔ لیکن بسا اوقات کسی چیز کی طرف توجہ نہیں ہوتی توجہ دلانی پڑتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف :

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فصیح و بلیغ خطبہ سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیوں فرما رہے تھے کہ جس نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی

ہے میں اس کا سر قلم کر دوں گا؟ محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے گوارہ نہیں کرتے تھے کہ موت کا لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا جائے۔

اور ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ محبت بھی تھی اور تھی بھی انتہا درجے کی محبت۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انتظامی اُمور کا بھی خیال تھا۔ مدینہ طیبہ میں منافق بھی تھے اور ایسے منافق بھی تھے کہ جن کے متعلق قرآن کریم کی آخری سورۃ، سورۂ توبہ میں ہے:

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [آیت ۱۰۱، پارہ ۱۱]

"اور بعض اہل مدینہ میں سے جو اَڑے ہوئے ہیں نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ کوئی منافق فتنہ نہ کھڑا کر دے۔ لہٰذا جب تک انتظام نہ ہو جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر نہ پھیلے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن کر بیٹھ گئے۔

وفاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چند اشکالات:

آج میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ہی ذکر کرنا ہے باقی بیان پھر ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چند اشکالات پیش آئے۔

❀ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کہاں ہوگی؟ بعض نے کہا کہ جہاں

آپ ﷺ کے چچا محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دفن ہیں یعنی اُحد کے دامن میں، وہاں قبر بنائی جائے۔ بعض نے کہا کہ جہاں آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا دفن ہیں جنت البقیع میں وہاں قبر بنائی جائے۔ بعض نے کہا کہ جہاں آپ ﷺ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ دفن ہیں جنت البقیع میں ان کے ساتھ قبر بنائی جائے۔ بعض نے کہا جہاں آپ ﷺ کے رضاعی بھائی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ دفن ہیں وہاں قبر بنائی جائے۔ اپنی اپنی جگہ ہر ایک کی رائے صحیح تھی۔ آپ ﷺ کی دو بیویاں آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پا چکی تھیں، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں جنت الماویٰ کے قبرستان میں مدفون ہیں اور زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں جنت البقیع میں۔ دوسری بیویوں میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات مکہ مکرمہ سے دس میل دور حدس کے مقام پر ہوئی اور وہیں دفن ہوئیں۔ باقی ازواج مطہرات جنت البقیع میں ایک ہی لائن میں مدفون ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ پیغمبر کی جس جگہ وفات ہوتی ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ اب سب خاموش ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی میرے سامنے حدیث پیش کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تو میں اس سے قسم اٹھواتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اور انہی الفاظ میں فرمایا ہے؟ (کیوں کہ ہر صحابی ہر مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔ کوئی تاجر پیشہ تھا، کوئی زراعت پیشہ تھا، کوئی مزدور پیشہ تھا۔) اس لیے قسم اُٹھواتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب وہ قسم اُٹھا لیتا تھا تو پھر میں اس پر عمل کرتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب اُنھوں

نے حدیث سنائی کہ پیغمبر وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اس کی وفات ہوتی ہے تو اس کے بعد اس میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ آپ ﷺ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے۔ جہاں آپ ﷺ کی چارپائی تھی وہیں قبر کھودی گئی۔

آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک لحد ہے :

❀ دوسرا اختلاف یہ ہوا کہ قبر سیدھی بنائی جائے یا لحد یعنی بغلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو آدمی قبر بنانے کے ماہر ہیں۔ ایک ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جو شق یعنی سیدھی قبر بناتے ہیں۔ اور دوسرے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ، یہ لحد بنانے کے ماہر ہیں۔ دونوں کی طرف بیک وقت پیغام بھیجو جو پہلے پہنچے گا وہی قبر بنائے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیک وقت دو آدمی دونوں طرف بھیجے۔ اتفاق کی بات تھی کہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ گھر میں موجود تھے جونہی پیغام ملا فوراً پہنچ گئے۔ تو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک لحد ہے۔

❀ تیسرا اختلاف یہ ہوا کہ غسل کے وقت آپ ﷺ کے کپڑے اُتارے جائیں یا اسی طرح غسل دیا جائے اور غسل کے بعد کمال احتیاط سے کپڑے بدلے جائیں اور دوسرے پہنائے جائیں۔

تجہیز و تکفین اور تدفین :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے کفن کے تین سحولی کپڑے تھے۔ سحول ایک جگہ کا نام ہے وہاں کے بنے ہوئے تھے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ غسل کے لیے کپڑے اُتارے جائیں یا نہیں۔ ہاتف غیبی نے آواز دی:

اَنْ لَّا تُجَرِّدُوْہُ مِنَ الثِّیَابِ "کہ کپڑے نہ اُتارو اسی طرح غسل دو۔"
غسل کے بعد کمالِ احتیاط سے کپڑے اُتار کر تین کپڑے کفن کے دو۔

غسل دینے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت حسن، بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما شریک تھے۔ دروازہ بند تھا کسی نے زور سے دروزہ کھٹکھٹایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو! کون ہے؟ دروازہ کھولا حضرت اوس انصاری رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ کہنے لگے آخری وقت میں ہمیں بھی موقع دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دروازہ بند کر کے آجاؤ۔ تاریخ بتلاتی ہے حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ پانی کے گھڑے بھر بھر کرلا کر دے رہے تھے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سر مبارک کو اس طرح ٹیک دی ہوئی تھی۔ پوری احتیاط کے ساتھ غسل دے کر چارپائی پر لٹا دیا گیا۔ کمرے سے باہر نہیں لے جا سکتے تھے اور کمرے میں جگہ تھوڑی تھی۔ اس لیے دس دس آدمی آتے تھے اور صلوٰۃ و سلام پڑھ کر چلے جاتے تھے بغیر امام کے حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلَّا وَقَدْ صَلّٰی "تمام مہاجرین و انصار نے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ پڑھا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ امامت والا نہیں تھا کہ آگے امام ہو اور پیچھے مقتدی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ اس طرح ہوا کہ دس دس آدمی آتے تھے اور پورے ادب و احترام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھ کر چلے جاتے تھے۔ اس لیے دفن کرنے میں تاخیر ہوئی۔ چنانچہ منگل والے دن صبح کو تدفین ہوئی اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُس وقت جو صدمہ تھا اس کو وہی جانتے تھے۔ میں اور آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ہمارے تمھارے ایمان کی نسبت اُن کے ساتھ اتنی بھی نہیں جتنی رائی کے دانے کو کوہِ ہمالیہ کے ساتھ ہے۔ لیکن ہم جیسے کمزور اور ضعیف ایمان والے بھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف سنتے اور پڑھتے ہیں تو ہمیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صدمے اور غم کا کیا عالم ہوگا؟ اس سے بڑھ کر صدمہ ان کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا آخری باب میں نے عرض کیا ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ العزیز فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باب آئے گا۔

یومِ عاشورہ کے روزے کی فضیلت واہمیت:

ایک بات عرض کرنی ہے بیٹھے رہو جلدی نہ کرو۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ عاشورہ کا روزہ تم کیوں رکھتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے نَجَّى اللهُ فِيهِ مُوسٰى وَقَوْمَهٗ "اس دن اللہ تعالیٰ نے نجات دی تھی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو، اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا" تو شکریے کا روزہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوسٰى مِنْكُمْ "ہمارا تعلق موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمھارے تعلق سے کئی گنا زیادہ ہے۔"

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیا کہ وہ دسویں محرم کا روزہ رکھیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ

آنحضرت ﷺ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد جتنا اہتمام دسویں محرم کے روزے کا کرتے تھے اور کسی روزے کا اتنا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے دس سال دسویں محرم کا روزہ رکھا ہے۔ دس ہجری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! یہودی بھی دسویں کو روزہ رکھتے ہیں اور ہم بھی دسویں کا روزہ رکھتے ہیں۔ ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنْ عِشْتُ لَاَصُوْمَنَّ تَاسِعًا "اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں محرم کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا، رکھا نہیں ہے۔"

تو ان صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے قول سے بھی اور فعل سے بھی نویں محرم کا روزہ رکھنا سنت ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ عرفہ کے روزے کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے صغیرہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے جو چیز محرم کے لیے ثابت ہے اور ہمارے تمھارے کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ نویں اور دسویں محرم کا روزہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ [امین]

غزوہ اُحد (حصہ اول)

خطبہ جمعہ المبارک ۲۵ر جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

اعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝١٣٩

[آل عمران آیت:۱۳۹؛ پارہ ۴]

غزوہ کی تعریف :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ذکر چلا آرہا ہے۔اور سیرت میں سے خصوصاً غزوات کا۔غزوہ اس جہاد کو کہتے ہیں جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو اور جرنیلوں کو منتخب فرمایا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جہاد ہوا ہو۔آج اگر کسی کو غازی کہہ رہے ہو تو اس لیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جہاد کر رہا ہے۔اور جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

بخاری شریف کی روایت ہے: اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔ بادشاہ نیک ہو تو اس کے ساتھ مل کر بھی کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔اور بُرا ہو پھر بھی اس کے ساتھ مل کافروں کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

غزوۂ بدر کی جھلک :

غزوہ بدر کا مفصل واقعہ آپ حضرات نے تین جمعوں میں سنا ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک کے مہینے میں سترہ [۱۷] رمضان جمعہ کے دن پیش آیا۔اور یہ بھی تم سن چکے ہو کہ مسلمانوں کے پاس کوئی ظاہری طاقت نہیں تھی۔

تین سو تیرہ کا مقابلہ ایک ہزار کے ساتھ تھا۔ آٹھ تلواروں کا مقابلہ تقریباً ایک ہزار تلوار کے ساتھ تھا۔ کوئی نسبت نہیں ہے۔ مگر جس کی رب تعالیٰ مدد کرے۔ اور مدد کا وعدہ کن لوگوں کے ساتھ ہے؟ فرمایا اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا [آل عمران: ۱۲۵] "اگر تم صبر کرو گے اور ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری نصرت فرمائے گا۔"

بدر کے مقام پر صبر کا مادہ علیٰ وجہ الاتم تھا اور تقویٰ بھی عروج پر تھا۔ نہتوں نے ستر [۷۰] کافر مارے۔ اور ستر [۷۰] گرفتار کیے۔ کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ عرب کا دستور تھا کہ برادری کا ایک آدمی بھی مرجاتا تو جب تک اس کا انتقام نہیں لے لیتے تھے چین سے نہیں بیٹھتے تھے، سکون کا سانس نہیں لیتے تھے۔ اگر زندگی میں بدلہ نہیں لے سکے تو مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کرتے کہ فلاں میرا دشمن ہے جوان ہو کر اس سے بدلہ لینا ہے۔ اگر حالت وفات میں بچہ ماں کے پیٹ میں ہے تو اس کے نام کی وصیت چھوڑ جاتا تھا کہ اگر لڑکا پیدا ہو جب اس کو سُدھ بدھ ہو تو میرا پیغام پہنچا دینا کہ فلاں میرا دشمن ہے اس سے بدلہ لے۔ ایسا انتقامانہ ذہن تھا۔

انتقامی جنگ کے لیے قریش کی تیاری :

بدر میں ان کے ستر [۷۰] مارے گئے تھے۔ ان کا صدمہ ان کو چین نہیں لینے دیتا تھا۔ چنانچہ مکے والوں نے مشورہ کیا اور مشورے میں مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان سب شریک تھے۔ کہنے لگے ہمارے لیے مر مٹنے کا مقام ہے کہ ہمارے ستر آدمی مارے گئے ہیں اور وہ بھی عام نہیں بلکہ وہ جن پر ہماری قوموں کا مدار تھا۔ ہمارے سردار تھے ابو جہل، عتبہ، شیبہ، ربیعہ وغیرہ۔ اب ہمارا خاموش رہنا بڑی بے

غیرتی کی بات ہے۔ بس اتنی بات کرنی تھی جذبات دفعۃً مشتعل ہو گئے۔ دلوں میں جذبات پہلے ہی موجود تھے۔ عورتوں نے بھی کہا ضرور۔ کسی نے کہا میرے والد کا بدلہ لینا ہے، کسی نے کہا میرے بھائی کا، کسی نے کہا میرے دادے کا، کسی نے کہا میرے داماد کا۔ عجیب بات تھی کہ عورتوں نے کہا کہ ہم بھی فوج میں بھرتی ہوں گی۔ تاریخ بعض عورتوں کے نام بھی بتاتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہندہ جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہو گئیں۔ عکرمہ کی بیوی اُم حکیم، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بیوی ریطہ۔ بعض نے عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی برزہ کا نام بھی لکھا ہے۔ ان عورتوں نے پیش کش کی کہ ہم نے بھی بھرتی ہونا ہے۔

قریش کا لشکر اور کمان :

الغرض ان عورتوں نے جذبات اور زیادہ مشتعل کیے کہ ہم فوج کے شانہ بشانہ لڑیں گی۔ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے بدر کی لڑائی کے بعد قسم اُٹھائی تھی کہ ہم خوشی کا غسل نہیں کریں گے جب تک بدلہ نہ لے لیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اس وقت تک بیویوں کے قریب نہیں جائیں گے جب تک اپنے بڑوں کا بدلہ نہیں لے لیتے۔ دو شاعر تھے۔ ایک کا نام عمرو اور دوسرے کا نام صفاتر تھا۔ انھوں نے اس وقت وہ کیا جو آج کل اخبارات کرتے ہیں۔ سرخی قائم کر دی اور ملک میں آگ لگا دی۔ یہ نامی گرامی شاعر ہر ہر قبیلے کے پاس پہنچے۔ ان کے جذبات کو اُبھارا۔ اے عربیو! لات، منات عزّیٰ کے پجاریو! تم نے زندگی عزت کے ساتھ بسر کرنی ہے یا ذلت کے ساتھ۔ آس پاس کے قبائل کو خوب اُبھارا گیا۔ لڑنے مرنے کے لیے عورتیں بھی

تیار ہو گئیں تین ہزار کا لشکر تیار ہوا۔ اس وقت کمان حضرت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بدر کے موقع پر کمان ابوجہل کے ہاتھ میں تھی۔ ابوسفیان بڑا حلیم الطبع اور بڑا سمجھدار آدمی تھا۔ کہنے لگا بدر میں ہم نے مار کھائی ہے حالانکہ ہم ان سے تین گنا زیادہ تھے۔ اس دفعہ ہم نے پوری تیاری کرنی ہے۔ اور فوج کو مکمل آراستہ کرنا ہے کہ اپنا نقصان نہ ہو۔ ان کو ضرب کاری لگائیں جو اُوترا (بُرا) منصوبہ وہ بنا سکتا تھا اس نے بنایا۔

یہ ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے کا واقعہ ہے۔ مدینہ طیبہ والوں کو کوئی خبر نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ سے دس بارہ میل کے فاصلے پر ایک چراگاہ تھی۔ اس میں ان کے گھوڑے خچر داخل ہوئے اور چر کر اس کو ختم کر دیا۔ ادھر سے کچھ لوگ مدینہ طیبہ آئے۔ اُنھوں نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی کہ دشمن قریب آچکا ہے اور کافی تعداد میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی تجارتی قافلہ نہ ہو؟ کہنے لگے حضرت! تجارتی قافلہ نہیں ہے ہتھیار اُن کے پاس ہیں اور بڑی نعرے بازی ہو رہی ہے اور رخ ان کا مدینہ کی طرف ہے۔

حالات کا جائزہ اور دشمن کی تعداد معلوم کرنا :

آنحضرت ﷺ نے دو بڑے پھرتیلے نوجوان انس اور مونس رضی اللہ عنہما سے فرمایا جاؤ تحقیق کر کے آؤ۔ حالات کا جائزہ لے کر ہمیں بتاؤ کہ لڑنے والے لوگ ہیں یا تجارتی قافلہ ہے۔ یہ گئے اور بڑی جلدی واپس آئے اور کہنے لگے حضرت! تاجر نہیں ہیں۔ کچھ آدمیوں سے پوچھا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ مکے سے آئے ہیں اور مدینہ

طیبہ پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کتنی فوج ہے؟ کہنے لگے حضرت! ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ انصاری کو بھیجا کہ اندازہ لگاؤ کتنی فوج ہے؟ یہ بڑے صاحب الرائے اور بڑی سمجھ کے مالک تھے۔ انھوں نے آکر بتایا کہ حضرت گن (شمار) تو نہیں سکا اندازہ ہے تقریباً تین ہزار ہوں گے۔

جنگی حکمتِ عملی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھیوں کو اکٹھا کرنا :

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں اعلان کروایا کہ فوری طور پر جمع ہو جاؤ۔ ساتھی جمع ہو گئے تو فرمایا کہ میں اپنی ذاتی رائے کا اظہار بعد میں کروں گا اور میں نے بڑی عمر والوں کے ساتھ مشورہ بھی کیا ہے۔ وہ بھی بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تمھاری رائے لینا چاہتا ہوں۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! پہلے اپنی رائے کا اظہار کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا تم میری رائے سننا چاہتے ہو تو میری رائے یہ ہے کہ ہم مدینہ طیبہ کے اندر رہ کر لڑیں، دفاعی جنگ کریں اور کھلے میدان میں نہ جائیں۔ اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ دشمن کو ہماری فوج کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکے گی۔ اور ایسے موقع پر فوج کی تعداد کو چھپانا بھی ایک جنگی مصلحت ہوتی ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جنگی حکمتِ عملی :

أَلشَّیْءُ یُذْکَرُ بِالشَّیْءِ "بات سے بات چلتی ہے۔" کے قاعدے کے تحت ایک مناسب واقعہ میں عرض کرتا ہوں۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑے قابل جرنیل تھے۔ ان کے ہاتھ پر رب تعالیٰ نے مصر کا علاقہ فتح کرایا تھا۔ ان

کوفوج کے ایک دستے کا سپہ سالار بنایا گیا۔اس دستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ان کو ایک مہم کے لیے بھیجا اور فرمایا تم نے اپنے امیر کی اطاعت کرنی ہے۔ تقریباً تین سو آدمی تھے۔سردی بڑی سخت تھی۔ایک مقام پر پہنچے شام سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکڑیاں اکٹھی کیں۔خیال تھا کہ رات کو آگ کی تپش میں رات گزاریں گے کہ کپڑا ہمارے پاس کوئی نہیں سردی لگ رہی ہے۔امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ ان کا آگ جلانے کا پروگرام ہے۔فرمایا جس نے آگ جلائی میں اس کو آگ میں ڈال دوں گا۔ان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ ہم سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں، کھلی جگہ ہے، کپڑا ہمارے پاس کوئی نہیں اور امیر لشکر نے کہہ دیا ہے کہ جو آگ جلائے گا میں اس کو آگ میں ڈال دوں گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ حضرت! آپ سفارش کر دیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدمی بڑا دانا ہے اور دانا آدمی جب کوئی بات کرتا ہے تو اس کی تہہ میں کوئی نہ کوئی بات ہوتی ہے۔اس لیے میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ امیر لشکر ہے بس اس کی بات مانو۔

صبح ہوئی۔اللہ تعالیٰ کی قدرت دو طرف پہاڑ درمیان میں درّہ تھا۔کچھ آدمی اس درّے سے داخل ہوئے اور دشمن کو دور تک بھگا کر آگئے۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک لکیر کھینچ دی اور فرمایا میرا جو فوجی اس لکیر سے آگے جائے گا میں خود اس کو تیر سے ماردوں گا۔خبردار! اُدھر کوئی نہ جائے۔کہاوت ہے:

یک نہ شد دو شد

ایک رات کا غصہ دوسرا دن کا صدمہ کہ ہم نے دشمن پر غلبہ حاصل کیا ہوا ہے دشمن بھاگا

جارہا ہے اورامیر کہتا ہے کہ لکیر سے آگے نہیں جانا۔خیر فرمایا فوراًواپس آجاؤ۔

مہم سر کرنے کے بعد جب آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو شکایت کی کہ حضرت ہمارے جرنیل نے ہمیں رات کو آگ نہیں جلانے دی اور دن کو دشمن کا تعاقب کرنے سے روک دیا۔آنحضرت ﷺ مسکرائے اور فرمایا بلا کر پوچھتے ہیں کیابات تھی؟ دانا آدمی ہے۔بلا کرفرمایا عمرو بن العاص! عرض کی لبیک یارسول اللہ! فرمایا آپ کے فوجیوں نے یہ دوشکوے کیے ہیں کہ رات ہمیں آگ نہیں جلانے دی اوردن کو دشمن کا تعاقب کرنے سے روکا۔کیابات تھی؟ کہنے لگے میرے علم میں تھا کہ دشمن ہمارے بالکل قریب ہے اور ہم جہاں تھے وہ میدان بالکل ہموار تھا اور دشمن کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ تھی۔اگر آگ جلاتے تو دشمن آگ کی روشنی میں ہماری تعداد معلوم کرلیتا۔حضرت میں نے سوچا کہ رات مشکل میں نکل جائے گی لیکن ہماری تعداد اور کمزوری کا دشمن کو علم نہ ہو۔دیکھو! یہ بات تو فوجی جرنیل ہی سمجھ سکتا تھا ہم آپ تو نہیں سمجھ سکتے۔بڑی عقل کی بات فرمائی۔

جواب سنا تو مخلص مومن تھے کہنے لگے حضرت! ہم نے ان کے خلاف غلط جذبات دل میں رکھے ہوئے تھے۔ہماری غلطی تھی آگ جلانا۔لکیر کھینچنے کے متعلق عرض کیا حضرت! درّے سے نکل کر ہم دشمن کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور دشمن آگے بھاگا جارہا تھا۔فوراً میری سمجھ میں بات آگئی کہ یہ دشمن کی پالیسی ہے جو ہمارے آگے دوڑ رہا ہے۔کیوں کہ پیچھے بھی ان کی فوج تھی۔ان کی سکیم یہ ہے کہ ہم درّے سے آگے نکل جائیں اور ان کی پچھلی فوج درّے میں آجائے اور اگلی فوج پیچھے مڑے اور ہم ان کے نرغے میں آجائیں۔اس لیے حضرت! میں نے ان کو آگے نہیں جانے

دیااور حکمت عملی سے ان کو بچایا۔ حضرت !اس کے بغیر چارہ کوئی نہیں تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا " اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔" تو میرے انتخاب پر پورا اُترا ہے۔ تو دشمن کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر کرنا فوجی نقطۂ نگاہ سے غلط ہوتا ہے۔

تو خیر بات چل رہی تھی غزوہ اُحد کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم مدینہ طیبہ میں رہیں گے جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہماری تعداد دشمن پر واضح نہیں ہوگی۔ کھلے میدان میں ہر شے سامنے ہوگی۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ مدینہ طیبہ میں منافق بھی ہیں، یہودی بھی ہیں۔ مدینہ طیبہ میں یہود کے تین خاندان تھے۔ بنوقریظہ، بنونضیراور بنو قینقاع۔ اور یہ تینوں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فرمایا ہم باہر جائیں گے تو یہ پیچھے سے کوئی فتنہ نہ کھڑا کردیں۔ اندر رہ کر گرمی سردی سے بھی بچتے رہیں گے اور ہمارے دستے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ بھی کرتے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے بڑی معقول بات فرمائی۔

نوجوانوں کی رائے :

نوجوانوں نے کہا وہ نوجوان جو بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ حضرت! اگر یہ رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ مدینہ شہر میں رہ کر جنگ کرنی ہے تو پھر ہم کوئی بات نہیں کریں گے نہ ہمیں کچھ کہنے کا حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ کا تو حکم ہے دشمن کے ساتھ لڑو۔ باقی میدانِ جنگ کا انتخاب تمھاری صواب دید پر ہے۔ اس پر نوجوانوں نے کہا کہ پھر حضرت! ہم میدان میں نکل کر لڑیں گے جو ہوگا دیکھا جائے

گا۔نوجوانوں کے جذبات تھے اور اکثریت ان کے ساتھ تھی ۔آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔پھر آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے۔ زِرہ پہنی،سر مبارک پر خَود رکھا اور تشریف لے آئے۔

بخاری شریف کی روایت ہے نوجوانوں کو اپنی غلط رائے کا احساس ہوا اور ایک دوسرے سے کہا کہ آپ ﷺ کی رائے کے خلاف ہم نے اصرار کر کے اچھا نہیں کیا۔آپ ﷺ کے پاس گئے اور معذرت کی کہ حضرت! ہم نے جو اپنی رائے پر اصرار کیا ہے ہمیں معاف فرمادیں۔ جو آپ کی رائے ہے اسی طرح ہونا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب میں گھر سے عزم اور ارادہ کر کے آگیا ہوں زِرہ اور خَود پہن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی شان کے لائق نہیں ہے کہ زِرہ پہن کر پھر اُتارے۔اب میدان میں جو فیصلہ ہوگا سو ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ [آل عمران:۱۵۹]

"جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کریں۔"عزم کے بعد پیچھے قدم ہٹانا مناسب نہیں ہے۔

عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کی سرکشی :

اُحد کے میدان میں کافروں کا تین ہزار کا لشکر پہنچ چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک ہزار آدمی تھا۔ان میں عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین اور اس کے تین سو ساتھی بھی تھے۔وہاں پہنچ کر دیکھا کہ کافروں کا لشکر بہت بڑا ہے۔ کہنے لگے یہ کوئی لڑائی تو نہیں ہے یہ تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ [آل عمران:۱۶۷]

"اگر ہم جانتے یعنی ہم یہ سمجھیں کہ یہ لڑائی ہے تو ہم تمھاری ضرور پیروی کرتے۔"

یہ تو سیدھا موت کے منہ میں جانا ہے۔ ساری دنیا ہمارے مقابلے میں آئی ہوئی ہے۔ ان کے مقابلے میں ہماری تعداد کیا ہے؟ اسلحہ کیا ہے؟ اپنے ساتھیوں سے کہا چلو نوجوانو! واپس چلو اور تین سو آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ میدانِ جنگ سے ایک آدمی کا بھی واپس چلے جانا باقیوں پر اثر انداز ہوتا ہے تین سو آدمی جائیں تو کیا اثر ہو سکتا ہے (اس کا اندازہ آپ خود لگالیں)۔

چنانچہ دو مخلص گروہ مسلمانوں کے بنوسلمہ اور بنوحارثہ، جن کا ذکر چوتھے پارے میں مذکور ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ [آل عمران:۱۲۲]

اُنھوں نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ مخلص تھے کہنے لگے ہمیں سوچنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ میدان میں ہوں گے اور ہم گھروں میں یہ ہمارے ایمان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت فرمائی اور میدان میں ثابت قدم رکھا۔

بقیہ اسلامی لشکر اور دفاعی منصوبہ:

اب مسلمان سات سو (۷۰۰) ہیں اور کمان آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ہے اور تین ہزار کافروں کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اور ان کی کمان ابوسفیان کے ہاتھ

میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں جبل عینین، یہ اُونچا سا ٹیلہ ہے (جس کو آج کل جبل رُماۃ کہتے ہیں۔ مرتب) اس پر بٹھایا۔ یہ ٹیلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف تھا۔ اور فرمایا کہ اگر یہ ہماری پشت کی طرف سے آئیں تو تم نے دفاع کرنا ہے۔ لیکن یاد رکھنا! ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔

مسلمانوں کی بالادستی :

جنگ شروع ہوئی۔ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کافروں کو دور تک بھگا دیا۔ احادیث کی کتابوں میں بھی ہے اور سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں بھی ہے کہ بعض کافر پگڑیاں پھینک کے بھاگے۔ بعض نے تلواریں پھینک دیں اور بعض جوتے چھوڑ کر بھاگے، بعض نے زِرہیں اور خود اُتار کر پھینکے، بعض نے تیر کمان پھینکے کہ بھاگنے میں ہلکے پھلکے ہوں۔ افراتفری پھیل گئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ان کی وہ عورتیں جو دف بجا کر ان کو مشتعل کر رہی تھیں وہ بھی بھاگی جا رہی تھیں۔ جبلِ رُماۃ پر بیٹھے ہوؤں نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے فتح ہو گئی ہے ہمیں بھی مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیے۔ اور یاد رکھنا! مالِ غنیمت اُٹھانے والے کا نہیں ہوتا بلکہ سارا جمع کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔ خمس الگ کرنے کے بعد باقی چار حصے امیر لشکر مجاہدین پر تقسیم کرتا ہے۔

مشترکہ مال میں خیانت سنگین جرم ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

شِراکٌ فِی النّار أَوْ شراکین فی النار

"جوتے کا تسمہ بھی اگر کسی نے مشترکہ مال میں سے چھپایا تو وہ اُسے دوزخ میں لے جائیں گے۔" اسے غلول کہتے ہیں۔ مشترکہ مال میں خیانت سنگین جرم ہے۔

آپ ﷺ کا ایک غلام تھا جس کا نام معجن تھا۔ غزوۂ خیبر سے واپس آرہے تھے راستے میں فَدک کے مقام پر ایک باغ تھا۔ اس میں اس غلام کو ایک اندھا تیر لگا اور وہ فوت ہوگیا۔ بڑا پھرتیلا اور مستعد تھا۔ آپ ﷺ کے سامان پر حفاظت کے لیے مقرر تھا۔ لوگوں نے کہا:

هَنِيْئًا لَهُ الشَّهَادَةُ

"اس کو شہادت مبارک ہو۔"

خیبر میں شہید نہیں ہوا یہاں شہید ہوگیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

كَلَّا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ

"ہرگز نہیں مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ غنیمت کے مال میں سے اس نے جو چادر چرائی تھی وہ اس پر دوزخ کے شعلے بن کر نکلے گی۔"

تیراندازوں کی خوفناک غلطی :

جبلِ رُماۃ والوں نے کہا ہم بھی مالِ غنیمت جا کر جمع کرتے ہیں۔ امیر نے منع کیا لیکن نوجوانوں نے بات نہ مانی۔ امیر لشکر سمیت گیارہ آدمی جبلِ رُماۃ پر رہے۔ باقی انتالیس آدمی اُتر آئے۔ خالد بن ولید اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ پچھلا مورچہ خالی ہوگیا

ہے۔ انھوں نے دوسو سوار لے کر پچھلی طرف سے حملہ کر دیا اور ان گیارہ آدمیوں کو وہیں شہید کر دیا۔

اسلامی لشکر مشرکین کے نرغے میں :

مسلمان کافروں کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ خالد بن ولید بڑی تیز رفتاری سے پیچھے جا پہنچے اور آواز دی کہ میں خالد بن ولید پچھلی طرف سے آ گیا ہوں تم اگلی طرف سے پلٹا کھاؤ۔ اگلوں کی بھی ہمت بڑھ گئی۔ مسلمان درمیان میں آ گئے۔ افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ تلوار سے تلوار ٹکرا رہی تھی۔ نیزے سے نیزہ ٹکرا رہا تھا۔ نعرے پہ نعرے لگ رہے تھے۔ وہیں اُعْلُ هُبَل اور وہیں اللہ اکبر!

حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد یمان کا بے خبری میں مارا جانا :

گرد و غبار اُڑ رہی ہے۔ کچھ اِدھر بھاگ رہے ہیں اور کچھ اُدھر۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ کافر ہمارے ہاتھ آ گیا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی ابی یمان ابی یمان "یہ میرا باپ یمان ہے۔" لیکن شور اتنا تھا کہ کسی نے آواز نہ سنی اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمھیں بخش دے تم غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ چونکہ تم نے قصداً نہیں مارا لہٰذا تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا کا خیبر میں شہید ہونا :

خیبر کے واقعہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ابو حارث کا قد چھوٹا

تھا۔ مقابلے میں جب یہودی آئے تو انھوں نے یہودی کو تلوار ماری اس کو نہ لگی اپنے گھٹنے پر لگ گئی۔ خون نکلا پھر پانی نکلا اور شہید ہو گئے۔ لوگوں نے مشہور کر دیا کہ خود کشی ہے کہ اپنی تلوار سے مرا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت میں بہت پریشان ہوں کہ میرے چچا یہودی کو مارنا چاہتے تھے لیکن تلوار اپنے گھٹنے پر لگنے سے شہید ہو گئے ہیں اور لوگ کہتے ہیں خود کشی ہے۔ ایک تو مجھے موت کا صدمہ ہے اور دوسرا صدمہ لوگوں کی اس بات کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَذَبَ مَنْ قَالَہ "جس نے یہ کہا ہے جھوٹ کہا ہے اِنَّهٗ لَمُجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ بے شک وہ مجاہد ہے، مجاہد ہے"۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُہرا اجر ملے گا۔ خود کشی تو تب ہوتی کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو مرتا۔ مارنا یہودی کو چاہتا تھا اور تلوار خود کو لگ گئی۔

قتل خطا اور قتل عمد میں فرق :

یہ ایک عام خطا ہے اور عام خطا میں کفارہ بھی نہیں ہے۔ اور خاص خطا میں کفارہ ہے۔ مثلاً: تم شکار کے لیے گئے کوئی چیز تم نے دور سے دیکھی تم نے خیال کیا کہ ہرن ہے یا نیل گائے ہے یا خرگوش ہے، شیر ہے، چیتا ہے۔ تم نے فائر کر دیا۔ مگر وہ انسان تھا زخمی ہوا یا مر گیا تو تمھیں کفارہ دینا پڑے گا۔ چاہے ارادہ تھا یا نہ تھا۔۔ اسی طرح اگر کوئی کار، بس، سکوٹر کے نیچے آ کر مر جائے تو اس کا بھی کفارہ ہے۔ ہاں حکومت کفارے کے علاوہ اور بھی سزا دینا چاہے تو دے سکتی ہے، کہ اس نے اتنی بے

احتیاطی سے گاڑی کیوں چلائی ہے۔ اس کو کسی کی جان کی پروا بھی نہیں ہے۔

قتل خطا کا کفارہ ہے سو اُونٹ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سو اُونٹ دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار کے ہوتے تھے اور ایک دینار دس درہم کی مالیت کا ہوتا تھا۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی اتنی ہی مالیت تھی۔ اور قتلِ عمد میں قصاص ہے۔ لیکن اگر وارث بلا معاوضہ معاف کر دیں تو شریعت ان کو حق دیتی ہے۔ اور اگر مفت میں معاف نہ کریں دیت لینا چاہیں تو شریعت یہ بھی ان کو حق دیتی ہے اور دیت سو اُونٹ ہے۔ اور اگر کسی رقم پر آپس میں مصالحت کر لیں یا کسی جنس پر مثلاً: گائے یا بھینسوں یا زمین یا مکان پر تو شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن اگر درہم یا دینار پر مصالحت ہو تو دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار سے زیادہ پر مصالحت جائز نہیں ہے۔

تو خیر یہ تو ضمنی طور پر مسئلہ آیا تھا اصل واقعہ اُحد کا بیان کر رہا تھا کہ اتنی گھمسان کی جنگ تھی کہ حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا:

عبداللہ بن قمیہ کافر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تلوار ماری۔ خود ٹوٹا اور اس کی دو کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں گھس گئیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انگلیوں سے نکالنا چاہیں مگر نہ نکال سکے دانتوں سے نکالیں تو ان کے سامنے کے دانت گر گئے۔ بعد میں لوگ ان کے ساتھ مذاق کرتے تھے "آبھائی وریا بھیڑ۔" فرماتے تھے تمھیں پتا ہے کہ یہ کیوں بنا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے خود کی کڑیاں نکالتے ہوئے یہ دانت گر گئے ہیں۔

عتبہ بن ابی وقاص کافر نے پتھر مارا جس سے سامنے والے نچلے جبڑے کے جو دو دانت ہیں ان کے ساتھ دائیں طرف جو دانت ہے اس کا کچھ حصہ شہید ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس کا اثر :

اس افراتفری میں عبداللہ بن قمیہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ ان کی شکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔ خبر مشہور ہو گئی اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ قُتِلَ "کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔" اس خبر سے مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی بہادر شخصیت ایک چٹان کے ساتھ کمر لگا کر کھڑی ہو گئی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا حضرت انس بن نذر رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے تو پوچھا عمر! کیا بات ہے؟ کہنے لگے کمر ٹوٹ گئی ہے۔ انھوں نے کہا کوئی مرہم پٹی کروانی تھی۔ فرمایا اس طرح نہیں ٹوٹی بلکہ اس طرح ٹوٹی ہے کہ آپ نے سنا نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت انس بن نذر رضی اللہ عنہ نے کہا تو کیا آپ کے لیے شہادت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟ فرمانے لگے بند تو نہیں ہوا مگر ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہیں۔ مسلمانوں پر اس خبر کا اتنا بڑا صدمہ ہوا۔

عمرو بن جموع انصاری رضی اللہ عنہ کا شوقِ جہاد :

تاریخ طبری میں بھی مفصل واقعہ موجود ہے اور دوسری کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن جموع انصاری رضی اللہ عنہ لنگڑے صحابی تھے۔ اچھے خاصے لنگڑے تھے۔ واقعہ اُحد سے ایک دن پہلے اُنھوں نے ایک تلوار ساتھ لے لی اور ایک ٹیڑھی سی کمان بھی لے لی۔ ان کے چار نوجوان بیٹے تھے۔ کہنے لگے ابا جی! کیا کر رہے ہو؟

فرمایا بیٹو! کل جہاد کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونا ہے۔ بیٹوں نے کہا ابا جی! آپ معذور ہیں۔قرآن پاک میں ہے: وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ "لنگڑے پر کوئی حرج نہیں۔" ہم جوان بیٹے ہیں ہم لڑیں گے۔فرمایا کیا تمھیں جنت کی ضرورت ہے مجھے نہیں ہے؟ بڑا اصرار کیا مگر باپ نہ مانا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ابا جی بھی ساتھ تھے۔بیٹوں نے کہا حضرت! ہم ایک مقدمہ لے کر آئے ہیں کہ ہمارے ابا جی بہت زیادہ لنگڑے ہیں آشد اعرج کے الفاظ آتے ہیں۔اور ہم ان کے جوان بیٹے ہیں۔ہم نے قرآن کا حکم سنا ہے کہ لنگڑے پر کوئی حرج نہیں ہے۔آپ ان سے کہیں یہ گھر رہیں ہم ان کے جوان بیٹے لڑیں گے۔بیٹوں کی گفتگو سنتے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آپ کے بیٹے ہیں؟ کہنے لگے ہاں حضرت! یہ میرے بیٹے ہیں۔فرمایا یہ کہتے ہیں کہ آپ معذور ہیں۔ کہنے لگے حضرت ہاں میں معذور ہوں ۔ پھر کہا حضرت! یہ فرماؤ کہ اگر لنگڑا جہاد کرے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! لیکن اگر جہاد نہ بھی کرے تو بھی گناہ گار نہیں ہے۔ کہنے لگے حضرت! لنگڑا جنت میں نہیں جا سکتا، جنت میں بلند مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ پ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت سب کے واسطے ہیں۔تو کہنے لگے حضرت! پھر مجھے کیوں رو کتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹوں سے فرمایا جانے دو نہ روکو۔ان کی بیوی کا نام ہند تھا۔

ابوسفیان کی شماتت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دو دو باتیں :

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں کافروں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ اور مسلمانوں کے پریشان ہونے کی کوئی حد نہیں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔

ابوسفیان نے آواز دی اَفِیْکُمْ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟" یعنی زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُجِیْبُوْہُ "اس کو جواب نہ دو۔" پھر آواز دی اَفِیْکُمْ اَبُوْبَکْرٍ "کیا تم میں ابوبکر موجود ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُجِیْبُوْہُ "اس کو جواب نہ دو۔" پھر ابوسفیان نے آواز دی اَفِیْکُمْ عُمَرُ "کیا تم میں عمر ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جواب نہ دو۔ ابوسفیان کی اس ترتیب سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نمبر ابوبکر کا ہے اور ابوبکر کے بعد نمبر عمر کا ہے رضی اللہ عنہما۔

جب تیسری مرتبہ بھی جواب نہ ملا تو ابوسفیان یہ سمجھا کہ تینوں دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ تو اس نے نعرہ مارا اُعْلُ هُبُلْ "ہبل زندہ باد۔" یہ کافروں کا نعرہ تھا۔ ہبل ہابیل کا مجسمہ تھا۔ آدم کا وہ بیٹا جس کو قابیل نے مارا تھا۔

مشرکین نے جو تین سو ساٹھ بت بنائے ہوئے تھے اَعْظَمُهُمْ عِنْدَ هُمْ هُبُلْ "سب سے بڑا ان کے نزدیک ہبل تھا۔" اس کے مجسمے کا باقی سارا حصہ تانبے کا تھا اور بازو سونے کے لگائے ہوئے تھے۔

توجس وقت ابوسفیان نے ہُبل زندہ باد کا نعرہ مارا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ دیکھو! کافر کتنا خوش ہے مجھے بھی بولنے کی اجازت دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت ہے اور نعرہ تکبیر بلند کرو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر فرمایا آواز پہچان لی ہے؟ ابوسفیان نے کہا ہاں! پہچان لی ہے عمر کی آواز ہے۔ فرمایا هٰذَا مُحَمَّدٌ وَ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ "یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور یہ ابوبکر بیٹھے ہیں" اور میں عمر تیرے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا منہ بند کرنے کے لیے رکھا ہوا ہے اُعْلُ هُبُلْ کیا ہے؟ الله اکبر! اللہ سب سے بڑا ہے۔

ابوسفیان نے پینترا بدلا۔ کہنے لگا لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ "ہمارے پاس عزیٰ ہے تمھارے پاس عزیٰ نہیں ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو: لَنَا مَوْلٰى وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ "ہمارے پاس مولیٰ ہے تمھارے پاس مولیٰ نہیں ہے۔"

حقیقتِ عزّیٰ :

عزّیٰ ایک پری تھی مکہ مکرمہ سے تھوڑے سے فاصلے پر کبھی ظاہر ہوتی تھی اور کبھی چھپ جاتی تھی۔ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ عزّیٰ کو ختم کر کے آؤ۔ صحاح ستہ کی مرکزی کتاب نسائی شریف میں روایت ہے کہ وہاں کیکر کے درخت تھے اور ملنگوں نے وہاں ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے درخت کاٹ دیئے اور ملنگوں کو بھگا دیا۔ کہنے لگے حضرت! سب کچھ ختم کر کے آیا ہوں۔ فرمایا کیا کر کے آئے ہو؟ کہنے لگے

حضرت درخت کاٹ دیئے ہیں، جھونپڑیاں گرادی ہیں اور مجاوروں، ملنگوں کو بھگا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عزیٰ کا کیا کیا ہے۔ کہنے لگے حضرت! وہاں تو اور کوئی شے نہیں تھی۔ فرمایا خالد کچھ بھی نہیں کر کے آئے۔ جاؤ عزیٰ کو ختم کر کے آؤ۔

دوبارہ گئے تو دیکھا اِمْرَءَۃٌ نَاشِزَۃٌ رَاسِھَا "ایک عورت ہے اس نے سر کے بال بکھیرے ہوئے ہیں" اور مٹی لے کر سر میں ڈال رہی ہے اور کہہ رہی ہے عزیٰ کی تو گت بن گئی ہے۔ ڈیرہ تباہ کر دیا گیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا اور آ کر سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تِلْكَ الْعُزّٰی وَلَنْ تُعْبَدَ بَعْدَ الْیَوْمِ "یہ عزیٰ تھی اور آج کے بعد اس کی عبادت نہیں ہوگی۔"

تو ابوسفیان نے نعرہ مارا لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نعرہ لگاؤ لَنَا مَوْلٰی وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ "ہمارا آقا ہے تمھارا آقا کوئی نہیں ہے۔" واقعہ آگے چلے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

غزوۂ اُحد (حصہ دوم)

خطبہ جمعۃ المبارک ۳؍رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد---

اعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۹﴾

[آل عمران آیت:۱۳۹؛ پارہ ۴]

تمہید :

کافی عرصہ سے امام الانبیاء خاتم النبیّن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور اُسوۂ حسنہ کا بیان چلا آرہا ہے۔ یہ بات میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں کہ جب آپ ﷺ نے نبوت کا اظہار فرمایا اس وقت سے لے کر آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات تک کی زندگی، جو کچھ آپ ﷺ نے کیا اور جو فرمایا اور جو کچھ چھوڑا، وہ سارا دین ہے۔

خصائص النبی ﷺ میں سے ایک اہم خصوصیت :

ہم ان سب چیزوں کے پابند ہیں سوائے ان چیزوں کے جو منسوخ ہو گئی ہیں۔ اور سوائے ان چیزوں کے جو آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ خاص تھیں۔ مثلاً: بیک وقت چار سے زیادہ نکاح کرنا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ اُمت میں سے کوئی بھی اس کا مجاز نہیں ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں مگر ان کو بھی یہ حق

حاصل نہیں تھا کہ بیک وقت چار سے زیادہ نکاح کریں۔ بغیر گواہوں کے نکاح کرنا، یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ بائیسواں پارہ سورۃ الاحزاب میں ہے اگر کوئی عورت آپ کو یہ کہہ دے وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ حضرت میں نے اپنا وجود آپ کو بخش دیا ہے اور آپ فرمادیں قَبِلْتُ مجھے منظور ہے، قبول ہے۔ گواہوں کی موجودگی کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں نکاح جائز تھا۔ اگرچہ آپ ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں افضل ترین شخصیت ہیں۔ ان کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ بغیر گواہوں کے نکاح کرلیں دوسروں کو حق کہاں سے پہنچے گا۔ اور جو کچھ آپ ﷺ نے چھوڑا ہے وہ بھی ہمارا دین ہے۔ اب چھوڑنے والی بات بھی سمجھ لیں۔

حضور ﷺ کا ترکِ فعل بھی سنت اور دلیل ہے:

تمام فقہاء احناف نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک کوئی نفلی نماز جائز نہیں ہے مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کوئی پڑھے گا تو گناہ ہوگا۔ فرض نماز قضا پڑھ سکتا ہے، سجدۂ تلاوت کرسکتا ہے، جنازہ کی نماز پڑھ سکتا ہے کہ فرض کفایہ ہے، نفلی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ دلیل کیا دیتے ہیں؟ فرماتے ہیں اس واسطے مکروہ ہے کہ:

لَمْ يَفْعَلْ رسول الله ﷺ مع كَوْنِهٖ حَرِيْصًا عَلَى الصَّلٰوةِ

"آنحضرت ﷺ نے صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک نفلی نماز نہیں پڑھی حالانکہ آپ ﷺ نماز کے بڑے حریص تھے۔"

تو آپ ﷺ کا کسی کام کو چھوڑنا، نہ کرنا بھی ہمارے واسطے سنت اور دلیل ہے۔

صرف کرنا ہی سنت نہیں بلکہ چھوڑنا بھی سنت ہے۔ جس طرح کرنے میں آپ ﷺ کی پیروی سنت ہے اسی طرح ترک کرنے میں بھی پیروی کرنا سنت ہے۔

اب دیکھو! نماز جیسی چیز مکروہ تحریمی ہے۔ دلیل کیا ہے؟ کہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ اور دلیل سمجھیں۔

اگر کوئی آدمی اڑتالیس (48) میل، بہتر (72) کلومیٹر یا اس سے زیادہ کا سفر کر رہا ہے، چاہے پیدل ہے یا گاڑی پر ہے یا جہاز پر ہے۔ چار رکعت فرض دو رکعت پڑھے گا۔ یعنی ظہر، عصر، عشاء کے چار فرض دو پڑھے گا۔ اکیلا پڑھے یا امامت کرائے۔ ہاں! اگر مقامی امام کے پیچھے پڑھے گا تو چار پڑھے گا۔ شام کے تین ہی پڑھے گا۔ اگر چار رکعت والی نماز پوری پڑھے گا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے گناہ گار ہوگا۔ کیوں؟

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ مِّنْ اَسْفَارِهٖ اَنَّهٗ اَتَمَّ الرُّبَاعِيَّةَ

"کسی سفر میں آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے شرعی سفر میں چار رکعت فرض پوری پڑھی ہو۔"

لہٰذا چار پوری نہ پڑھنا سنت اور پوری پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔ حالانکہ وہی نماز گھر میں پوری نہ پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ باقی وتر واجب ہیں سفر میں بھی پڑھنے ہیں۔ صبح کی سنتیں نہیں چھوڑنی، نہ سفر میں، نہ حضر میں، نہ بیماری میں، نہ تندرستی میں۔ باقی جو سنت مؤکدہ ہیں سفر جاری ہو تو چھوڑ دے اگر قیام ہو تو پڑھ لے تو بہتر ہے۔ مگر مؤکد نہیں رہتیں۔ باقی نفلی نماز موقع ہے پڑھ لے نہیں موقع، نہ پڑھے اللہ تعالیٰ اجر

پورا دے گا۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ اگر صحت کے زمانے میں نفلی نماز اور روزہ التزام کے ساتھ پڑھتا اور رکھتا تھا۔ باقاعدگی کے ساتھ مسجد میں جا کر باجماعت پڑھتا تھا۔ اب بیمار ہوگیا ہے یا سفر پر ہے نفلی نماز نہیں پڑھ سکا، نفلی روزہ نہیں رکھ سکا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں یہ میرا بندہ صحت اور اقامت کی حالت میں جو نیکیاں کرتا تھا لکھتے جاؤ جب تک میں اسے تندرست نہ کردوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھو کرتا کچھ نہیں مل سب کچھ رہا ہے۔

پکے اور کچے ملازم کی مثال :

اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک ہوتا ہے پکا ملازم اور ایک ہوتا ہے عارضی اور کچا ملازم۔ پکا ملازم چھٹی پر بھی جائے تو اس کو پوری تنخواہ ملتی ہے۔ اور جو عارضی اور کچا ملازم ہوتا ہے اس کو چھٹی کے دنوں کی تنخواہ نہیں ملتی۔ اسی طرح سمجھو کہ جو صحت کے زمانہ میں اچھے کام کرتا تھا عادت تھی اب بیماری میں نہیں کرسکتا، سفر میں نہیں کرسکتا، بیماری اور سفر کے دنوں میں اس کی وہ ساری نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں اس کو پوری تنخواہ دو۔

تو خیر میں دور چلا گیا عرض یہ کررہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کو چھوڑا ہے اس کو چھوڑنا بھی ہمارا دین ہے اور جو کیا ہے اس کو کرنا دین ہے۔ ان میں کوئی فرض ہوں گی، کوئی واجب، کوئی سنت مؤکدہ ہوں گی اور کوئی مستحب اور جائز

ہوں گی۔ یہ سب دین کی شقیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ میں سے غزوات کا سلسلہ چل رہا ہے۔ غزوۂ بدر اور پھر غزوۂ احد کا واقعہ اچھی خاصی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

اسلامی فلسفۂ جہاد اور تعلیم عیسائیت میں فرق :

اسلام ایک جامع مذہب ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے راستے میں روڑا نہیں اٹکاتا تو تلوار اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسلام کے راستے میں روڑا (پتھر وغیرہ) اٹکائے تو حکم ہے اس روڑے کو ہٹاؤ۔ اسی واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ " آنے والا ایک نبی جو بعد میں آئے گا وہ آتشیں شریعت لے کر آئے گا۔" آتشیں کے لفظ میں حدود و تعزیرات 'ور جہاد وغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح آج کی انجیلوں میں یہ سبق ہے، انجیل متی میں بھی، یوحنا اور انجیل مرقس میں بھی کہ " اگر تمھارے منہ پر کوئی ایک تھپڑ مارے تو تم دوسرا رخسار آگے کر دو کہ اللہ کے بندے ادھر بھی مارو۔" اور انجیل میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ " اگر کوئی تم سے جبراً کوٹ لینا چاہے تو تم ساتھ کُرتا بھی اُتار دو کہ بھائی تو یہ کرتا بھی ساتھ لے جا میری جان چھوڑ دے۔" اور انجیل میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ " اگر کوئی شخص تم سے جبراً ایک میل کی بیگار لیتا ہے تو تم تین میل اس کے ساتھ چل پڑو۔"

مگر اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کے راستے میں روڑا اَٹکاتا ہے تو تم جہاد کر کے روڑا صاف کر و تاکہ دین کے نفاذ کے سلسلے میں کسی قسم کا خلفشار پیدا نہ ہو۔ [مگر آج کل صورت حال اس کے برعکس ہے کہ انجیل

کے ماننے والے دنیا کو تھپڑ مار رہے ہیں اور آتشیں شریعت والے چھتر (جوتے) کھانے کے لیے منہ آگے کر کے پھر رہے ہیں۔ مرتب]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرے کے حق میں دعا کرنا :

تو خیر بدر کے بعد اُحد کا معرکہ ہجرت کے تیسرے سال سترہ (17) شوال ہفتے والے دن پیش آیا۔ غزوہ اُحد سے ایک دن پہلے کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی نوجوان صحابی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور آدمی بھی بیٹھے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رشتے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں لگتے ہیں اور نابالغ مردوں میں چوتھے نمبر پر مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ پر ایران فتح ہوا تھا۔ یہ فاتح ایران ہیں اور مقبول الدعا تھے۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا چچا جی! آپ مقبول الدعا ہیں۔ میں دعا کروں گا تم تے امین کہنی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے ایسا ہی کروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن پہلے میں نے دعا کرنی ہے آپ نے امین کہنا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی۔ اے پروردگار! کل اُحد کے دامن میں حق اور باطل کی ٹکر ہوگی کلمہ پڑھنے والوں کی اور منکرین کی ٹکر ہوگی۔ اے پروردگار! تیرے فرماں برداروں کی اور نافرمانوں کی ٹکر ہوگی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی اور کفر کرنے والوں کی ٹکر

ہوگی۔ اے پروردگار! میرے مقابلے میں کمزور کافر نہ آئے ۔ ایسا آئے جو شَدِیْدًا بَأْسُہٗ شَدِیْدًا حَرْبُہٗ "بڑا پہلوان، بڑا لڑاکا اور اپنے فن کا پورا ماہر ہو، آزمودہ کار ہو۔" وہ بگڑا ہو، پکا کافر ہو۔ وہ میرے اُوپر حملہ کرے میں اُس پر حملہ کروں۔ میرا پسینہ بھی بہے اور اُس کا پسینہ بھی نکلے اور میں اس پر غالب آ جاؤں اور اس کی گردن اُتار دوں۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا آمین! اور کہا اب میں نے دعا کرنی ہے۔ دعا کی اے پروردگار! کل جب کفر اور اسلام کی ٹکر ہو۔ میرے مقابلے میں کوئی کمزور کافر نہ آئے ۔ بڑا لڑاکا، بہادر اور تجربہ کار ہو۔ ہم ایک دوسرے پر حملے کرتے رہیں اور بالآخر وہ مجھے گرا کر میرا گلا کاٹ دے، میری ناک اور میرے کان کاٹ دے۔ میرا پیٹ چاک کر کے دل اور کلیجہ نکال کر دھاگے میں پرو کر اپنے گلے میں ڈالے اور میں قیامت والے دن اسی طرح تیرے سامنے پیش ہوں اور آپ میرے سے پوچھیں کہ عبداللہ! تیرے کان، ناک کیوں کاٹے گئے ہیں؟ تو میں جواب دوں یا اللہ! آپ کے لیے اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ پھر آپ فرمائیں عبداللہ! تو سچ کہتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا آمین!

دعائیں دیکھو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی۔ صبح لڑائی شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی دعا قبول فرمائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں عرب کا پہلوان آیا۔ لڑتے رہے لڑتے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فتح عطا فرمائی۔ اُنھوں نے اس (کافر) کا گلا کاٹا اور پسینہ پسینہ ہو کر واپس آئے۔ اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا مقابلہ بھی بڑے پہلوان قسم کے کافر سے

ہوا۔ بالآخر اس نے ان کو گرایا اور گرا کر ان کا گلا کاٹا، ناک کاٹا، کان کاٹا، کلیجہ اور دل نکالا اور کہنے لگا کہ میں بڑے بڑے بہادروں سے لڑا مگر ایسا بہادر نوجوان نہیں ملا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس بہادر کے اعضاء کا ہار بنا کر گلے میں ڈالوں۔ اصل تو وہ دعا تھی جو قبول ہو چکی تھی۔

موروثی مسلمان :

معاف کرنا ہم ہیں موروثی مسلمان۔ موروثی کا مطلب یہ ہے کہ ہم جن کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں وہ مسلمان تھے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ورنہ اگر وہ کسی سکھ، یا ہندو کے گھر پیدا کر دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے؟ اس کا فضل و کرم کہ کم از کم کسی مسلمان کے گھر پیدا فرمایا۔ ہم نے اسلام کو حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ لوٹا مصلیٰ اُوپر سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے اور ہم مسلمان ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی محنت کی ہے۔ اور اُن کی محنت کے نتیجے میں ہم مسلمان ہیں۔

اَلشَّیْءُ یذ کَرُ بِالشَّیْءِ "بات سے بات نکلتی ہے۔"

مردوں کا تو قصہ چھوڑ و عورتوں کے ایسے واقعات ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ساٹھ آدمیوں کا ساٹھ ہزار کو شکست دینا :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ قادسیہ اور جلولہ وغیرہ کے مقام پر بقول ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کے رومیوں اور ایرانیوں کی سات لاکھ فوجیں تھیں اور مسلمان تقریباً پینتیس ہزار (35000) تھے۔ ایک موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہادر نوجوانو! تم نے کچھ کر کے دِکھانا ہے۔ اور ساٹھ ساتھی لے کر ساٹھ ہزار پر

حملہ کردیا۔ان ساٹھ آدمیوں کے نام بھی تاریخ میں موجود ہیں۔

غَزَا سِتُّون هُمْ سِتُّون اَلْفًا مَعْ هٰذَا تولوا مُدْبِرِيْنَ

"ساٹھ آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ساٹھ ہزار کو شکست دی۔"

حضرت خنساء رحمۃ اللہ علیہا کی بیٹوں کو نصیحت :

اس موقع پر ایک عورت حضرت خنساء رحمۃ اللہ علیہا کی بات سننا۔ اپنے بیٹوں کو بلایا۔ چار نوجوان بیٹے تھے۔ کہنے لگی میں کون ہوں؟ بیٹوں نے کہا اَنْتَ اُمِّیْ! آپ ہماری ماں ہیں۔ کہنے لگیں واقعتاً میں تمھاری ماں ہوں۔ میری بات توجہ کے ساتھ سنو۔ میرے پیارے بیٹو! اللہ تعالیٰ کی قسم ہے:

اِنَّكُمْ لَبَنُوْا رَجُلٍ وَاحِدٍ كَمَا اَنَّكُمْ بَنو اِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ

"تم ایک باپ کی اولاد ہو جس طرح کہ تم ایک ماں کی اولاد ہو۔"

میں نے تمھارے باپ سے بددیانتی نہیں کی اور نہ تمھارے ماموں کو رسوا کیا ہے۔

اِنْطَلِقُوْا فَاشْهِدُ وْا اَوَّلَ الْقِتَالِ وَاٰخِرَهٗ

"جاؤ اور آخر تک لڑو۔"

آج اسلام پر بڑا سخت وقت آیا ہے۔ فرمانے لگیں بیٹو یاد رکھنا! میں تب تمھاری شکلیں دیکھوں گی کہ زخم تمھاری چھاتی پر ہوں۔ اگر تمھاری پشت پر زخم ہوئے تو میں تمھاری شکلیں نہیں دیکھوں گی۔ مومن عورتوں کے یہ جذبات ہوتے تھے۔ آج تو قصہ ہی اور ہوگیا ہے۔ ہم دنیا کے واسطے خاک چھانتے پھرتے ہیں دین کے واسطے کچھ بھی نہیں۔ اور جو ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت :

غزوہ اُحد (کے واقعات) کا خاصہ حصہ آپ حضرات سن چکے ہیں۔ اس سے آگے چلتے ہیں۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی بیوی جس کا نام ہند تھا رضی اللہ عنہا۔ گھر میں بیٹھی آٹا گوندھ رہی تھی۔ خاوند بھی میدان میں اور بیٹے بھی میدان میں۔ سارا کنبہ میدان میں۔ مدینہ طیبہ میں خبر پہنچی کہ:

إِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْ قُتِلَ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔"

اس خبر نے مسلمانوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ ہمت والوں میں بھی ہلنے کی سکت نہ رہی۔ حضرت ہند رضی اللہ عنہا کے اسی طرح آٹا ہاتھوں کو لگا ہوا تھا اور گلی میں آکر کھڑی ہو گئیں۔ اُحد کی طرف سے ایک آدمی آیا۔ اس سے پوچھا:

مَا فَعَلَ رسول الله ﷺ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟"

اس نے کہا:

قُتِلَ ابوك "تیرا باپ شہید ہو گیا ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی خبر ہمیں نہیں ملی۔ إِنَّا لله پڑھا اور وہیں کھڑی رہیں۔

دوسرا آدمی آیا۔ بے تابی سے اس سے پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا تیرا خاوند عمرو بن جموح شہید ہو گیا ہے۔ تیسرا آدمی آیا۔ اس نے کہا تیرا بھائی شہید ہو گیا ہے۔ انا للہ پڑھا اور پوچھا یہ بتاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ چوتھا آدمی آیا۔ اس نے کہا قُتِلَ اِبْنُكِ "تیرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔" ایک ہی جگہ کھڑی رہی اور سب کی شہادت کی خبریں سنتی رہی۔ مگر دیوانہ وار پوچھتی ہے کہ:

مَا فَعَلَ رسول الله ﷺ "آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے۔"

ایک آدمی نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ زخمی ہیں مگر خطرے کی حالت سے باہر ہیں۔ چلتے پھرتے ہیں۔ تو ہند رضی اللہ عنہا نے کہا جب آنحضرت ﷺ جیسی عظیم نعمت زندہ ہے تو مجھے اور کسی مصیبت کی پروا نہیں ہے۔ حالانکہ ماں باپ، خاوند، اولاد عورت کے لیے بڑی نعمتیں ہوتی ہیں۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) وہ شہزادہ تھا جو ایک دن میں تین تین سوٹ بدلتا تھا۔ غسان اور ساسان کے بادشاہ جو جوتے پہنتے تھے وہ جوتا پہنتا تھا۔ بڑے بڑے پٹے (بال) رکھے ہوئے تھے۔ عطر کی شیشیاں جیب میں پڑی رہتی تھیں۔ جس گلی سے گزرتے تھے پتا چل جاتا تھا کہ مصعب بن عمیر گزرا ہے۔ زمانہ کفر میں یہ حالت تھی۔ مسلمان ہوئے تو پہلے والدہ نے بڑی سختی کی اور کہا دیکھ بیٹا! تیرا باپ مہربان بھی بڑا ہے اور کڑوا بھی بڑا ہے۔ اگر اس کو پتا چل گیا کہ بیٹا مسلمان ہو گیا ہے تو بڑی سختی کرے گا تجھ پر بھی اور مجھ پر بھی۔ لہٰذا کلمہ چھوڑ دے۔

ماں کی بات نہ مانی۔ بھائیوں نے سمجھایا پروا نہ کی۔ چلتے چلتے خبر باپ تک پہنچ گئی۔ باپ نے سمجھایا مگر جب دیکھا کہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہے تو پھر مارا پیٹا، کپڑے اُتروا لیے، جوتا چھین کر ننگے بدن گھر سے نکال دیا۔ یقین جانو! تاریخ بتاتی ہے کہ ایک گرے ہوئے مکان میں داخل ہو گئے۔ ایک آدمی بوری لے کر جا رہا تھا اِذخر گھاس لینے کے لیے۔ اس کو کہا کہ میں ننگا ہوں بوری مجھے دے دو کہ میں بدن

ڈھانپ لوں۔قریب نہ آنا دور سے پھینک دو۔بوری کو کاٹ کر سر اور بازو نکالنے کے لیے سوراخ بنائے۔سر ننگا، پاؤں ننگے،اس حالت میں آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ان کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ بادشاہوں جیسے جوڑے پہننے والے نوجوان کی کلمہ پڑھنے کے بعد یہ حالت ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس پتھریلی زمین پر گلی میں پتھر کے روڑوں پر پھرتے تھے۔گلی گلی کلمہ پڑھتے گزرتے اور کہتے آج مجھے جتنی خوشی ہے اتنی کبھی بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔

یہ بھی غزوہ اُحد میں شہید ہوئے اور کفن بھی پورا نہیں تھا۔سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اِذخر گھاس ڈال کر کفن پورا کر دو۔ان کی شکل و صورت کچھ کچھ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھوڑی تھوڑی ملتی جلتی تھی۔ان کی شہادت کے بعد یہ خبر مشہور کی گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔

پروانوں کی جاں نثاریاں :

آنحضرت ﷺ کو بھی لوگوں نے زخمی ہوتے دیکھا تھا اور کچھ کافروں نے پھر آپ ﷺ پر حملہ کیا۔حضرت زید (یا زیاد) بن مسکن انصاری رضی اللہ عنہ نے آس پاس کے انصاری نوجوانوں کو آواز دی۔نوجوانو! فوراً پہنچو دولت لُٹ چلی ہے۔ جس جس کے کان میں آواز پہنچی وہ لپک کے آیا۔آپ ﷺ کے دفاع میں سات انصاری نوجوانوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور آپ ﷺ کا تحفظ کیا۔اس موقع پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنۡ یُّرَدُّہٗ عَنِّیۡ فَلَہُ الۡجَنَّۃ "جوان کافروں کو میرے سے پیچھے ہٹائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت دے گا۔" مسلم شریف کی روایت ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا عبد اللہ بن قمیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وار کرنے کے لیے آرہا ہے۔ حضرت نصیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا جن کی کنیت اُمّ امارہ تھی، نے دیکھا کہ کافر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غفلت سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی بھی ہیں اور توجہ بھی نہیں ہے اور یہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر مارنا چاہتا ہے۔ اُمّ امارہ نے دوڑ کر تلوار اپنے کندھے پر کھائی اور بلند آواز سے پکارا اُو مسلمانو! کہاں چلے گئے ہو؟ تاریخ بتاتی ہے کہ اُمّ اتارہ کے کندھے پر تلوار کے زخم کا گڑھا نظر آتا تھا۔ اس افراتفری میں کافروں نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے جلیل القدر صحابی ہیں۔ بازو آگے کر کے حملہ روکا۔ ان کا بازو کٹ کر زمین پر جا گرا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا۔ کافروں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی مگر یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ طبری کی روایت میں آتا ہے کہ اس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے:

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِقَوۡمِیۡ فَاِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ "اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے، ان کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں ہیں کہ کس کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔"

بددعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین موذی آدمیوں پر :

تین آدمی بڑے موذی تھے۔ صفوان بن اُمیہ مکے کے سرداروں میں سے، حارث بن ہشام ابوجہل کا بھائی اور سہیل بن عمرو، یہ سرداروں میں سے تھا۔ ان تینوں

کا نام لے کر آپ ﷺ نے بددعا فرمائی پروردگار! ان کو تباہ فرما۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اُتری:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ [آل عمران:۱۲۸]

"نہیں ہے آپ کے لیے اس معاملہ میں کچھ اختیار یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرلے یا ان کو سزا دے کیوں کہ وہ ظالم ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نام لے کر بددعا کرنے سے منع فرمادیا۔ کیوں کہ یہ تینوں اللہ تعالیٰ کے علم میں مسلمان ہونے والے تھے۔ چنانچہ ۸ھ میں یہ تینوں مسلمان ہوگئے۔

ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا حق ادا کیا:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بڑی بہادری کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ حضرت حمزہ، حضرت ابودجانہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اس میدان میں پیش پیش تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آج میری اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ جو بڑے بہادر اور پہلوان قسم کے صحابی تھے عرض کیا حضرت! ان شاء اللہ میں اس کا حق ادا کروں گا مجھے عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ آواز دی۔ فرمایا میری تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ان شاء اللہ میں حق ادا کروں گا۔ آپ ﷺ نے تلوار دے دی۔ خوشی سے مست ہوگئے۔ بہادر مومن جانباز تو پہلے ہی تھے آپ ﷺ کی

تلوار ملی تو نشہ اور چڑھ گیا۔ صفوں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔

اتفاق کی بات ہے کہ ان کے سامنے ہندہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ آ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساس اور ابو سفیان کی بیوی۔ وہ کافروں کو اُکسا رہی تھی۔ بیٹوں، بھتیجوں، پوتوں، نواسوں کو کہہ رہی تھی آگے بڑھو لات اُجڑ رہا ہے، عزیٰ کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ آگے دھکے دیتی تھی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار اس کے سر پر رکھ کر اُٹھا لی۔ فرمانے لگے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار عورت پر آزمائی جائے تلوار کی شان کے خلاف ہے۔ ہندہ اس وقت کافرہ تھی۔

اسدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادت کی سیادت پر :

وحشی بن حرب جبیر بن مطعم بن عدی کا غلام تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میرے غلاموں میں سے جو حمزہ کو شہید کرے گا میں اس کو آزاد کر دوں گا۔ حربہ ایک نیزہ ہوتا تھا۔ اس کو چند قدموں سے حبشی لوگ مارتے تھے۔ ان کا خاص تجربہ ہوتا تھا نشانے پر جا لگتا تھا۔ وحشی بن حرب ایک چٹان کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو اس نے حربہ ناف پر مارا جو پیچھے سے نکل گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کرنا چاہا مگر نہ کر سکے، گر پڑے اور شہید ہو گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر میں ہندہ کے باپ کو، بھائی کو اور چچا کو قتل کیا تھا۔ اب اس کو موقع مل گیا غصہ ٹھنڈا کرنے کا۔ اس نے آ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ناک کاٹا، کان کاٹے، دل، کلیجہ نکالا اور منہ میں ڈال کر چبانا چاہا مگر نہ چبا سکی۔ ان چیزوں کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری پھوپھی صفیہ کو نہ بتانا

کہیں بھائی کی باڈی (جسم) کو اس حالت میں دیکھ کر بے صبری نہ کرے۔ لیکن ان کو خبر ہو چکی تھی کہ بھائی شہید ہو گیا ہے۔ کہنے لگیں میں نے ضرور دیکھنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے منع نہ فرمایا مگر اتنا فرمایا کہ نوحہ بین نہ کرنا۔ یہ چیزیں گناہ کی ہیں۔

نوحہ کرنے والی عورت کی سزا :

بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس عورت نے مرنے والے پر نوحہ کیا، بین کیا، آواز سے روئی، اُسے گندھک کا کرتا پہنا کر دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اور جو حکم عورت کا ہے وہی حکم مرد کا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا مَا لَمْ یتب اگر توبہ کر جائے گی تو بچ جائے گی۔ اتنا سنگین گناہ ہے نوحہ کرنا، بین کرنا۔ آنکھوں میں آنسوؤں کا آجانا غیر اختیاری ہے۔ دل میں صدمہ آنا غیر اختیاری ہے ان پر گرفت نہیں ہے۔ زبان پر گرفت ہے۔

تو فرمایا پھوپھی جی! ایسا کوئی کام نہ کرنا کہ تمہیں دیکھ کر دوسری عورتوں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ چنانچہ بڑی دیر تک حضرت صفیہ اپنے بھائی کی لاش کے پاس کھڑی رہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے مگر زبان پر شکوے کا کوئی کلمہ نہیں آیا۔ کفن کا یہ حال تھا کہ سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سر کو ڈھانپ دو اور پاؤں پر اِذخر گھاس ڈال دو۔ اس طرح کفن پورا کیا گیا اور اُحد کے دامن میں دفنا دیئے گئے۔ آج بھی حضرت حمزہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما اُحد کے دامن میں آرام فرما رہے ہیں۔

سید الشہداء کا دائمی اعزاز :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ حمزۃ رضی اللہ عنہ غیر نبی جتنے شہید ہوئے ہیں اگلوں پچھلوں میں تمام شہداء کے سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ خطاب اور کسی کو نہیں ملا، سید الشہداء کا، صرف حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳ ہجری میں ہونے والے اہم واقعات :

غزوہ اُحد ۳ھ ہجری میں ہوا اور اسی سال ۱۰ رمضان المبارک کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اور 3 ہجری میں ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا۔ اور 3 ہجری ہی میں آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی اُم کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ اور 3 ہجری میں وراثت کا مسئلہ نازل ہوا۔ اس سے پہلے وراثت اس طرح چلتی تھی کہ ایک انصاری اور ایک مہاجر جو آپس میں بھائی بھائی بنائے گئے تھے۔ مہاجر فوت ہوتا تھا تو انصاری وارث بنتا تھا اور اگر انصاری فوت ہوتا تھا تو مہاجر وارث بنتا تھا۔ 3 ہجری میں یہ حکم نازل ہوا کہ اب آپس میں رشتہ دار وارث بنیں گے۔ مواخات کے ذریعے جو بھائی بنا ہے اگر اس کے لیے کوئی وصیت کرنا چاہے تو تیسرے حصے میں سے وصیت کرسکتا ہے۔ باقی دو حصوں میں شریعت اجازت نہیں دیتی جب تک وارث نہ اجازت دیں۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ سب بالغ ہوں۔ کیوں کہ نابالغ کی اجازت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اہم مسئلہ :

مسئلہ یاد رکھنا! اگر وارثوں میں سے لڑکا یا لڑکی نابالغ ہیں تو میت کے مشترکہ مال میں سے کسی کو کھانا نہیں کھلا سکتے۔ یہاں تو خیر سے تیجا بھی ہو جاتا ہے، ساتا، دسواں اور چالیسواں بھی۔ مولوی، چودھری وغیرہ چٹ کر جاتے ہیں۔ حافظ اور قاری بھی کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایک بچہ بھی نابالغ ہو تو مشترکہ مال میں سے صدقہ کرنا بھی حرام ہے اور کسی کو کھانا کھلانا بھی حرام ہے۔ اور یاد رکھنا! سنت، بدعت کا مسئلہ علیحدہ ہے اس مسئلے میں کسی امام کا اختلاف نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، قاضی خان، بحر الرائق، بزازیہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ خدارا! حرام خوری سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا [النساء:10]

"بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال زیادتی سے کھاتے ہیں بے شک وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔"

صدقہ خیرات اچھی چیز ہے۔ اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ اپنے حلال طیب مال میں سے صدقہ خیرات کرو۔ پہلے دن کرو، دوسرے دن کرو، تیسرے دن کرو۔ تعیین نہ کرو جب چاہو کرو۔ تو وراثت کا مسئلہ تین ہجری میں نازل ہوا۔ کافروں کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا بھی تین ہجری میں نازل ہوا۔ اس سے پہلے کافروں کے ساتھ رشتہ ناتا جائز تھا۔ میں نے مختصر سا حصہ اُحد کا اور سنہ 3 ہجری کے واقعات پیش کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غزوۂ بنو مصطلق

خطبہ جمعہ المبارک ۱۰ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد۔۔۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

[سورۃ الحج، آیت: ۷۸؛ پارہ ۱۷]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آنے پر درود پڑھنا عملی مسئلہ ہے :

امام الانبیاء، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اُسوۂ حسنہ کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ کئی دفعہ یہ مسئلہ بیان ہوا ہے اور اس کی عام ضرورت ہے عملی مسئلہ ہے اس لیے پھر غور سے سن لیں۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آئے، محمد آئے یا احمد آئے، تو ہر مسلمان کے فریضے میں یہ بات شامل ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے۔ سب سے چھوٹا درود شریف ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن پاک میں دو لفظ ہیں صلوٰۃ اور سلام، صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صلی اللہ علیہ میں صلوٰۃ کا لفظ آ گیا اور سَلَّمَ میں سلام کا لفظ آ گیا۔ اور الحمد للہ! آج تک تمام سمجھ دار مسلمان، دین دار مسلمان اس پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ حدیث کی کوئی کتاب اُٹھا کر دیکھو، تفسیر کی کوئی کتاب اُٹھا کر دیکھو، تاریخ کی کوئی کتاب اُٹھا کر دیکھو، جہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی ہو

گا ساتھ یہ لفظ بھی ہوں گے، صلی اللہ علیہ وسلم۔ تمام محدثین، صحابہ کرام سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے۔ لہٰذا جب بھی آپ کا اسم گرامی سنو تو پڑھو صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کا اسم گرامی سنا اور درود شریف نہ پڑھا تو فرمایا خَابَ وَخَسِرَ وہ ان لوگوں کی مد میں ہے جو نقصان اُٹھانے والے ہیں، آخرت میں ناکام ہیں، بدبخت ہیں۔ اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ وہ آدمی بخیل ہے جس نے میرا نام سنا اور درود شریف نہ پڑھا۔ لہٰذا یہ بات ہر مسلمان کے اسلامی فریضہ میں داخل ہے کہ جب بھی آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد یا احمد سنے تو پڑھے ﷺ۔

چند استثنائی حالتیں :

مگر چند حالتیں مستثنیٰ ہیں۔ ان حالتوں میں نہیں پڑھنا۔ ایک حالت ہے پیشاب پاخانے کی۔ جب آدمی پیشاب، پاخانے کے لیے بیٹھا ہو اور آپ ﷺ کے نام کی آواز آئے جیسے آج کل لاؤڈ سپیکر کان پھاڑ دیتے ہیں تو اس حالت میں نہیں پڑھنا۔ یہاں تک احتیاط ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جو انگشتری مبارک تھی اس پر لکھا ہوا تھا محمد رسول اللہ۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ مہر لگاتے تھے۔ تو احادیث میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو انگوٹھی مبارک باہر رکھ کر جاتے تھے، کسی ساتھی کو دے کر جاتے تھے۔ تو اس حالت میں پڑھنا تو در کنار ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے پاس قرآن کریم ہے، پنج سورہ ہے، کوئی اور دینی

کتاب ہے تو بیت الخلاء میں ساتھ نہ لے جائے۔ بڑی واضح اور موٹی بات ہے۔ اسی طرح اگر نماز کی حالت میں ہے اور آپ ﷺ کا نام سنا مثلاً: امام نے سورہ فتح کا آخری رکوع پڑھا جس میں ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ، تو درود شریف نہ پڑھے۔ کیوں کہ مقتدی نے سکوت اور خاموشی اختیار کرنی ہے۔ مقتدی پر استماع لازم ہے، توجہ کے ساتھ قرأت سننا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ "اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔" امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ "تمام محدثین اور تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" جب امام پڑھے مقتدیوں نے خاموش رہنا ہے کچھ نہیں پڑھنا۔

اسی طرح خطبے کی حالت میں بھی نہیں پڑھنا۔ امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہے اور آپ ﷺ کا اسم گرامی لیا تو زبان نہیں ہلانی۔ خطبہ کے موقع پر سکوت مطلوب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی نے خطبے کے دوران دوسرے کو کہا خاموش رہ تو یہ گناہ گار ہے۔ حالانکہ اگر کوئی بُری بات کرتا ہے تو اس کو روکنا ضروری ہے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر ضروری ہے مگر خطبے کے موقع پر خاموش رہنا ہے۔ جو کسی کو روکتا ہے اس کی مثال گدھے کی ہے۔ حدیث کے لفظ ہیں وہ حمار ہے، گدھا ہے۔ اس نے یہ لفظ کیوں کہے ہیں؟ اشارے سے کہہ سکتا ہے زبان سے نہیں۔

اسی لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور صحابہ کرام میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبے کے دوران نماز بھی نہیں

پڑھنے دیتے تھے۔ کیوں کہ خطبے کے دوران جب نماز پڑھے گا تو خطبے کی طرف توجہ نہیں رہے گی جب کہ اس کے ذمہ توجہ کے ساتھ خطبہ سننا ہے۔

ان حالتوں کے علاوہ جب بھی آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی آئے تو صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا ہے۔ وضو ہو یا نہ ہو۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کے بارے میں علمائے دیوبند کا موقف:

دیکھنا! بعض لوگوں نے جہالت کی وجہ سے صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کا مفہوم الصلوٰۃ و السلام علیك یا رسول اللہ سمجھا ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے ہم بھی قائل ہیں لیکن ضابطے کے مطابق۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت ان الفاظ کے ساتھ بھی کوئی درود پڑھ سکتا ہے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ الصلوٰۃ و السلام علیك یا رسول اللہ کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ یہ درود شریف کے مختصر الفاظ ہیں مگر اس نظریے کے ساتھ کہ یہ میرے الفاظ فرشتے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچاتے ہیں۔ اور اگر یہ سمجھے کہ آپ ﷺ خود سنتے ہیں تو پھر کفر ہے۔ حضرت کی کتاب فیوضِ قاسمی میں یہ بات موجود ہے۔ اگر حضور ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر پڑھتا ہے تو حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنے والے کی تمام فقہاء نے تکفیر کی ہے۔ حالانکہ فقہاء کرام کا طبقہ بڑا محتاط طبقہ ہے۔ تو خیر میں دور نہیں جانا چاہتا بس اتنا سمجھ لیں کہ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کا مفہوم صلی اللہ علیہ وسلم میں آ گیا ہے اور یہی طریقہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک متقیوں کا چلا آ رہا ہے۔ اگر نہیں پڑھو گے تو بدبختوں کے زمرے میں شامل ہو جاؤ گے، ناکاموں اور نامرادوں کے زمرے میں شامل ہو جاؤ گے۔

غزوۂ ذات الرقاع :

تو خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کے سلسلے میں غزوات کا سلسلہ چلا آ رہا ہے اور غزوہ احد کے اختتام تک کے واقعات آپ حضرات سن چکے ہیں۔ اس کے بعد کوئی اہم معرکہ پیش نہیں آیا۔ چار ہجری گزر گئی، پانچ ہجری شروع ہوئی تو قریش مکہ نے قبیلہ انمار اور قبیلہ بنو ثعلبہ کو اُکسایا۔ دونوں کو انھوں نے کہا کہ تم بڑے بہادر ہو، دلیر ہو، تلوار، تیر، نیزے کے بڑے دھنی ہو۔ تم نے اپنے باپ دادا کے خلاف سن کر کچھ بھی نہیں کیا۔ ہم نے بدر میں ٹکر لی، اُحد میں ٹکرائے، اب تمھارا نمبر ہے، تمھاری باری ہے۔ تم بھی ہمارے ہم عقیدہ بھائی ہو اپنے باپ دادا کے عقیدے کو بچاؤ مسلمانوں پر حملہ کرو۔

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان کے چکمے میں آ گئے اور لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ قبیلہ انمار اور بنو ثعلبہ اور قبیلہ بنو خزاعہ اسلام کے خلاف تیاری کر رہے ہیں لہٰذا ہمیں بھی تیاری کرنی چاہیے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار فوج لے کر مجاہدین اسلام کا دستہ لے کر خود کمان کرتے ہوئے ذات الرقاع کے مقام پر پہنچ گئے۔ اُن کو جب پتا چلا کہ مسلمان یہاں پہنچ گئے ہیں تو تتر بتر ہو کر پہاڑوں میں چھپ گئے مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند

دن وہاں ٹھہرنے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ (صحیح بخاری سے ظاہر ہوتا ہے غزوہ ذات الرقاع جنگ خندق کے بعد ۷ ھ میں ہوا۔ صلوٰۃ الخوف سب سے پہلے اس غزوہ میں ادا کی گئی۔)

غزوۂ مُریسیع یا بنو مصطلق :

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر ملی کہ قبیلہ بنو مصطلق جو بہت بڑا قبیلہ تھا مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا صرف افواہوں پر یقین نہیں کرنا چاہیے تاجروں کے ذریعے یہ خبریں ہمارے پاس پہنچتی ہیں تحقیق کرنی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زید بن خُصیب رضی اللہ عنہ کو جو بڑے سمجھ دار اور ذی رائے صحابی تھے تحقیق حال کے لیے بھیجا کہ جا کر معلوم کرو کہ واقعی وہ ہمارے خلاف تیاری کر رہے ہیں۔

یہ قبیلہ مدینہ طیبہ سے نو منزلیں دور تھا یعنی نو دن کی مسافت پر تھا جتنا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں فاصلہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ طیبہ سے پچیس ذی قعدہ کو چلے تھے اور چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے تھے۔ حضرت زید بن خصیب رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے۔ اس زمانے میں نہ شناختی کارڈ ہوتا تھا، نہ پاسپورٹ، نہ ویزا، نہ چیک پوسٹ۔ جس ملک میں کوئی چلا گیا سو چلا گیا۔ کوئی باز پرس نہیں ہوتی تھی۔ جیسے جیسے قیامت قریب آتی جائے گی سختیاں بڑھتی جائیں گی۔ دیکھو! پہلے زمانے میں زمینوں کی رجسٹریاں، انتقال نہیں ہوتے تھے۔ وہ لوگ زبان کے پکے تھے کہ یہ زمین یا مکان اس نے خریدا ہے باپ دادا سے ان کے پاس چلا آرہا ہے بس ٹھیک ہے۔ اب تو انتقال، رجسٹریوں

کے ہوتے ہوئے بھی فراڈ ہوتے ہیں، قبضے ہوتے ہیں۔

تو خیر آنحضرت ﷺ کا نمائندہ وہاں پہنچا مسافر کی حیثیت سے، تحقیق حال کی اور آ کر رپورٹ پیش کی کہ حضرت واقعی وہ لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں ہمیں بھی تیاری کرنی چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا کہ ہمارا ضمیر اس چیز کو گوارہ نہیں کرتا کہ وہ آ کر ہم پر حملہ آور ہوں لہٰذا جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تقریباً چھ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر آپ ﷺ چل پڑے۔ اس سفر میں چند عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ یہ واقعہ شعبان پانچ (۵) ہجری کا ہے اور پردے کا حکم چار (۴) ہجری میں نازل ہوا ہے۔

دو اہم واقعات بہ سبب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا :

آنحضرت ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب آپ کسی سفر پر جاتے تھے تو ازواجِ مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے تھے۔ جس کا نام نکل آتا تھا اس کو ساتھ لے جاتے تھے۔ اس دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام نکل آیا۔ وہ بھی سفر میں ساتھ تھیں۔ ان کے علاوہ حضرت انس کی والدہ اُمِ سُلیم اور چند اور عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ اس سفر میں دو اہم واقعات پیش آئے۔ دونوں کا سبب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنیں۔ مدینہ طیبہ سے تین چار منزلوں کی مسافت پر ذات الجیش یا بیداء کے مقام پر قافلے نے پڑاؤ ڈالا۔ نماز کا وقت تھا اور پانی نہ قافلے والوں کے پاس تھا اور نہ اس مقام پر پانی تھا۔ پھر اتفاق کی بات کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے موتیوں کا ایک ہار مانگ کر لے گئی تھیں کہ واپس آ کر دے دوں

گی۔ ہار کا دھاگا ٹوٹا اور ہار گر گیا۔ اس کے اُوپر اُونٹ بیٹھ گیا۔ نماز کا وقت ہے لوگ پانی تلاش کر رہے ہیں پانی مل نہیں رہا تقریباً چھ سو کی نفری ہے۔

آنحضرت ﷺ خیمے میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ران مبارک پر سر رکھ کر سوئے ہوئے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ حضرت! پانی ہے نہیں سفر شروع کرنا ہے مگر ہار نہ ملنے کی وجہ سے سارے رُکے ہوئے ہیں ہار تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کی بیٹی کی وجہ سے یہ مسئلہ بن گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جا کر فرمایا عائشہ! کیا بات ہے؟ عرض کیا ابا جی! میرے پاس اسماء کا ہار تھا وہ گر گیا ہے۔ اور حدیث میں لفظ ہیں:

فَاَقَامَ رسولُ اللهِ ﷺ عَلَى اِلْتِمَاسِهٖ وَ اَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ

"آنحضرت ﷺ نے بھی تلاش کیا ہے صحابہ نے بھی تلاش کیا ہے مگر مل نہیں رہا۔" اس کی تلاش میں سارا قافلہ رکا ہوا ہے۔

مسئلہ امانت کی اہمیت :

اور مسئلہ یاد رکھنا ہے امانت کا مسئلہ بڑا سخت ہے چاہے امانت باپ کی ہو، بیٹے کی ہو، خاوند کی ہو یا بیوی کی ہو، امانت امانت ہے۔ قیامت والے دن امانت کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ یہ جو لوگ کوئی چیز مانگ کر لے جاتے ہیں استعمال کرتے ہیں شریعت اس کو امانت کہتی ہے۔ اس شے کو دیانت داری کے طریقے پر استعمال کرو خراب نہ کرو، محفوظ جگہ پر رکھو۔ اس طرح حفاظت کرو جس طرح اپنی شے کی حفاظت کرتے ہو۔ اگر اس شکل میں چور ڈاکو لے گیا تو تم پر گرفت نہیں ہوگی۔ لیکن

اگر لا پرواہی اور بے احتیاطی کی تو پھر تاوان دینا پڑے گا۔ ضرورت پوری ہونے پر واپس کردو۔

تو فرمایا ہار کو تلاش کرنے کے لیے قافلہ رُکا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تلاش کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تلاش کیا مگر ہار نہ ملا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلو پر مکے (کچوکے) مارے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ لائی کیوں تھی؟ پھر لائی تھی تو اس کی حفاظت کیوں نہیں کی؟ یہ ساری قوم تیری وجہ سے مصیبت میں پڑی ہوئی ہے۔ نماز کا وقت ہے پانی کسی کے پاس ہے نہیں اور نہ اس مقام پر پانی ہے۔ فرماتی ہیں کہ اس طرح مارتے تھے کہ میں مر چلی ہوں مگر میں ہلی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں فرق نہ آئے۔

خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاگ آگئی۔ فرمایا ابوبکر! کیا بات ہے؟ کہنے لگے حضرت! اس سے بات کررہا ہوں اس کی وجہ سے سارے لوگ مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہار نہیں تھا تو مانگ کر کیوں لائی؟ پھر لائی ہے تو حفاظت کیوں نہیں کی؟ نماز کا وقت تنگ ہوتا جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیمم کا حکم نازل ہوا کہ نہ پاؤ تم پانی کو فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا [النساء: ۴۳] "تو تم ارادہ کرو پاک مٹی کا۔" پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم ملا۔ یہ اجازت صرف اس اُمت کے لیے ہوئی۔ پہلے پیغمبروں میں سے کسی کی شریعت میں یہ حکم نہیں تھا۔ حضرت اُسَید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی برکتیں ہیں۔

خدا شر برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

"خدا ایسا شر پیدا کرے کہ اس میں ہمارے لیے خیر ہو۔"

بعض چیزیں بہ ظاہر شر نظر آتی ہیں مگر نتیجہ خیر ہوتا ہے۔ تیمم کا حکم نازل ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے خوش ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب تم اس طرح کرو کہ ہار اگر نہیں مل رہا تو اس کے لیے ہم نے یہاں بیٹھے تو نہیں رہنا سفر شروع کرو ہار کا تاوان بھر دیں گے۔ بخاری شریف کی روایت ہے: فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ فَإِذَا عِقْدٌ تَحْتَهٗ جس اُونٹ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اُونٹ اُٹھایا تو ہار نیچے پڑا تھا۔

تمام اُمتوں میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام :

بڑی عجیب بات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی تلاش کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تلاش کیا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا مقام تمام امتوں سے زیادہ ہے۔ پھر ان میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام امتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجے کا کوئی نہیں ہے۔ نہ پہلی امتوں کے صحابہ میں اور نہ اس اُمت کے پچھلے لوگوں میں۔ پیغمبروں کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ تمام ولیوں کا سلسلہ قادریوں کا، نقشبندیوں کا، چشتیوں کا اور سہروردیوں کا وہاں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی سلسلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر، کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، کوئی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر، کوئی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ تمام سلسلوں کے منبع یہ حضرات ہیں۔

علمائے دیوبند پیری مریدی کے قائل ہیں :

اور یہ بات بھی یادرکھنا! علمائے دیوبند کے جتنے اکابر ہیں سب مرید بھی ہیں اور پیر بھی ہیں۔ اور صحیح طریقے پر جو پیری مریدی کرتے ہیں علمائے دیوبند ان کے مخالف نہیں ہیں۔ چھ ماہی والے، اُگرائی والے جو ہیں ان کے مخالف ہیں۔ یہ جھوٹے پیر گدھے لے کر اور موٹے تکڑے ملنگ ساتھ لے کر چل پڑے، نہ ڈاڑھی، نہ نماز، بھنگی، چرسی مریدوں کے پاس جاڈیرہ لگایا، اُگراہی کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ان کے ہم سختی کے ساتھ منکر ہیں۔

باقی صحیح طریقے پر چلنے والے پیر ہیں، عالم ہیں، روحانیت کے مربی ہیں یقین جانو ہم ان کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہیں۔ (کیا انکساری ہے قربان جایئے۔) ہمارے تمام اکابر روحانیت کے امام تھے۔ یہ میں اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ کئی ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علمائے دیوبند پیری مریدی کے منکر ہیں۔ حاشاوکلاّ قطعاً ایسی بات نہیں ہے۔ ہم ان پیروں کے قائل ہیں جو ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم بھی رکھتے ہوں۔ اور جو محض کاروباری ہیں، دنیا کے لالچی ہیں ان کے سختی کے ساتھ منکر ہیں۔

بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں لکھتے ہیں کہ مرید کا طعام پیر کے واسطے حرام ہے۔ اور پیر کا طعام مرید کے لیے حلال ہے۔ کیوں کہ مشکوک الحال پیر کو کھلا کر پیر کا دل کالا کرے گا۔ اور پیر کامل ہے اس کی کمائی حلال کی ہوگی۔ اس کھانے سے روحانیت بڑھے گی، اعمال میں برکت ہوگی۔

لیکن یہاں تو منطق ہی اُلٹی ہے۔

علم غیب خاصۂ خداوندی ہے :

تو خیر بات ہو رہی تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی کہ تمام اولیاء کرام کے منبع وہاں موجود ہیں اور امام الانبیاء، فخر موجودات، سردارِ دو جہاں، خلاصۂ کائنات بھی موجود ہیں لیکن کسی کو اُونٹ کے نیچے ہار نظر نہیں آیا۔ لیکن آج لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ پیروں کو مریدوں کے گھر کی ہر چیز کی خبر ہوتی ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار اور جبرئیل علیہ السلام کی آمد :

الشَّیْءُ یُذْکَرُ بِالشَّیْءِ

"بات سے بات چلتی ہے۔" کے تحت ضمنی طور پر ایک حدیث مسلم شریف کی عرض کرتا ہوں۔ مسلم شریف صحاح ستہ کی مرکزی کتاب ہے۔ اس میں روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ میں آج رات آؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھا کر گھر تشریف لائے۔ جبرئیل علیہ السلام کی انتظار میں کبھی اُٹھتے ہیں، کبھی بیٹھتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا حضرت! کوئی تکلیف ہے؟ آپ بے قرار ہو۔ سر درد ہے، پیٹ درد ہے؟ فرمایا نہیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ میرے ساتھ جبرئیل علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا آنے کا آئے نہیں۔ میں انتظار میں ہوں۔ رات گزر گئی سحری کا وقت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کیا، وضو کیا، تہجد پڑھی، پھر صبح صادق ہوئی فجر کی سنتیں گھر پڑھیں اور مسجد جانے کے لیے

دَروازہ کھولا تو دیکھا جبرئیل علیہ السلام باہر کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا آنے کا۔ میں ساری رات آپ کا انتظار کرتا رہا، رات بے چینی اور بے قراری میں گزاری تم کیوں نہیں آئے؟

جہاں دو چیزیں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے :

جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں جان دار چیز کی تصویر ہو۔ جان دار چیز کی تصویر سامنے ہو تو رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ چھپی ہوئی ہو تو فرشتوں کو غیب کا علم نہیں ہے۔ جیب میں شناختی کارڈ ہے، نوٹوں پر بھی تصویر ہے مگر وہ چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا! رحمت کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا جان نکالنے والا فرشتہ ہر حال میں آئے گا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ گھر میں تصویر لٹکا دیں گے ملک الموت سے جان چھوٹ جائے گی۔ وہ نہیں چھوڑتا۔ خصوصی فرشتے رحمت والے داخل نہیں ہوتے۔ باقی ڈیوٹیوں والے فرشتے کراماً کاتبین، حفاظت والے وہ ہر حال میں ہوتے ہیں۔

اور فرمایا دوسرا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو اور آپ کے گھر میں کتا تھا اس واسطے میں نہیں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارے گھر میں کتا کہاں سے آیا؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے دیکھا تو کتے کا بچہ چھوٹا سا کتورا چار پائی کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ کہیں شام کے وقت حضرت حسن یا حسین کتورے کے ساتھ کھیلتے کھیلتے ساتھ لے آئے۔ بھائی! پیغمبر کو تو اپنی چار پائی کے نیچے کا پتا نہ ہو اور ولیوں کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ ان کو گھروں کے کونوں کا

بھی پتا ہوتا ہے۔ (حماقت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ از مرتب) ہاں جو چیز اللہ تعالیٰ کسی کو بتا دے اس کا انکار نہیں ہے۔ کشف حق ہے، الہام بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو وحی کے ذریعے بتلاتا ہے۔ ان چیزوں کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہے۔ باقی ہر ہر چیز کو دیکھنا اور ہر ہر چیز کا علم یہ صرف رب تعالیٰ کے پاس ہے۔

تو بات یہ کررہا تھا کہ اُونٹ اُٹھایا تو ہار مل گیا۔ (قافلے والے) چل پڑے۔ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار ضرار بن حارث کو علم ہوا کہ آپ ﷺ لشکر لے کر آگئے ہیں۔ وہ مقابلے کی جرأت نہ کرسکا۔ گھر کے افراد اور کچھ ساتھی لے کر پہاڑوں پر چلا گیا کہ بدر کا معرکہ اور اس کے بعد کئی معرکے اس کے سامنے تھے۔ لیکن کچھ سر پھرے نوجوان ڈٹ گئے کہ موت تو ایک دن آنی ہے مقابلہ کریں گے۔ وہ بڑے غضب کے تیر انداز تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں نے جس وقت نعرہ تکبیر بلند کر کے حملہ کیا ان کے دس آدمی مارے گئے باقیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ دفعتاً ان کے چھ سو آدمی قیدی بن گئے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ دو ہزار اُونٹ، پانچ ہزار بھیڑ بکریاں مسلمانوں کو غنیمت میں ملیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ :

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا لونڈیوں میں سے ہیں اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں شامل ہیں یہ بھی اسی غزوہ میں ملی تھیں۔ آپ ﷺ نے جویریہ پہلے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دی تو ایک مسلمان دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا حضرت! آپ نے ایک سردار کی لڑکی ایک سپاہی کو دے دی ہے ممکن ہے وہ اس کے

مصارف نہ اُٹھا سکے۔

کفو کا مسئلہ :

اسی لیے شریعت نے کفو کا لحاظ کیا ہے۔ ایک تو کفو کا مسئلہ ہم نے سمجھا ہوا ہے کہ برادری سے نکلے تو اسلام سے خارج ہو گئے۔ اسلام اس کفو کا قائل نہیں ہے۔ کفو کا مسئلہ استحباب کا درجہ رکھتا ہے، مستحب ہے۔ پھر کفو میں سب سے پہلے دین ہے کہ دونوں گھرانے دین دار ہوں۔ پھر پیشہ ہے کہ دونوں ہم پیشہ ہوں۔ ہم پیشہ ہوں گے تو ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہوں گے۔ پھر مالی پوزیشن میں بھی برابر ہوں۔ اس چیز کو شریعت پسند کرتی ہے۔ لیکن صرف استحباب کے درجے میں۔ ایسا نہیں کہ بندہ کفو سے باہر نکلا تو سمجھو کہ اسلام سے نکل گیا۔ بس کفو کا خیال رکھنا اچھی بات ہے۔

تو بات ہو رہی تھی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی کہ ایک ساتھی نے آ کر کہا حضرت! یہ عورت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے جوڑ کی نہیں ہے۔ یہ غریب اور ماڑا (کمزور) آدمی ہے یہ سردار اور اُونچے خاندان کی عورت ہے۔ حضرت! اس کو کوئی اور لونڈی دے دیں اور جویریہ کو اپنے پاس رکھ لیں۔ یہ آپ کے ساتھ مناسب لگتی اور سجتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر دو رائے سامنے آئیں کہ آپ اس کو لونڈی بنا کر رکھیں یا آزاد کر کے نکاح کریں گے۔ عدت گزرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جویریہ بنت حارث کو آزاد کر کے نکاح کیا اور فرمایا کہ پردہ کرنا۔ لونڈی کا پردہ نہیں ہوتا۔

اس نکاح کا اثر :

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو مصطلق کا سارے کا سارا خاندان اسلام کے جھنڈے تلے آگیا۔

کچھ تو اس وقت مسلمان ہو گئے اور کچھ بعد میں کہ انھوں نے یہ خیال کیا کہ پیغمبر ہمارا داماد ہے۔ جس طرح یہاں بھی قصبے کے داماد کو سارے اپنا داماد سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کی سختی نرمی میں بدل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو متعدد شادیاں کی ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔

ابوسفیان کی بیٹی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کرنا :

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا، جو ابوسفیان کی بیٹی تھی، ساتھیوں نے کہا حضرت! جو آپ سمجھتے ہیں وہ ہم نہیں سمجھ سکتے لیکن یہ اسلام کے بدترین دشمن کی بیٹی ہے جس نے غزوہ اُحد اور خندق میں کمان کی ہے اس کی بیٹی کے ساتھ آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا ہاں! اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا دیکھو! وہ اسلام کا دشمن ہے مگر اس کی بیٹی مسلمان ہے۔ اس کا خاوند مسلمان تھا یہ بیوہ ہوگئی ہے خاندان اس کا سارا کافر ہے آخر اس کی دل جوئی کرنی ہے کہ نہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کے ساتھ میرا نکاح ہو جائے گا تو اس کے ماں باپ، بہن بھائیوں کی سختی میں بھی کمی آ جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے مبارک بالکل صحیح تھی کہ برادری میں کوئی مسلمان نہیں کہاں جائے گی۔ عدت کے بعد جب امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہو گیا تو جب ابوسفیان کو علم ہوا کہ میری

بیٹی کا نکاح محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو گیا ہے تو کہنے لگا صحیح ہوا ہے۔ شریف اور صدوق اور امین آدمی ہے۔ عقیدہ اپنی جگہ مگر اس کی امانت، دیانت، شرافت، صداقت تو مسلم ہے۔

ابوسفیان کا بیٹی سے ملنے جانا:

کچھ دنوں کے بعد بیوی سے مشورہ کیا کہ میرا خیال ہے بیٹی کو ملنے جاؤں۔ اس نے کہا ضرور جاؤ اور مل کر آؤ۔

چنانچہ تنہا ملنے کے لیے مدینہ طیبہ آئے۔ امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا چھوٹا سا کمرہ تھا چارپائی پر آنحضرت ﷺ کا بستر رکھا ہوا تھا۔ والد صاحب کو آتے دیکھا تو بستر اکٹھا کر دیا، لپیٹ کر رکھ دیا۔ باپ دیکھ رہا تھا بڑا دانا آدمی تھا۔ ملنے کے بعد ننگی چارپائی پر بٹھایا۔ کہنے لگا بیٹی! بستر کیوں لپیٹ کر رکھا ہے؟ میرے ساتھ کوئی گندگی لگی ہوئی تو نہیں ہے۔ بیٹی نے کہا ابا جی! آپ مغالطے میں نہ رہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ [توبہ:۲۸] "بے شک مشرک ناپاک ہیں۔" تو میں آپ کو پیغمبر کے پاک بستر پر کیسے بٹھا سکتی تھی۔ ابوسفیان کو غصہ تو آیا مگر باپ تھا دور سے آیا تھا برداشت کر گیا۔

دیکھو! کتنے سخت الفاظ ہیں۔ والد تھا، قابلِ احترام تھا پھر عرصے کے بعد آیا تھا مگر جو حق بات تھی بیٹی نے کہہ دی۔ نَجَسٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنٰی ہے نری نجاست، عین نجاست۔ اور یقین جانو! شرک کی ایسی پلیدی ہے کہ سات سمندروں کا پانی ڈالنے سے بھی پاک نہیں ہوتا (جہنم کی آگ بھی پاک نہیں کر سکتی)

صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سچے دل سے پڑھے اور اس کے مطابق صحیح عقیدہ بنائے تو پاک ہوتا ہے اور اس سے پہلے جتنے گناہ ہیں وہ پاک ہو جاتے ہیں۔ جو رب تعالیٰ کے حقوق ہیں۔ بندوں کے حق نہیں معاف۔

اِنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ

"اسلام اپنے سے پہلے گناہ مٹا دیتا ہے۔"

تعددِ ازواج کے دو اسباب :

تو میں عرض کر رہا تھا متعدد شادیاں کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ رشتہ داری کے بعد ان خاندانوں کی سختی کم ہوگئی۔ چنانچہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد آمد و رفت کا سلسلہ ہوا۔ تو قبیلہ بنو حارث اور بنو مصطلق میں جو سختی تھی وہ نرمی میں بدل گئی۔

اور تعدد کی دوسری وجہ عورتوں میں اسلام کا پھیلانا تھا۔ کیوں کہ بہت سارے ایسے مسائل ہیں کہ نہ مرد ان کو کھل کر بیان کر سکتے ہیں اور نہ عورتیں کھل کر پوچھ سکتی ہیں۔ اور مسئلے ایسے ہیں کہ ان پر نماز موقوف ہے، روزے موقوف ہیں۔ حلال حرام کے مسئلے ہیں وہ عورتیں ہی بتا سکتی ہیں۔

ہمارے زمانے میں تو خدا پناہ! مسائل کی پروا کوئی نہیں ہے۔ کئی دفعہ مسئلہ بتایا ہے کہ ناخن پالش لگی ہوئی ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ کیوں کہ وضو نہیں ہوتا، نہ غسل ہوتا ہے۔ کیوں کہ ناخن پالش کے ہوتے ہوئے پانی جسم کو نہیں لگتا۔ عورتیں دم درود کے لیے آتی ہیں تو میں سب سے پہلے ان کے ناخن دیکھتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ نماز

پڑھتی ہو؟ کہتی ہیں پڑھتی ہیں۔ بھئی! نماز کس طرح ہوگی؟ وضو نہیں، غسل نہیں، یہ نمازیں قضا کرنا پڑیں گی۔ تو یاد رکھنا! وضو کرو تو پورا کرو کہ نماز صحیح ہو جائے۔

تو عورتوں کے بہت سارے مسائل عورتوں نے ہی بتائے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، سے روایات ہیں جن سے مسائل حل ہوتے ہیں۔

تو قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی جویریہ کے ساتھ نکاح غزوہ بنو مصطلق کے بعد ہوا۔ باقی واقعہ آگے چلے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

واقعہ اِفک

خطبہ جمعہ المبارک ۱۷ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد---

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ

[سورۃ النور، آیت: ۱۱؛ پارہ ۱۸]

اسوۂ حسنہ:

آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے پاکیزہ حالات تمھارے سامنے بیان ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اور یہ بات کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ اظہارِ نبوت کے بعد سے لے کر وفات تک جو کچھ آپ ﷺ نے کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے یا آپ ﷺ کے سامنے ہوا ہے اور آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی ہے منع نہیں کیا، یہ سب کچھ ہمارے لیے دین ہے۔ سوائے ان چیزوں کے جو آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھیں یا وہ جو منسوخ ہو گئیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا [الاحزاب: ۲۱]

"البتہ تحقیق تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اُمید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے اور قیامت کے دن کی اور اس نے ذکر کیا

اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ۔"

ایسا بہترین نمونہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہلے کبھی نہیں بھیجا اور نہ آئندہ بھیجے گا۔ جو آپ ﷺ نے کیا وہ کرو اور جو نہیں کیا وہ نہ کرو۔ سیرت طیبہ ہم نے اس انداز سے دیکھنی ہے، سننی ہے کہ ہمارا عقیدہ صحیح ہو جائے، ہمارے اعمال درست ہو جائیں۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارا دین ہے، ہمارا ایمان ہے۔ آپ ﷺ جیسی پاکیزہ سیرت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی کی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو ہیں۔ ان میں سے ایک پہلو غزوات کا ہے، جہاد کا ہے۔

فلسفہ جہاد :

جہاد کے پہلو کے سلسلے میں آپ حضرات غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ مریسیع، خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں۔ اور جہاد کا مقصد بھی سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوئی روڑے اٹکائے تو اس روڑے کو ہٹانا ہے۔ اگر کوئی مزاحمت نہیں کرتا تو اپنے دین کی خدمت کرتے جاؤ، تبلیغ کرتے جاؤ۔ خواہ مخواہ کسی سے ٹکرانا، لڑنا، جھگڑنا مقصد نہیں ہے۔ جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ جب کافروں کا غلبہ ہو اور وہ اسلام کے راستے میں کانٹے بچھائیں، روڑے اٹکائیں تو ان کانٹوں کو صاف کرنا ہے، روڑوں کو ہٹانا ضروری ہے۔ اگر اس طرح نہیں کریں گے تو پھر یقین جانو! دنیا میں اسلام نہیں رہے گا کفر ہی کفر ہوگا۔

فلسطین میں کھیلا جانے والا کھیل :

اس وقت افغانستان میں، فلپائن میں، فلسطین میں یہی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

اور کتنے ظلم کی بات ہے کہ فلسطین کے علاقے کے جو اصل باشندے ہیں وہ تقریباً پندرہ لاکھ کی تعداد میں کیمپوں میں وقت گزار رہے ہیں خانہ بدوشوں کی طرح۔ اور جن کا کوئی حق نہیں تھا ان کو روس سے، پولینڈ سے، امریکہ اور برطانیہ سے، ہالینڈ اور ڈنمارک سے اور ہنگری وغیرہ کے علاقوں سے درآمد کر کے وہاں بسا دیا گیا ہے جو چالیس لاکھ سے زیادہ ہیں۔ مالکوں کو نکال دیا گیا دوسروں کو وہاں آباد کر دیا گیا ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ ہمارا وجود تسلیم کرو، اسرائیل کا وجود تسلیم کرو۔

صرف سمجھانے کے لیے ایک بات عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ وہ وقت نہ لائے اور ان شاء اللہ نہیں آئے گا۔ یہ گکھڑ میں پینتیس (۳۵) چھتیس (۳۶) ہزار کے قریب آبادی ہے۔ تم نے مکان بنائے، دکانیں بنائیں، کسی نے باغ لگایا، کسی کی زمین ہے، کسی نے کارخانہ لگایا ہے بڑی محنت کے ساتھ۔ اپنے واسطے، اپنے والدین کے لیے، بہن بھائیوں کے لیے، بیوی بچوں کے لیے، یہ سب کچھ کیا ہے۔ خدانخواستہ ہندو، سکھ، ڈوگرے، حملہ کر کے ہمارے گھروں میں داخل ہو جائیں اور ہمیں نکال دیں۔ دکانوں، مکانوں، کارخانوں پر وہ قبضہ کر لیں، زمینیں اور باغات ہم سے چھین لیں اور پھر کہیں کہ ہمیں یہاں کے رہائشی تسلیم کرو۔ بھائی! ہے کوئی انصاف کی بات؟ یہ مکان تمھارے باپ نے بنائے ہیں، تمھارے دادا نے بنائے ہیں، زمینیں تم نے خریدی ہیں، تم نے محنت کی ہے؟ تمھارے وجود کو کیسے تسلیم کریں؟

اصل مالک پندرہ لاکھ کی تعداد میں کیمپوں میں گزارہ کر رہے ہیں اور غیر مالک قبضہ کر کے دندناتے پھر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا وجود تسلیم کرو۔ کتنی عجیب غنڈہ گردی ہے۔ مکان کسی کے، زمینیں کسی کی، ناجائز قابضوں کا وجود تسلیم کرو۔

یہ کافروں کی بڑی حکومتیں غنڈہ گردی کرتے ہوئے ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ اب دیکھو! افغانستان پر حملہ کر دیا ہے۔ بیس لاکھ سے زیادہ افغانی پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ اور جو ایران گئے ہیں وہ الگ ہیں۔ محض ایمان بچانے کے لیے یہ لوگ یہاں آئے ہیں۔ اب حکومتِ روس نے ایک نئی پالیسی اختیار کی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں لڑکے لڑکیاں تعلیم کے بہانے لیے ہیں کہ ہم تمھیں اچھا کھانا، اچھا لباس، اعلیٰ تعلیم دیں گے۔ اس طریقے سے وہ ان کے نظریئے بدلیں گے۔ نہ خدا رہے گا، نہ رسول، نہ کلمہ، نہ نماز۔ کابل میں وہاں کے پڑھے ہوئے نے کہا تھا کہ میرا نکاح میری بہن کے ساتھ کر دو۔ اور اس پر اس نے بڑا شور کیا اور زور لگایا۔

خیر یہ میرا موضوع نہیں ہے۔ عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جہاد آلہ اور ذریعہ ہے حق پھیلانے کا اور آلہ ہے راستے سے روڑے ہٹانے کا۔ آنحضرت ﷺ نے تلوار بھی اُٹھائی اور جہاد بھی کیا۔ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں ماریں کھائیں۔ پونے دو سال مدینہ طیبہ میں گزارے کافروں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔

یہودِ بنو قینقاع :

مدینہ طیبہ میں یہود کے تین خاندان تھے، بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ۔ ان میں سے زیادہ بہادر اور لڑاکا قبیلہ بنو قینقاع کا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے ان کے ساتھ الگ الگ معاہدے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے کسی معاہدے کی پابندی نہیں کی۔ آنحضرت ﷺ کے خلاف سب سے پہلے یہودِ بنو قینقاع نے اعلانِ جنگ کیا۔ کئی دنوں کی لڑائی کے بعد کہنے لگے کہ ہمارے بارے میں جو تم فیصلہ کرو گے ہم

تسلیم کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ کیا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ چنانچہ ان کو یہاں سے نکال دیا گیا۔ اور یہ لوگ شام کی سرحد پر واقع اذرُعات، اریحا تیما کے علاقوں کی طرف منتقل ہو گئے۔

یہودِ بنی نضیر کا آپ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کرنا :

قبیلہ بنو قینقاع کا تو اس طرح مدینہ طیبہ سے صفایا ہوا۔ رہے بنو نضیر تو ان کا قصہ اس طرح ہوا کہ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غلط فہمی کی بنا پر دو آدمی قتل ہو گئے۔ ان کو علم نہیں تھا کہ ان کو پناہ دی ہوئی ہے غلطی سے قتل ہو گئے۔ ان کی دیت دینی تھی۔ اور دیت کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ دیت میں حلیف بھی شریک ہوتا ہے۔ بنو نضیر کے ساتھ بھی معاہدہ تھا۔ وہ آپ ﷺ کے حلیف تھے۔ آپ ﷺ نے پیغام بھیجا کہ تم ہمارے حلیف ہو دو آدمی خطأً مارے گئے ہیں ان کی دیت دینی ہے قاعدے کے مطابق تم نے بھی حصہ دینا ہے۔ کہنے لگے جی ضرور دیں گے مگر عرض ہے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائیں تا کہ ہمیں آپ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو جائے اور ہمارا محلہ بھی خوش قسمت ہو جائے۔ اور بیٹھ کر تفصیل طے کر لیں کہ ہم نے کتنی دیت دینی ہے۔

آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے آپ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کی ہوئی تھی۔ چارپائی یا تخت آپ ﷺ کے لیے دیوار کے ساتھ رکھا۔ چھت پر چکی کا پاٹ چڑھا دیا تھا اور کچھ آدمی چھت پر بٹھا دیے۔ ان سے کہا کہ جب یہ چارپائی پر بیٹھ جائیں تو چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا دینا اس سے ان کا کام تمام

ہو جائے گا۔ اور بچ گئے تو کہہ دیں گے کہ بچے تمھاری زیارت کے لیے اُوپر چڑھ گئے تھے نادانی سے پتھر نیچے گرا دیا۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے۔ روایت میں تصریح ہے: جَاءَ جبرئیل فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ۔ جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ ﷺ کو خبر دی کہ تمھارے ساتھ یہ غدر ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا تم نے اس غدر کے لیے مجھے یہاں بلایا ہے۔ بات کرو میرے ساتھ۔ کہنے لگے بات کیا کرنی ہے ہم نے تمھارے ساتھ لڑنا ہے۔

غزوۂ بنی نضیر :

مدینہ طیبہ میں ان کے مضبوط قلعے تھے تعداد بھی کافی تھی میدان میں نکل آئے۔ ان کے پیچھے دوسروں کی کمک اور امداد بھی تھی۔ ایک طرف کھجور کے درخت تھے دوسری طرف صاف میدان تھا۔ یہودی یعنی یہودِ بنو نضیر درختوں کی آڑ میں مسلمانوں پر تیر اندازی کرتے تھے اور تھے بھی غضب کے تیر انداز۔ کئی مسلمان زخمی ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فوراً درخت کاٹ دو اور جھاڑیوں کو آگ لگا دو تا کہ ان کا مورچہ ختم ہو۔ سورۃ الحشر پارہ ۲۸ میں ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

"جو کاٹے تم نے کھجور کے درخت یا چھوڑا ہے ان کو اپنی جڑوں پر پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تا کہ رسوا کرے اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو۔"

مورچہ ختم ہو گیا۔ یہود نے اس کا بڑا پروپیگنڈہ کیا۔ کہنے لگے دیکھو یہ رحمۃً للعالمین ہیں۔ کیا یہ رحمۃً للعالمین کی شان ہے کہ درخت کاٹ دیں اور جلا دیں؟ لڑنا ہمارے ساتھ ہے درختوں کا کیا قصور ہے؟

بلاضرورت درختوں اور کھیتوں کو نقصان پہنچانے کی ممانعت :

اور یاد رکھنا! اسلام میں کھیتی اُجاڑنا، درخت کاٹنا بغیر کسی اشد ضرورت کے اور مجبوری کے جائز نہیں ہے۔ مجاہدین اسلام اگر کسی پر حملہ آور ہوں تو کھیتیاں ضائع نہیں کر سکتے، درخت نہیں کاٹ سکتے اور جانوروں کو نہیں مار سکتے۔ ہاں! اگر کسی باغ کو دشمن نے اپنا مورچہ بنایا ہوا ہے تو پھر ان کا مورچہ توڑنا ضروری ہے۔ دشمن فصل میں جا کے چھپ جائے تم نے وہاں گولے مارے اور فصل اُجڑ گئی تو یہ مجبوری ہے۔ ویسے اسلام ایک تنکا بھی ضائع کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ اقتصادی حالت خراب نہ ہو۔

آپ ﷺ نے دودھ والے جانور کو ذبح کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے کہ اس سے دودھ کی قلت پیدا ہوگی اور بچوں کے لیے تکلیف ہوگی۔ قربانی میں بھی اور قربانی کے علاوہ بھی دودھ والا جانور ذبح کرنا درست نہیں ہے۔

جب یہودیوں نے خوب پراپیگنڈا کیا تو رب تعالیٰ نے فرمایا:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ

"جو کاٹے تم نے کھجور کے درخت یا چھوڑا ان کو ان کی جڑوں پر پس رب تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے" جو کچھ کیا ہے اس واسطے کیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ رسوا کرے نافرمانوں کو۔

پھر بنونضیر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا سامان تم

ساتھ اُٹھا کر لے جاسکتے ہو لے کر یہاں سے خیبر چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ یہاں سے چلے گئے۔ اب ایک خاندان رہ گیا بنو قریظہ کا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ان یہودیوں نے بھی کسی مرحلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھ کا سانس نہیں لینے دیا۔ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ موقع پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں۔

طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی عجیب وغریب وصیت :

جلیل القدر بدری صحابی حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ یہودیوں کے محلے میں رہتے تھے۔ یہ بیمار ہو گئے اور بیماری بھی ایسی کہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اپنے گھر کے افراد اور برادری کو جمع کیا اور فرمایا تم دیکھ رہے ہو بیماری سخت ہے بچنا مشکل نظر آتا ہے میں نے تمھیں ایک وصیت کرنی ہے۔ سب نے کان کھڑے کیے کہ معلوم نہیں کیا وصیت کرنی ہے۔ فرمایا سنو! اگر میری وفات رات کو ہو جائے اور رات کو کفن دفن ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ہرگز میرے جنازے میں نہیں بلانا۔ سارے لوگ حیران ہوئے کہ عجیب وصیت ہے۔ سب کے ہوش وحواس اُڑ گئے۔ آپس میں باتیں کرنے لگ گئے۔ کسی نے کہا کہ مومن خالص نہیں ہے منافق ہے۔ کسی نے کہا نہیں پہلے تو مخلص تھا اب لگتا ہے کلمہ چھوڑ دیا ہے مرتد ہو گیا ہے۔ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔ یہ سن رہے تھے۔ فرمایا نہ منافق تھا اور نہ مرتد ہوا ہوں۔

مسئلہ: بیماری کی وجہ سے بعض اوقات ہوش وحواس ختم ہو جاتے ہیں، مختل ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی کلمہ زبان سے نکل جائے جو شریعت کے خلاف ہو تو شریعت اس پر فتویٰ نہیں لگاتی۔ بلکہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسی بات کو

سننے والا آگے بیان نہ کرے عوام سطحی ہوتے ہیں۔ پھر سننے والا کوئی دشمن ہوگا کوئی دوست ہوگا۔ دشمن کہے گا دیکھو! مرتے وقت کلمہ سے محروم ہوگیا۔ حالانکہ وہ بدحواس ہوچکا ہے۔ ہاں! ہوش وحواس قائم ہوں پھر جو آدمی زبان سے کلمۂ کفر نکالے گا وہ کافر ہوجائے گا۔ چاہے ٹھٹھے کے طور پر نکالے، چاہے اس کلمے پر راضی نہ ہو پھر بھی سب کے نزدیک کافر ہے، نکاح ٹوٹ گیا۔

تو خیر حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم سب کی گفتگو سن رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے اسلام دل سے قبول کیا ہے۔ منافق نہیں ہوں۔ الحمد للہ! اس وقت بھی ایمان پر قائم ہوں، ہوش وحواس بھی میرے قائم ہیں۔ یہ وصیت میں نے اس لیے کی ہے کہ میرے محلے میں اکثریت یہودیوں کی ہے اور یہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے منصوبے بناتے رہتے ہیں کہ رات کی تاریکی میں محمد رسول اللہ کو شہید کردو۔ میں یہ سعادت سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا جنازہ پڑھائیں لیکن میرے جنازے میں شرکت سے میرے محبوب کو تکلیف پہنچے یہ گوارہ نہیں ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ آنے کی وصیت محبت پر مبنی ہے۔ تو یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے منصوبے کئی مرتبہ بنائے۔

واقعۂ اِفک :

گزشتہ جمعہ تم نے سنا کہ بنو مصطلق میں جاتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا۔ ڈھونڈنے پر بھی نہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاش کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تلاش کیا نہ ملا۔ جب اُونٹ اُٹھایا تو دیکھا کہ نیچے ہار پڑا ہے۔

اس سفر سے واپسی پر ایک سنگین واقعہ پیش آیا۔اس کے متعلق سورہ نور میں دو رکوع ہیں۔اور بخاری شریف کی طویل روایت میں اس کی تشریح موجود ہے۔اس غزوے سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ایک جگہ پڑاوَ ڈالا۔صبح کی نماز پڑھ کر آگے سفر شروع کرنا تھا۔

نمازِ فجر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول اور اُمت کو دیر سے پڑھنے کا حکم :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔جونہی صبح صادق ہوئی پڑھا دیتے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ سارے کے سارے تہجد گزار تھے۔تہجد پڑھ کے فارغ ہوتے تو فجر کی نماز کے انتظار میں بیٹھ جاتے۔آج کتنے لوگ تہجد خوان ہیں؟تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو حکم دیا کہ:

اَسۡفِرُوۡا بِالۡفَجۡرِ فَاِنَّہٗ اَعۡظَمُ لِلۡاَجۡرِ

"فجر کی نماز خوب روشن کر کے پڑھو بے شک اس میں اجر زیادہ ہے۔"

یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی سہولت کے واسطے دیا ہے کہ سارے تو تہجد گزار نہیں ہوں گے کہ اذان کے بعد مسجد میں جمع ہو جائیں۔آج بھی اگر سارے لوگ جمع ہوں تو اندھیرے میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

الحمدللہ!رمضان شریف میں ہم اسی غلس (اندھیرے) والی روایت پر عمل کرتے ہیں کہ سحری کھا کے لوگ نماز کے لیے تیار ہوتے ہیں۔صبح صادق کے پانچ سات منٹ بعد ہم نماز شروع کرا دیتے ہیں۔اور رمضان المبارک کے علاوہ لوگ تیار نہیں ہوتے تو ہم دوسری حدیث پر عمل کرتے ہیں۔تو ہمارا طبقہ اپنے اپنے موقع پر

تمام احادیث پر عمل کرتا ہے۔

تو خیر سحری کا وقت ہوا۔ لوگوں نے نماز کی تیاری شروع کی۔ آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ہم نے نماز کے بعد سفر شروع کرنا ہے اور دوپہر کے وقت جا کر ٹھہریں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خیال فرمایا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ ہم نے دوپہر کے وقت جا کر ڈیرہ ڈالنا ہے تو میں بھی اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاؤں تا کہ راستے میں میری وجہ سے آپ ﷺ کو اور قافلے کو پریشانی نہ ہو۔ تو قضائے حاجت کے لیے دور چلی گئیں۔ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر چند قدم آئیں تو وہ ہار جو بڑی ہمشیرہ سے مانگ کر لائی تھیں اس کا دھاگا ٹوٹ گیا۔ مانگی ہوئی چیز امانت ہوتی ہے اس کی حفاظت ضروری ہوتی ہے۔ اگر اس میں کوئی کمی بیشی کرتا ہے تو خائن تصور ہوتا ہے۔ ہار گر گیا۔ اندھیرا ہے، ریت ہے، تلاش کرنے میں کافی وقت لگ گیا۔

ادھر جو لوگ ہَوْدَج کو اُٹھا کر اُونٹ پر رکھنے کے لیے مقرر تھے، وہ آئے۔ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وجود ہلکا پھلکا تھا، تیرہ سال عمر تھی، کیوں کہ ۵ھ کا واقعہ ہے، روٹی بھی کم ملتی تھی اور ہَوْدَج بھی وزنی تھا۔ اُٹھانے والے تکڑے تھے اُنھوں نے ہودج (کجاوا) اُٹھا کر اُونٹ پر رکھ دیا اور ان کو وہم بھی نہ ہوا کہ ام المومنین اندر نہیں ہیں۔ کسی کو خبر نہیں اور قافلہ چلا گیا۔ ام المومنین جب واپس آئیں تو دیکھا قافلہ جا چکا ہے۔ إنا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر متفکر ہوئیں کہ میں اب کیا کروں۔

مصیبت کے وقت اناللہ پڑھنا :

اور یاد رکھنا! مصیبت کے وقت انا للہ پڑھنا سنت سے ثابت ہے، مستحب ہے۔

ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مٹی کا دیا جلایا۔ تیز ہوا چلی، بجھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت عائشہ صدیقہ ہنس پڑیں۔ ان کے علم میں یہ تھا کہ اِنا للہ اس وقت پڑھا جاتا ہے جب کوئی مرتا ہے۔ کہنے لگیں حضرت! اِنا للہ کا کیا موقع ہے میں دوبارہ دیا جلا دیتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ! کُلُّ مَا یَسُوْءُ مسلم ہر چیز جو مسلمان کو تکلیف پہنچائے ایسے موقع پر اِنا للہ پڑھنا چاہیے۔ ٹھوکر لگ جائے تب، جیب سے پیسے گر جائیں تب، کوئی بھی پریشانی کی خبر آئے، صرف موت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چھوٹی موٹی تکلیف کیا شے ہے ہم سب اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں سب اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔

تو خیر جب واپس آئیں تو دیکھا قافلہ جا چکا ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے سوچا کہ میں کدھر جاؤں مجھے علم نہیں کہ اِدھر گئے ہیں کہ اُدھر گئے ہیں۔ ریتلا علاقہ تھا جہاں عموماً صبح کے وقت ہوا چلتی ہے اور پاؤں کے نشانات مٹ جاتے ہیں ریت اُوپر پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوعمری میں بھی بڑی سمجھ دی تھی۔ سوچا کہ مجھے کہیں جانا نہیں چاہیے۔ کسی اور طرف نہ نکل جاؤں یہیں ٹھہرنا چاہیے۔ جب کجاوے میں دیکھیں گے کہ میں نہیں ہوں تو ضرور واپس آئیں گے۔ بڑی عقل اور سمجھ کی بات تھی۔

ہوا چل رہی تھی ان کی آنکھ لگ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ تو نے قافلے کے پیچھے پیچھے رہنا ہے۔ گری پڑی چیز جو ہوگی، کسی کی ٹوپی گر جائے، کسی کی پگڑی، کسی کا جوتا گر جائے یا کوئی سامان رہ جائے وہ اُٹھانا ہے۔ ان کو قافلے کے پیچھے اس کام کے لیے رکھا ہوا تھا۔

جہاں قافلہ رکا تھا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک آدمی لیٹا ہوا ہے، چادر اُوپر پڑی ہوئی تھی زور سے چادر کھینچی کہ پتا نہیں کون ہے؟ دیکھا تو ام المومنین ہیں۔ کہ پردے کے حکم سے پہلے ان کو دیکھا ہوا تھا۔ پڑھا اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون۔ کہنے لگے ام المومنین ! کیا قصہ ہے؟ انھوں نے بتایا کہ میں قضائے حاجت کے لیے گئی تھی ہار کا دھاگا ٹوٹ گیا موتیوں کی تلاش میں دیر ہوگئی واپس آئی تو قافلہ جا چکا تھا مجھے راستے کا علم نہیں تھا۔ حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ نے اپنا اُونٹ بٹھایا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اُونٹ کی نکیل پکڑی اور چپ چاپ چل پڑے راستے میں کوئی بات نہیں کی۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق عین دوپہر کے وقت جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا وہاں پہنچ گئے۔

راستے میں کسی کو علم نہیں ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کجاوے (ہودج) میں نہیں ہیں۔ اگر اطلاع ہوتی تو آنحضرت ﷺ کبھی چھوڑ کر نہ جاتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خبر ملتی کبھی نہ چھوڑ کر جاتے۔ یہ جب قافلے کے قریب پہنچے اُونٹ بٹھایا ام المومنین نکلیں۔ سب نے دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟ اُم المومنین نے ساری بات سنادی کہ میں قضائے حاجت کے لیے گئی تو وہاں ہار کا دھاگا ٹوٹ گیا موتیوں کے تلاش کرنے میں دیر ہوگئی، واپس آئی تو قافلہ جا چکا تھا۔ میں وہاں لیٹ

گئی یہ پیچھے سے آئے اُونٹ بٹھایا سوار کر کے تمھارے پاس پہنچا دیا۔

رئیس المنافقین کی یاوہ گوئی :

اتفاق کی بات ہے کہ اس قافلے میں عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین بھی شامل تھا جو ایسی باتوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ کہنے لگا یہ پیچھے کسی اچھے ارادے سے نہیں رہی صفوان بن معطل کے ساتھ (نقل کفر کفر نہ باشد) تعلقات اچھے نہیں تھے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر اس نے بڑے زور شور کے ساتھ گلی گلی، محلے محلے میں یہ پروپیگنڈہ کیا۔ منافق تو منافق تین مخلص مسلمان بھی اس غلط پروپیگنڈے میں آ گئے۔

مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہنے لگے نوعمری کے زمانے میں ایسی نادانیاں ہو جاتی ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ دوسرے حضرت مسطح بن اثاثہ بدری صحابی ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ فقیر محتاج آدمی تھے ان کو خرچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دیتے تھے۔ اس نے بھی کہہ دیا کہ نوعمری کا زمانہ ہے اور نوعمری میں بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اور تیسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ ان تین کے علاوہ باقی مسلمان واقعہ کا انکار کرتے تھے۔ لیکن بلا دلیل کھل کر صفائی بھی نہیں بیان کر سکتے تھے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ایک مہینہ پریشان رہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالتِ زار :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے جب میں بیمار ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ بیٹھتے، شفقت اور نرمی سے دریافت کرتے کیا ہوا ہے؟ کس چیز کو جی چاہتا ہے۔

لیکن اس دفعہ مجھے بخار ہوا ہے سفر کی مشقت سے۔ آپ ﷺ آتے ہیں بس اتنا پوچھ کر چلے جاتے ہیں کہ تیرا کیا حال ہے؟ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کرتے۔ حالانکہ بخار کی وجہ سے میں اتنی کمزور ہو چکی ہوں کہ میرے لیے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ اُمِّ مِسطح آئیں تو میں نے کہا دادی جی! میرا خیال ہے کہ عشاء کے بعد تھوڑی سی چہل قدمی کروں۔ دیکھتی ہوں کہ چل سکتی ہوں یا نہیں۔ اُنھوں نے کہا بیٹی! تو بہت کمزور ہے نہ چل۔ کہنے لگیں دادی جی! تم بھی ساتھ ہو اور ایک عورت انصار کی بھی۔ اگر میں گر گئی تو تم اُٹھا لو گی۔

اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدینہ طیبہ میلوں میں پھیل گیا ہے۔ اُس وقت اتنی آبادی نہیں تھی۔ مسجد نبوی سے آگے صرف چار مکان ہوتے تھے باقی جگہ خالی ہوتی تھی۔ جنت البقیع کی طرف باہر نکلیں۔ چلتے چلتے اُمِّ مِسطح کو ٹھوکر لگی اور گر گئیں۔ زبان سے نکلا تَعِسَ مِسْطَح "مسطح کا ناس ہو جائے۔" بیٹے کے متعلق کہا مر جائے، تباہ ہو جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا دادی جی! گری تم خود ہو اور بددعا بیٹے کو دیتی ہو اس کا کیا قصور ہے؟ فرمانے لگیں بیٹی! جانے دو ایسے بیٹے مر ہی جائیں تو بہتر ہے۔

فرمایا دادی جی! بات کیا ہے؟ کہنے لگیں جن لوگوں نے آپ پر الزام لگایا ہے ان میں مسطح بھی شامل ہے۔ پوچھا دادی! مجھ پر کیا الزام لگایا گیا ہے؟ فرماتی ہیں کہ جب اُنھوں نے قصہ سنایا تو میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ میں نے کہا دادی جی! کیا اس بات کا علم آنحضرت ﷺ کو بھی ہے؟ فرمایا ہاں! ان کو علم ہے۔ ابا جی کو

بھی؟ فرمایا ہاں۔ والدہ کو بھی؟ فرمایا ہاں! کوئی گھر مدینہ طیبہ میں ایسا نہیں ہے جس میں یہ خبر نہ پہنچی ہو۔

فرماتی ہیں کہ میں اتنا روئی کہ میرا جگر پارا پارا ہو گیا کہ مجھ پر یہ الزام ہے۔ فرماتی ہیں ساری رات روتے روتے گزر گئی۔ رونا اتنی دیر بھی نہ رکا جتنی دیر سرمہ لگانے پر لگتی ہے۔

صبح ہوئی میں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی کہ میں اپنے والدین کے گھر جا سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جا سکتی ہے۔ یہ اجازت میں نے اس لیے مانگی کہ جا کر دریافت کروں کہ واقعی یہ بات ہوئی ہے اور تمہارے علم میں ہے۔ جب پہنچی تو دیکھا والد بھی پریشان، والدہ بھی پریشان تھیں۔

میں نے والدہ سے کہا امی جان! آپ نے کوئی ایسی بات میرے متعلق سنی ہے؟ فرمایا ہاں! سب کے علم میں ہے۔ میں نے رو کر کہا امی جان میری صفائی دو۔ فرمایا میری صفائی کا کیا فائدہ؟ لوگ کہیں گے مائیں صفائی دیا کرتی ہیں۔

ابا جی سے کہا تم صفائی دو۔ فرمایا بیٹی! میری صفائی کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ میں تیرا باپ ہوں لوگ کہیں گے باپ اپنی بیٹیوں پر پردہ ڈالا کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں میں بہت روئی۔ والدہ نے کہا بیٹی! جس گھر میں زیادہ عورتیں ہوں اور ایک بیوی کی طرف خاوند کی توجہ زیادہ ہو اور پھر ہو بھی نوجوان اور خوب صورت تو دوسری بڑا کچھ کیا کرتی ہیں۔ والدہ سمجھی کہ شاید ازواج مطہرات میں سے کسی نے چکر چلایا ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

حضور ﷺ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو :

میں نے واپس آکر آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ حضرت! اس طرح کی افواہ جو میں سن رہی ہوں کیا وہ آپ کے علم میں بھی ہے؟ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوْءًا اَوْ ظَلَمْتِ فَتُوْبِيْ اِلَى اللهِ فَاِنَّ اللهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهٖ "اگر تجھ سے کوئی بُرا کام ہو گیا ہے یا تو نے کوئی گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے وَاِنْ كُنْتِ بَرِيَّةً فَيُبَرِّءُكِ الله اور اگر تو پاک ہے تو اللہ تعالیٰ تمھاری پاکیزگی بیان کرے گا۔"

فرماتی ہیں جب میں نے پہلا جملہ سنا کہ گناہ گار ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔ تو نہ پوچھو اس وقت میری کیا حالت تھی۔ میں نے کہا حضرت! آپ بھی اس چکر میں آگئے ہیں خدا گواہ ہے میرے اندر کوئی عیب نہیں ہے۔

دوسرا جملہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے اگر بَری ہے تو اللہ تعالیٰ تیری برأت کرے گا۔

میں بَری ہوں۔ ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ مجھے بَری کر دے گا۔ اور میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ خواب کے ذریعے آپ ﷺ کو اشارہ ہو جائے گا۔ یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میری برأت میں قرآن نازل ہوگا اور وہ آیتیں قیامت تک پڑھی جائیں گی۔

اسی اثنا میں آپ ﷺ نے اپنی لونڈی بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا تو گھر

میں رہتی ہے تو نے کوئی ایسی بات اس میں دیکھی ہو۔ کہنے لگیں قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے اس میں ایسی بات نہیں دیکھی کہ جس میں عیب لگا سکوں۔ سوائے اس کے کہ ابھی بچی ہے آٹا گوندکر رکھتی ہے ڈھکتی نہیں ہے بکری آ کر کھا جاتی ہے۔ اس ناتجربہ کاری کے علاوہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا علی! تم نے بھی یہ بات سنی ہے تیرا کیا خیال ہے کیا کرنا چاہیے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جملہ غیر محتاط زبان سے کہہ دیا اگرچہ دل صاف تھا۔ حضرت! ہم نے اس کے خلاف کوئی بات نہیں سنی اور گھر میں عورتوں سے آپ پوچھ سکتے ہیں وہ بھی گواہی دیں گی۔ لیکن اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے

اَلنِّسَآءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ "اس کے علاوہ عورتیں اور بڑی ہیں۔"

یہ غیر محتاط جملہ تھا بدنیتی نہیں تھی۔ مگر جملہ موقع محل کے مطابق نہیں تھا۔ اس جملے کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساری زندگی نہیں بھولیں۔ کیوں کہ بات کا فرق ہوتا ہے۔ پہلی بات صفائی کی تھی کہ حضرت! لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا "ہم خیر کے سوا اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔" دوسری بات کہ آپ پریشان نہ ہوں عورتیں اور بہت ہیں۔ یہ جملہ غیر محتاط تھا۔

برأتِ عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن کی آیات سے :

تو خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ فرمایا میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ میری بیوی میں کوئی عیب نہیں ہے۔ باقی قطعی بات اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں اپنی

تسلی کر چکا ہوں۔ آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان جن کا نام زینب تھا وہ بھی موجود تھیں اور عورتیں بھی موجود تھیں کہ آپ ﷺ کو پسینہ آنا شروع ہو گیا۔ اور احادیث میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ کو پسینہ آ جاتا تھا۔ جب کچھ پسینہ دور ہوا تو فرمایا عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تیری برأت کا اعلان کر دیا ہے اور دو رکوع تیری صفائی میں نازل فرمائے ہیں اور مومنوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جب تم نے یہ بات سنی تھی فوراً کہنا چاہیے تھا

سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ "تیری ذات پاک ہے یہ بہتان ہے بہت بڑا۔"

فرمایا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ کس ذات کے متعلق باتیں کر رہے ہو؟ یہ پیغمبر کی بیویاں ہیں اور ان پر الزام لگانا آپ ﷺ کی ذات پر الزام لگانا ہے۔ کیوں کہ اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ "گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَ الطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ [النور:۲۶] اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے۔" تم نے نہ پیغمبر کے مقام کو سمجھا نہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقام کو سمجھا اور نہ ان کے والد محترم کے مقام کو سمجھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی تمھیں نصیحت ہے: اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ اَبَدًا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ [النور:۱۷] "کہ پھر کبھی ایسی بات نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔"

اللہ تعالیٰ کی برأت کے بعد آپ ﷺ نے ان کو بلایا۔ ان میں جو مخلص تھے ان کو اسّی اسّی کوڑے مارے۔ حضرت حسان بن ثابت کو بھی اسّی کوڑے لگے، مسطح بن اثاثہ کو بھی اسّی کوڑے لگے، حمنہ بنت جحش کو بھی اسّی کوڑے لگے۔

اگر سزا سخت تو ثبوت کے لیے طریقہ کار بھی سخت :

اور یاد رکھنا! ہم غافل لوگ ہیں ہماری زبانیں بڑی چلتی ہیں۔ بے سوچے سمجھے جو منہ میں آیا کہہ دیا۔ حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر چار آدمی کسی کو آنکھوں سے زنا کرتا دیکھیں۔ پھر ان میں سے ایک آدمی دعویٰ کرے، مدعی بنے زنا کا اور کہے کہ یہ تین گواہ ہیں کہ اس آدمی نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ شریعت کہتی ہے کہ ان چاروں کو اسی اسی کوڑے مارو۔ کیوں کہ مدعی کے علاوہ چار گواہ ہونے چاہئیں۔ اگر گواہ چار نہ ہوں تو یہ بہتان تراشی کے زمرے میں آئیں گے فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ [النور: ۱۳] "پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ "اور یہی لوگ فاسق ہیں۔" وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا [آیت: ۴] "اور نہ قبول کرو ان کی گواہی کبھی بھی۔"

یہ ان کو کہا جا رہا ہے جنھوں نے آنکھوں سے دیکھا ہو۔ یہاں تو معمولی معمولی بات پر لوگ الزام تراشیاں کرتے رہتے ہیں۔ فلاں فلاں کے ساتھ آتا جاتا ہے۔ فلاں فلاں سے بات کر رہا تھا۔ ایک آدمی بھی دیکھے تو کہتا ہے میں بالکل سچا ہوں۔ اگر چار عینی گواہ نہ پیش کرے تو قرآن کی زبان میں جھوٹا ہے اس کو اسی کوڑے لگیں گے۔ اگر سزا سخت ہے تو زنا کے ثبوت کے لیے طریقہ کار بھی بڑا سخت ہے۔

تشکرِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خدا کے حضور میں :

جب اُمّ المومنین کی اللہ تعالیٰ نے صفائی بیان فرمائی تو والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا اُٹھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر۔ تو کہنے لگیں

میں اپنے رب کا شکریہ ادا کروں گی جس نے میری صفائی دی ہے اور سجدے میں گر گئیں۔

پدرِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جلال میں، جمال میں :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اُٹھائی کہ میں آئندہ مسطح بن اثاثہ پر خرچ نہیں کروں گا۔ کیوں کہ ان کا وظیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دیتے تھے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ [آیت:۲۲] "اور قسم نہ اُٹھائیں فضیلت والے لوگ تم میں سے اور وسعت والے اس بات کی کہ وہ نہ دیں گے قرابت داروں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو اور چاہیے کہ معاف کر دیں اور چاہیے کہ درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے تمھاری لغزشوں کو اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بَلْ نُحِبُّ "اے پروردگار! ہم بخشش کو پسند کرتے ہیں۔" پہلے سے ڈبل وظیفہ دیا کروں گا۔

بے شک منافقوں نے یہ طوفان اُٹھایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے لیے دو رکوع نازل فرمائے اور قیامت تک یہ صفائی لوگ پڑھتے اور بیان کرتے رہیں گے۔

غزوۂ احزاب

خطبہ جمعۃ المبارک ۹ر شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد۔۔۔

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا

[سورۃ الاحزاب، آیت:۹؛ پارہ۲۱]

تمہید :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اُسوۂ حسنہ کا مضمون چلا آرہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں جتنے پیغمبر بھیجے، سب کے سب برحق اور سچے پیغمبر تھے اور اپنی اپنی قوم کے لیے بہترین نمونہ تھے۔

عمل اور عبادت وہ قبول ہے جو خدا رسول کے حکم کے مطابق ہو :

اور اللہ تعالیٰ کو وہی عمل منظور اور مقبول ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے اپنی مخلوق کو بتایا۔ اپنی مرضی سے کوئی آدمی نیکی کرے اس کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ چاہے اس میں کتنا ہی اخلاص ہو۔ اگر کوئی مومن آدمی بڑے اخلاص کے ساتھ عین سورج کے طلوع کے وقت نماز پڑھنا شروع کردے اس ارادے سے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہوجائے اور اسی طرح نماز پڑھے جیسے آگے پیچھے (نماز کے اوقات میں) پڑھتا ہے۔ یعنی اللہ اکبر سے شروع کرے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر

ختم کرے۔ کپڑے بھی پاک ہوں، کھڑا بھی پاک جگہ پر ہو، نیت بھی صاف ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ یقین جانو! اس کو گناہ تو ہو گا ثواب نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور جب عین سر پر ہو اور غروب کے وقت عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے واسطے سے ہمیں یہ بات بتا دی ہے۔ نماز اپنے وقت میں پڑھتا، اجر تھا، ثواب تھا، درجہ تھا۔ ان اوقات میں پڑھنے سے گناہ ہے ثواب نہیں ہے۔ تو اپنی مرضی سے کوئی نماز پڑھے گا تو مجرم ہو گا۔ سمجھانے کے لیے میں نے نماز کی مثال دی ہے ویسے تم ہر عبادت کو اسی طرح سمجھو کہ رب تعالیٰ کے پیمانے کے مطابق ہو گی تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

رمضان المبارک کے روزے انتیس یا تیس ہوتے ہیں۔ عید کا چاند نظر آیا تو روزے ختم ہو گئے۔ عید کے دن اگر کوئی آدمی بڑے اخلاص کے ساتھ روزہ رکھے گا تو وہ روزہ مردود ہو گا، گناہ ہو گا ثواب نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ عبادت کا ایک پیمانہ اور نمونہ ہے، معیار ہے۔ اس کے مطابق ہو گی تو اجر ہے، ثواب ہے۔ اگر اس کے مطابق نہیں ہو گی تو قبول نہیں ہو گی چاہے نماز ہو، روزہ ہو، منہ پر مار دی جائے گی۔ نفلی نماز صبح صادق کے بعد پڑھتا ہے یا عصر کی نماز کے بعد پڑھتا ہے۔ جائز نہیں ہے۔

تو خیر جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے اپنی اپنی امتوں کے لیے بہترین نمونہ تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ساری کائنات کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے واقعات ولادت باسعادت سے لے کر نبوت تک اور نبوت ملنے کے بعد نبوت سے لے کر ہجرت کے چوتھے سال کے آخر تک کے حالات آپ خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں۔ اب ۵ھ کے واقعات،

غزوات، سیرت کے سلسلے میں بیان ہوں گے۔

ہجرت کے وقت مدینہ میں رہنے والی قومیں :

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں اصولی طور پر دو قومیں آباد تھیں۔ ایک مشرک قوم تھی، لات، منات، عزّٰی کے پجاری۔ ان کے دو خاندان تھے، اوس اور خزرج۔ یہ لوگ ان پڑھ اور مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ کھیتی باڑی کرنے والے تھے۔ دوسری قوم یہود کی تھی۔ ان کے تین خاندان تھے۔ بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ۔ یہ پڑھے لکھے مال دار لوگ تھے۔ تجارت ان کے پاس تھی، سیاست ان کے پاس تھی۔ مدینہ منورہ اور آس پاس کی بستیوں پر یہ لوگ عرصہ دراز سے چھائے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ طیبہ تشریف لانا سب سے زیادہ یہود کو ناگوار گزرا کہ وہ سمجھ گئے کہ ان کے تشریف لانے کے بعد ہمارا علمی اور سیاسی وقار قائم نہیں رہ سکے گا۔ کیوں کہ حقیقی علم اور سچی سیاست والے آ گئے ہیں۔

جب تک لوگوں نے اصل چیز نہ دیکھی ہو نقل کو ہی اصل سمجھتے رہتے ہیں۔ اصل کے آنے کے بعد نقل کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ان کے جو خدشات تھے سچ مچ صحیح ثابت ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد ہی لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ سچا اور صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور اس کے صحابہ کے پاس ہے۔ اور یہود کے پاس نری ہیرا پھیری ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اوس و خزرج کے لوگ دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہود میں سے بہت تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے، برائے نام۔ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی یہود نے حق کو قبول نہیں کیا۔

یہود کے ہاتھوں انبیاء کا قتل ناحق :

یہ بڑی ضدی اور ہٹ دھرم قوم ہے۔ دنیا میں ایسی ضدی اور ہٹ دھرم قوم پیدا ہی نہیں ہوئی۔ جرائم کو جانتے ہوئے اور سمجھتے ہوئے کرتے تھے۔ قرآن کریم میں ان کے بہت سارے جرائم بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں ایک جرم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ [البقرہ:٦١] "اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو ناحق۔" نبی کو نہ ماننے والا قتل کرے سمجھ میں آتا ہے کہ نہیں مانا، دشمن تھا، قتل کر دیا۔ نبیوں کا ماننے کا دعویٰ بھی کریں اور پھر قتل بھی کریں۔ کتنا سنگین جرم ہے؟

یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ :

یحییٰ علیہ السلام کو اس وقت کے یہودی حاکم نے قتل کیا جو یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا نبی مانتا تھا۔ محض اس واسطے کہ اُنھوں نے اس کو ناجائز کام سے منع کیا تھا۔ وقت کے بادشاہ نے اپنی سگی بھانجی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ یحییٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے غلط بات پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ اس کے دربار میں جا کر سمجھایا۔ فرمایا دیکھ! تو بادشاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے طاقت وقوت دی ہے۔ تیرے پاس فوج ہے۔ لیکن یاد رکھ! یہ کام جو تو نے کیا ہے از روئے شریعت بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون میں جائز نہیں ہے۔

اگر اُس میں انصاف ہوتا، دیانت ہوتی تو کہتا آپ میرے پاس تشریف لائے ہیں میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ پیغمبر میرے پاس چل کر آیا ہے۔ حضرت بڑی غلطی ہوئی ہے میں ابھی توبہ کرتا ہوں اور اس کو الگ کر دیتا ہوں۔ انصاف کا تقاضا تو

یہ تھا لیکن وہ بگڑ گیا۔ اُس نے سمجھا کہ اس نے وزیروں اور مشیروں کے سامنے میری توہین کی ہے۔ یحییٰ علیہ السلام کو کہنے لگا جا اپنا کام کر تو کون ہوتا ہے مجھے سمجھانے والا، میں بادشاہ ہوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک تو بادشاہ ہے مگر میں اس قوم کا پیغمبر ہوں میرا فرض ہے حق بات سمجھانا۔ اس نے جلاد کو بلا کر یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرا دیا۔

اتنی بڑی ظالم اور مجرم قوم کہ نبیوں کو ماننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور مرضی کے خلاف بات ہو تو قتل بھی کرتے ہیں۔

یہود کی ایک عظیم الشان سازش :

تو یہودِ مدینہ نے سمجھا کہ اس شخص کی آمد ہمارے واسطے انتہائی خطرناک ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ خیبر کے تین یہودی ابورافع سلام بن ابی الحقیق، حُیَیّ بن اخطب، کنانہ بن ربیع۔ یہ ان کے مذہبی اور سیاسی پیشوا تھے۔ یہ مکہ مکرمہ پہنچے۔ مکے والوں کو انھوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے نہ ہمارا دین رہنے دیا ہے نہ تمھارا دین۔ ہماری عزت بھی خاک میں ملا دی اور تمھاری عزت بھی خاک میں ملا دی۔ مشترکہ دشمن کو ختم کرنا ہمارا فریضہ ہے۔ مشرکین کے جذبات تو پہلے سے ہی مشتعل تھے یہود نے جلتی پر تیل ڈال دیا اور قریش مکہ کو اُکسایا اور ان کے مذہبی جذبات اُبھارے اور آنحضرت ﷺ کے خلاف لڑنے کا منصوبہ بنایا۔ پھر یہ قبیلہ بنو غطفان، قبیلہ بنو سُلَیم، قبیلہ بنو اسد، قبیلہ بنو عمرو وغیرہ مختلف قبیلوں کے پاس گئے اور تمام قبیلوں کو اسلام کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا۔

پھر ان کی چالاکی دیکھو! کہنے لگے ہم نے کمان نہیں کرنی۔ ہم تمھارے

ماتحت ہوں گے کمان تمھاری ہوگی۔ ابوسفیان اس بات پر بڑے پھولے، اُس وقت کافر تھے، کہ عرب تو پہلے ہی مجھے مانتے ہیں اب یہود نے بھی میری سرداری مان لی ہے۔ بعض لوگ عہدوں کے بڑے خواہش مند ہوتے ہیں۔

غزوۂ احزاب :

نتیجہ یہ ہوا کہ ۵ھ ۸ ذوالقعدہ کو مدینہ طیبہ کے قریب ہزاروں کی تعداد میں فوجیں پہنچ گئیں۔ مدینہ طیبہ والے بے خبر تھے۔ کچھ چرواہوں اور کچھ تاجروں نے مدینہ طیبہ پہنچ کر بتایا کہ بڑی فوج آرہی ہے۔ ڈھول بج رہے ہیں، نیزے، تلواروں کی بڑی مشقیں ہو رہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تحقیق حال کے لیے آدمی بھیجے کہ تجارتی قافلہ ہے یا واقعی لڑنے کے لیے آرہے ہیں۔ چنانچہ ساتھیوں نے آکر بتایا کہ واقعی بڑا لشکر ہے اور مدینہ طیبہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ " اور آپ ان ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کریں۔" فوراً مسجد نبوی میں اجلاس بلایا کہ مشورے میں برکت ہے۔ کم از کم اچھی بات تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ کوئی بات کسی کے ذہن میں ہوتی ہے کوئی کسی کے ذہن میں اور خامیاں، خوبیاں سامنے آتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فوجیں قریب پہنچ چکی ہیں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبات دیکھے تو بڑے خوش ہوئے۔ اُس وقت کا مسلمان مسلمان ہوتا تھا۔ آج کل کے مسلمانوں کا حال تو تمھارے ہمارے سامنے ہے۔

دنیا سے محبت اور موت سے کراہت کا نتیجہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ ایک وقت آئے گا مسلمانوں کی حیثیت کَغُثَاءِ السَّيْلِ سیلاب کی جھاگ اور تنکوں کی طرح ہوگی کہ پانی ان کو بہا کر لے جاتا ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں سے تمھارا رعب نکال دے گا۔ اب دیکھو! وہی حالت ہے کہ نہیں۔ اس وقت اسرائیل کی آبادی پچاس لاکھ ہے اور تنہا پاکستان کی آبادی ساڑھے آٹھ کروڑ ہے۔ عربوں کی تعداد ساڑھے بارہ کروڑ پچاس لاکھ ہے۔ مسلمانو! اسرائیل تمھیں کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ عراق میں جا کر اُنھوں نے سب کچھ اُڑا دیا ہے۔ اگر اس کے دل میں کچھ بھی رعب ہوتا تو کبھی یہ جرأت نہ کرتا۔ دوسروں کو بھی وہ دھمکیاں دے رہا ہے۔ پاکستان کو بھی اس نے دھمکی دی ہے کہ تم بھی خبردار رہو۔ حیرانگی کی بات ہے کہ ایسے حالات کے ہوتے ہوئے بھی مسلمان سوئے ہوئے ہیں۔ اتنی غفلت مسلمانوں میں نہیں ہونی چاہیے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں ان کا رعب ڈال دے گا۔ تمھارا ان پر کوئی رعب نہیں ہوگا اور تعداد میں بھی تم زیادہ ہو گے۔ دیکھو! ساڑھے بارہ کروڑ عربوں کے سامنے تن تنہا پچاس لاکھ دندناتا پھر رہا ہے اور من مرضی کی کارروائیاں کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! اس وقت کیا وجہ ہوگی کہ مسلمانوں کی یہ حالت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَفِيْكُمُ الْوَهْنُ "تمھارے اندر وھن کی بیماری ہوگی وَمَا الْوَهْنُ يَارَسُولَ اللهِ ﷺ! یا رسول اللہ! وھن کیا چیز ہے؟ فرمایا حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ تمھارے اندر دنیا کی محبت آجائے گی اور

موت سے ڈرو گے۔" یہ دو بیماریاں تمہارے اندر ہوں گی۔ آج دیکھو! دن ہے، رات ہے، طوفان ہے، بارش ہے، دیس ہے، پردیس ہے، دنیا کے پیچھے ہی بھاگے پھر رہے ہیں۔ ان بیماریوں کے ہوتے ہوئے بڑا کچھ ہونا ہے۔

ابھی تو ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

ابھی بڑے مراحل ہیں۔ دنیا کی بدترین اور ضدی قوموں میں یہود سرفہرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبروں کو شہید کرنے والے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے خندق کھودی گئی :

تو ان یہودیوں نے عرب کے قبیلوں کو جنگ پر آمادہ کیا اور مدینہ طیبہ کے قریب تک پہنچا دیا۔ قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ چوبیس پچیس ہزار کے قریب فوج تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تین ہزار مسلمان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لشکر کفار بالکل قریب ہے۔ فوری طور پر تیاری بہت مشکل ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں کوئی رائے ہے تو اپنی رائے دے کہ مدینہ طیبہ بھی محفوظ رہے اور ہم بھی ان کی زد سے محفوظ رہیں اور ان کو نقصان پہنچائیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایرانی نسل کے تھے۔ مجوسی تھے، پھر عیسائی ہوئے اور بکتے بکاتے مدینہ طیبہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ بڑے تجربہ کار تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی۔ بعضوں نے ساڑھے تین سو سال بھی لکھی ہے۔ لیکن دیکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ ان کی عمر پچاس ساٹھ سال

کے لگ بھگ ہوگی۔ کہنے لگے حضرت! میری رائے بھی سن لیں۔ ہمارے ایران میں اگر کسی شہر پر دشمن کے حملے کا خطرہ ہوتا تھا تو ہم شہر کے اردگرد خندق کھود لیتے تھے تاکہ دشمن خندق پار کر کے اندر نہ آسکے۔ ہوائی جہاز تو ہوتے نہیں تھے کہ کوئی ہوائی حملہ کر سکے اور نہ توپیں ہوتی تھیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے منظور کر لی گئی اور اس منصوبے پر عمل شروع ہو گیا۔

مدینہ طیبہ کی تین اطراف میں مکانات اور باغات تھے جو شہر پناہ کا کام دیتے تھے۔ صرف مغرب کی طرف والا رخ کھلا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس آدمیوں کو چالیس چالیس گز کا ٹکڑا کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بیس دنوں میں متبرک ہاتھوں سے یہ خندق مکمل کر لی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے۔ اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد، لاد کر پھینکتے تھے اور جوشِ محبت میں زبانوں سے کہہ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

"ہم وہ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد پر بیعت کی ہے۔ جب تک زندہ رہیں گے ہمیشہ۔"

اَللّٰھُمَّ انه لَا خیر اِلَّا خَیر الاٰخِرۃ
فَبَارِكْ فِیْ الْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃ

پتھر کھودتے کھودتے اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ سخت چٹان ہے ہمارے سے ٹوٹ نہیں رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تین دن کا فاقہ تھا اور پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

دست مبارک سے پھاوڑا مارا (کدال ماری) تو چٹان خاک ہوگئی۔

حُیَیْ بن اَخطب یہودی کے اُکسانے پر بنوقریظہ بھی عہد توڑ کر قریش مکہ کے ساتھ ہوگیا کہ سب مل کر ان مشترکہ دشمنوں کا خاتمہ کردیں۔ چنانچہ قریش مکہ بڑے زوروشور کے ساتھ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوئے۔ خندق کو عبور نہیں کرسکتے تھے دور دور سے تیر برساتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کے مختلف حصوں میں فوجیں تقسیم کردیں تھیں جو قریش مکہ کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ایک حصے کی کمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کررہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عبدِ وَد کا مقابلہ :

عرب کا مشہور بہادر عمرو بن عبدِ وَد جو ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا غزوہ بدر میں زخمی ہوکر واپس چلا گیا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدلہ نہیں لوں گا سر میں تیل نہیں ڈالوں گا۔ اس نے آگے بڑھ کر للکارا کہ میرا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر کہا "میں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں! میں جانتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دستِ مبارک سے تلوار عنایت فرمائی، سر پر عمامہ باندھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدل تھے۔ عمرو گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔ آگے بڑھ کر وار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈھال سے وار کو روکا اور عمرو پر وار کیا۔ تلوار کندھا کاٹتے ہوئے نیچے چلی گئی۔ اللہ اکبر! کا نعرہ مارتے ہوئے فتح کا اعلان کیا۔

نعیم بن مسعود اشجعی کا کارنامہ :

حملے کا یہ دن بڑا سخت تھا۔ سارا دن لڑائی رہی۔ کفار ہر طرف سے تیر اور پتھروں کا مینہ برسا رہے تھے۔ یہی دن تھا کہ آنحضرت ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔

نُعَیم بن مسعود اشجعی غطفانی رئیس تھے۔ قریش اور یہود دونوں ان کو مانتے تھے۔ یہ اسلام لا چکے تھے لیکن ان کے اسلام کا کفار کو علم نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں مسلمان ہو گیا ہوں مگر میری قوم کو میرے ایمان لانے کا علم نہیں ہے۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں جانثاری کے لیے حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تجھ سے کچھ ہو سکے تو کرو۔ جنگ تو داؤ گھات کا نام ہے۔

پس نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں سے اُٹھ کر یہودِ بنو قریظہ کے پاس گئے اور کہا اے بنو قریظہ! میرے تمھارے ساتھ جو تعلقات ہیں ان کو تم جانتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں خوب معلوم ہے اور ہمیں تیری طرف سے کوئی شبہ نہیں ہے۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم میری بات کو غور سے سنو اور سمجھو۔ یہ قریش اور غطفان بڑی تیاری کر کے محمد ﷺ کے ساتھ لڑنے آئے ہیں اور تم نے بغیر سوچے سمجھے ان کی مدد کی ہے۔ ان کا حال تمھاری طرح کا نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ لوگ پردیس کے رہنے والے ہیں اور تم اس شہر کے رہنے والے ہو۔ تم مال، اولاد چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ اگر قریش و غطفان کو فتح ہو گئی تو جو ان کے ہاتھ آئے گا لوٹ مار کر کے چلے جائیں گے۔ اور اگر لڑائی ان کے حق میں نہ ہوئی اور انھوں نے سمجھا کہ ہم ناکام ہو رہے ہیں تو

فوراً اپنے اُونٹوں پر سوار ہو کر اپنے شہروں کو چلے جائیں گے۔ پھر یہاں یہ شخص اور تم اکیلے رہ جاؤ گے اور اس شہر میں اس کے متبعین غالب ہیں۔ اور تم ان کا مقابلہ نہ کر سکو گے اور نہ تمہارے اندر ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ لڑائی میں شامل ہونے سے پہلے تم ان کو کہو کہ اپنے شرفاء کے چند لوگ تمہارے ہاں بھیج دیں۔ تاکہ وہ لوگ تمہارے قبضے میں رہیں۔ تاکہ جنگ کے فیصلے تک وہ کہیں جا نہ سکیں۔ یہود بنو قریظہ نے کہا واہ! واہ! تم نے بڑی عمدہ رائے دی ہے۔

پھر نعیم رضی اللہ عنہ یہاں سے اُٹھ کر قریش کے پاس گئے۔ ابو سفیان اور اہم اہم ساتھیوں کو جمع کر کے کہا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میری تمہارے ساتھ کتنی محبت اور دوستی ہے۔ میرے تک ایک بات پہنچی ہے۔ میں تمہاری خیر خواہی میں اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں لیکن تم لوگ اس کو میرے حق میں مخفی رکھنا۔ قریش نے کہا آپ مطمئن رہیں۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گروہِ یہود اپنی حرکت پر نادم ہے اور خفیہ طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں اپنی حرکت یعنی معاہدے کی خلاف ورزی پر بڑی ندامت ہوئی ہے اور ہمیں اس کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آئی کہ جس کے ذریعے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر سکیں۔ مگر یہ کہ ہم قریش و غطفان کے کچھ شرفاء کو کسی تدبیر سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیں۔ تاکہ آپ ان کی گردنیں اُڑا دیں۔ پھر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر باقیوں کے خلاف لڑیں گے۔ اس طرح آپ ہماری خطا معاف کر دیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی ہے۔ لہٰذا میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اگر یہود بدکار تمہارے سے مطالبہ کریں تو تم ایک آدمی بھی نہ دینا۔ پھر اپنے قبیلہ غطفان کو یہی بات جا کر بتلائی۔

اگلے دن قریش اور غطفان کے چند اشراف کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل کو بھیجا کہ ہم لوگ یہاں بے سروسامان پڑے ہیں یہاں ہمارے جانوروں کے لیے چارے اور دانے کا بھی انتظام نہیں ہوسکتا اور ہمارے گھوڑے اور جانور بہت تباہ ہو چکے ہیں۔ اب زیادہ تاخیر نہیں ہوسکتی کل قلعوں سے نیچے اُترو تا کہ ہم مل کر ان پر حملہ کر کے فیصلہ کریں۔

جب عکرمہ نے یہ پیغام پہنچایا تو یہود نے جواب دیا کہ کل ہفتہ کا دن ہے اس میں ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ ہمارے بڑوں میں سے ایک گروہ نے خلاف ورزی کی تھی جس کے نتیجے میں ان کو بندر اور خنزیر بنایا گیا تھا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم تمھارے ساتھ مل کر محمد ﷺ کے خلاف اس وقت تک نہیں لڑیں گے جب تک تم ہمیں اپنے اشراف میں سے کچھ آدمی نہیں دو گے۔ وہ ہمارے قبضے میں رہیں گے۔ کیوں کہ ہمیں خوف ہے کہ مومنوں کی تلواروں سے آگ تم پر برسنے لگے اور تم تاب نہ لا کر اپنے وطن چلے جاؤ اور ہمیں اس شخص کے شہر میں تنہا چھوڑ جاؤ۔ اور ہم میں تنہا ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ عکرمہ نے واپس جا کر جب بنوقریظہ کا جواب سنایا تو قریش اور غطفان نے کہا نعیم بن مسعود نے جو کچھ کہا تھا حق اور سچ تھا۔ ابوسفیان نے اگلے دن پکار کر کہا کہ ہم لوگ یہاں بے فائدہ تباہ ہو رہے ہیں تمھیں ان یہود سے اُمید نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ لوگ اپنے پرانے بندروں اور سؤروں کے بھائی ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی اُمید نہیں رکھنی چاہیے۔

یہ دن بھی قریش و غطفان نے آپس میں مشورے کرتے ہوئے گزارا۔ یہاں تک کہ رات آگئی اور اسی رات ان پر اللہ تعالیٰ نے طوفان کا عذاب بھیجا۔ اور

فرشتوں کا لشکر بھیج کر اپنے پیغمبر اور اس کے اصحاب کی نصرت فرمائی۔ کافروں کے خیمے اکھڑ گئے، ہانڈیاں اُلٹ گئیں، اُونٹ بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ محاصرہ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور ناکام و نامراد گھروں کو لوٹے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ جب کہ تمھارے اُوپر ہر طرف سے دشمن کے لشکر چڑھ آئے فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا پس بھیجی ہم نے ان پر تیز ہوا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا اور لشکر جن کو تم نے نہیں دیکھا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا اور ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا۔"

غزوۂ بنو قُریظہ :

جب قریش مکہ ذلیل و خوار ہو کر واپس چلے گئے اور مسلمانوں کو اطمینان حاصل ہوا تو ہتھیار اُتار کر حالت جنگ سے نکلنا چاہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی زرہ، خود اُتارنے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ اپنے ہتھیار اُتارنا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اُتارے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ابھی جنگ باقی ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہتھیار اُتارنے سے پہلے بنی قریظہ کی بدعہدی کا فیصلہ بھی کر لیں۔

عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کی جائے :

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ کوئی ہتھیار نہ اُتارے بلکہ اِسی حالت میں بنو قریضہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ظہر کا وقت ہو چکا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:

لَا یُصَلِّیَنَّ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ "سب لوگ بنی قریظہ پہنچ کر نماز پڑھیں۔"

چنانچہ اصحاب پیغمبر فوراً روانہ ہو گئے اور بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ جو تقریباً ایک مہینہ جاری رہا۔ بالآخر انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہنے لگے ہمارے معاملے میں سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے ان کے حلیف اور دوست تھے۔ اس لیے بنو قریظہ کا خیال تھا کہ وہ اس چیز کا لحاظ کریں گے اور ہمارے معاملہ میں سخت رویہ اختیار نہیں کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا۔

غداروں کے متعلق تاریخی فیصلہ :

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ بنو قریظہ کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈیاں اور غلام بنا لیا جائے اور ان کی زمینوں پر مسلمان قابض ہو جائیں۔ چنانچہ اس فیصلہ پر عمل کیا گیا اور ان کے تمام بالغ مردوں کو جن کی تعداد چار سو سے چھ سو کے درمیان تھی قتل کر دیئے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد! تم نے یہ فیصلہ پہلی کتابوں کے مطابق کیا ہے۔ تورات میں حکم موجود ہے کہ غداری کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ ان کے تمام قابلِ جنگ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا جائے اور ان کی جائیداد پر قبضہ کر لیا جائے۔

اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ "اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مدد کرنے والے اہل کتاب کو ان کے قلعوں سے اُتار دیا اور وہ شکست قبول کرنے پر مجبور ہو گئے وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور مسلمان ان پر غالب آ گئے۔ اس کے نتیجے میں فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَأْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو بالغ مردوں کو اور ایک گروہ کو تم قیدی بناتے ہو وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ اور تمھیں ان کی زمینوں کا وارث بنا دیا وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ اور ان کے گھروں کا اور مالوں کا تمھیں وارث بنا دیا۔"

اس طرح مشرکین مکہ کے بعد یہود بنو قریظہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصرت فرمائی اور عزت عطا فرمائی۔

زکوٰۃ اور اس کے مسائل

خطبہ جمعہ المبارک ۱۶ر شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد۔۔۔اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍۙ ﴿۳۴﴾ يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ ‌ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ ﴿۳۵﴾

[سورۃ التوبہ، آیت: ۳۴، ۳۵؛ پارہ ۱۰]

تمہید :

کافی دیر سے سیرت طیبہ کا مضمون چلا آرہا ہے۔ اور ۵ ہجری کے آخر تک کے اہم اہم واقعات خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو۔ ہجرت کے باقی سالوں کا دور بھی خاصہ اہم ہے۔ ابھی پانچ سال کے واقعات باقی ہیں۔ زندگی رہی تو سیرت کا مضمون آئندہ بھی جاری رہے گا۔ درمیان میں اس مضمون کو ختم کر کے زکوٰۃ کا مضمون، پھر رمضان المبارک کا مضمون چلے گا۔

زکوٰۃ :

زکوٰۃ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا تعلق ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔ کچھ دینے والے ہیں اور کچھ لینے والے ہیں۔ پہلے زکوٰۃ لوگ اپنی سہولت کے لیے رجب کے مہینے میں نکالتے تھے۔ اب جب سے حکومت نے رمضان المبارک کے مہینے میں

زکوٰۃ لینے کا اعلان کیا ہے اب عام لوگوں نے بھی رمضان المبارک کے مہینے میں زکوٰۃ نکالنی شروع کر دی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے زکوٰۃ کے اہم مسائل تمھارے سامنے پیش کر دوں۔

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ :

اتنی بات بہت واضح ہے کہ اسلام میں بہت سارے احکام ہیں، عبادات ہیں۔لیکن پانچ چیزیں ایسی ہیں جن پر اسلام کی بنیاد کھڑی ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے۔"

جس طرح عادتاً مکان کی چار دیواریں ہوتی ہیں اور پانچویں چھت ہوتی ہے تب مکان بنتا ہے۔ اگر چھت نہیں تو مکان نہیں۔ کھنڈر کہہ لو، کھولا کہہ لو، جو نام مرضی رکھ لو۔ اگر چھت ہے، دیواریں تین ہیں تو مکان ناقص ہے۔ جس طرح مکان کی بنیادی چیزیں پانچ ہیں باقی چیزیں اس کے تابع ہیں، کھڑکیاں، دروازے، روشن دان وغیرہ۔ اسی طرح سمجھو کہ اسلام کی بھی بنیادی چیزیں پانچ ہیں باقی اس کے توابعات ہیں، لوازمات ہیں۔ ان پانچ چیزوں میں سے پہلی چیز کلمہ طیبہ ہے اور کلمہ شہادت ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ سچے دل سے جب تک آدمی کلمہ نہیں پڑھے گا اس کی کوئی نیکی، کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہے۔ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرے، ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور

سچے دل سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین، آخری پیغمبر تسلیم کرے۔

عقیدے کی درستگی کے بعد تمام عبادات میں اہم عبادت نماز ہے۔ اس واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان حد نماز ہے۔ پڑھتا ہے تو مومن ہے نہیں پڑھتا تو ایمان کے دائرے سے باہر ہے۔ اس کو منافق کہو یا جو کہو۔

اور بنیادی چیزوں میں سے تیسری چیز روزہ ہے۔ اگلا مہینہ (روزوں کا ہے) بابرکت مہینہ آرہا ہے۔

چوتھی چیز زکوٰۃ ہے اور پانچواں رکن حج ہے۔ جو آدمی کسی بھی نصاب کا مالک ہے۔ (سونے چاندی کا، مال ڈنگر کا) اس پر زکوٰۃ لازم ہے۔ جس آدمی کے پاس اتنی توفیق ہو کہ دو تین مہینے غیر حاضر ہوتے ہوئے اس کے گھر کے افراد کا خرچہ موجود ہو، سفر خرچ بھی اس کے پاس ہو، راستہ بھی پُرامن ہو، بیمار بھی نہ ہو تو ایسے آدمی پر حج فرض ہے۔ اگر ایسا آدمی حج نہیں کرتا تو حدیث پاک میں آتا ہے:

فَلْيَمُتْ يَهُوْدِيًّا كَانَ اَوْ نَصْرَانِيًّا۔

"چاہے وہ یہودی ہو کر مر جائے یا عیسائی ہو کر مر جائے اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

حج سے متعلق معاشرے میں پھیلی ایک غلط فہمی کا ازالہ:

اس وقت میں حج کے مسائل نہیں بیان کر رہا ویسے ضمنی طور پر بات آگئی ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ ابھی تک میرے والد نے حج نہیں کیا، والدہ نے حج نہیں کیا لہٰذا میرے اُوپر حج نہیں ہے۔ قطعاً ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جو آدمی

صاحب حیثیت ہے حج اُس پر فرض ہے۔ باپ نے کیا ہے تو اچھا ہے۔ فرض ہوتے ہوئے اگر نہیں کیا تو وہ گناہ گار ہے۔ اس کے نہ کرنے سے بیٹے کا فرض تو ختم نہیں ہوتا۔ ماں نے نہیں کیا نہ کرے وہ بھگتے گی۔ بیٹے پر فرض ہے یہ کرے۔ فرضِ عین کو ٹالنا، بہانے بنا کر غلط ہے۔

فرضِ عین کے لیے کسی سے اجازت لینا شرعی طور پر ضروری نہیں ہے۔ مثلاً: نماز فرضِ عین ہے۔ اس کے لیے ماں باپ سے اجازت لینے کا محتاج نہیں ہے۔ مال دار پر زکوٰۃ فرضِ عین ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ صاحبِ حیثیت پر حج فرضِ عین ہے۔ اس کے لیے ماں باپ سے اجازت کا محتاج نہیں ہے۔ ہاں! ماں باپ کی دل جوئی کے لیے اگر ان سے کہے کہ ابا ! میں حج پر جانا چاہتا ہوں اماں! میں حج پر جانا چاہتا ہوں، اجازت ہے؟ (شرعی) مسئلہ کوئی نہیں ہے۔ اسی مال دار پر قربانی واجب ہے۔ اس میں بھی کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ اس سال قربانی ماں کی طرف سے، اگلے سال باپ کی طرف سے۔ بھائی! قربانی تیرے اُوپر واجب ہے ان کی طرف سے دینے سے تیرا واجب تو نہیں اُترے گا۔ اگر ماں باپ کی طرف سے دینا چاہتا ہے تو الگ دے اور اپنی طرف سے الگ دے۔ تیرا فرض اس وقت اُترے گا جب تو ادا کرے گا۔ اگر ماں باپ غریب ہیں تو ان پر قربانی نہیں ہے۔ ہاں! اس طرح کرے کہ اپنا مال ان کو دے دے۔ اب قربانی ان پر آئے گی تجھے دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

بعض لوگ اس جہالت کا بھی شکار ہیں کہ ابھی لڑکیوں کی شادی کرنی ہے،

لڑکوں کی شادیاں کرنی ہیں۔ان سے فارغ ہو کر حج کروں گا۔تو اس کی ایک صورت تو شرعی ہے کہ ابھی حج کے دن نہیں آئے۔جن دنوں میں حج کی درخواست دی جاتی ہے اس سے پہلے تمھیں لڑکے لڑکی کی ضرورت پیش آگئی ہے اور تم نے پیسے خرچ کر دیئے ہیں اور حج کے لیے پیسے نہیں ہیں تو ٹھیک ہے۔کوئی گناہ نہیں ہے۔لیکن اگر یہ صورت حال ہے کہ نہ یہ پتا ہے کہ رشتہ کہاں کرنا ہے؟ کون سے سال کرنا ہے؟ کس مہینے کرنا ہے؟ محض اس واسطے حج کو ٹالتا ہے تو یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور ان بہانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ آدمی تاخیر کرنے سے گناہ گار ہوگا۔

حج کس پر فرض ہے ؟

حج مال دار آدمی پر فرض ہے اور اس کے لیے ماں باپ کی اجازت کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔عورتوں کے لیے ایک شرط مزید ہے کہ ان کے ساتھ خاوند ہو یا ان کے ساتھ محرم ہونا چاہیے۔یعنی ایسا آدمی کہ جس کے ساتھ نکاح نہ ہو سکے۔جیسے: بھائی ہے، چچا ہے، ماموں ہے، دادا ہے، نانا ہے، پوتا ہے، دوہتا ہے وغیرہ۔ یہ سب محرم ہیں۔لیکن محرم کے لیے بھی شرط ہے کہ فاسق نہ ہو۔لیکن اگر ماموں ہے، چچا ہے، بھتیجا، بھانجا ہے اور ہیں فاسق تو ان کے ساتھ جانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

بے راہ روی کا ایک اذیت ناک واقعہ :

دنیا میں بڑے واقعات ہوئے ہیں۔ایک دفعہ مسئلہ پوچھا گیا کہ لڑکی کی شادی نہیں ہوئی اور حمل ٹھہر گیا ہے۔اگر حمل ساقط کیا جائے تو بچی کی جان کو خطرہ ہے۔ ان سے کہا کہ جس کے ساتھ بدنام ہے اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے۔تو معلوم ہوا

کہ وہ تو اس کا سگا بھائی ہے۔ تو ایسے محرم کے ساتھ سفر کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ بے دین محرم کے ساتھ سفر کی اجازت نہیں ہے۔

نصابِ زکوٰۃ :

تو خیر یہ میرا مضمون نہیں ہے۔ ضمنی طور پر بات آ گئی تھی۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ زکوٰۃ ہر ایسے آدمی پر لازم ہے جس پر قرض نہیں ہے۔ نقد پیسے یا سونا چاندی، مال تجارت اس کے پاس اتنا ہے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے۔ جو رائج الوقت قیمت ہے۔ مثلاً: ایک گرام کی قیمت تین روپے سترہ پیسے ہے۔ آج یا کل کی اخبار میں لکھی ہوئی تھی۔ اس حساب سے تم ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت لگا لو کتنی بنتی ہے؟ یوں سمجھو کہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت دو ہزار بنتی ہے۔ تو جس آدمی کے پاس دو ہزار روپے نقد موجود ہیں اور اس کی ضرورتیں بھی پوری ہیں اور اس پر قرض بھی نہیں ہے اور سال گزر چکا ہے۔ تو ایسے شخص پر زکوٰۃ فرض ہے۔ خواہ وہ مرد ہے یا عورت ہے۔ اگر کچھ سونا ہے کچھ چاندی ہے کچھ نقد پیسے ہیں۔ ان سب کی مالیت ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو یہ آدمی صاحبِ نصاب ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ظاہر بات ہے کہ آج کل تنہا سونا دو ہزار روپے کا تولہ ہے۔ صرف سونا ہو تو اس کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے۔ صرف چاندی ہو تو اس کا نصاب ساڑھے باون تولے ہے۔ بہ شرطے کہ سونا، نقد پیسا اور سامانِ تجارت نہ ہو۔ لیکن اگر کچھ سونا ہے، کچھ چاندی ہے، کچھ نقد پیسے ہیں، کچھ سامانِ تجارت ہے۔

ساری چیزوں کو ملا کر ان کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو اس پر زکوٰۃ آئے گی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

باقی رہا یہ سوال کہ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے۔ ان کے درمیان کوئی توازن نہیں ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ جس وقت صاحبِ شریعت نے نصاب مقرر کیا تھا اُس وقت ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت برابر تھی۔ صدیاں گزر گئیں، قیمتوں میں تفاوت پیدا ہو گیا لیکن صاحبِ شریعت کے مقرر کیے ہوئے نصاب کو بدلنے کا کوئی مُجاز نہیں ہے۔ کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ شریعت کی حدوں کو گھٹائے یا بڑھائے۔ جو حکم ملا ہے وہی رہے گا۔

مثال سے وضاحت :

جس طرح نماز کی رکعتوں کو بدلنے کا کوئی مجاز نہیں ہے۔ مثلاً: کوئی شخص کہے کہ عشاء کی میں نے چار رکعتیں پڑھی تھیں لہٰذا فجر کے بھی چار فرض پڑھ لوں۔ اگر فجر کے چار فرض پڑھے گا تو مردود ہو گی، اس کے منہ پر ماری جائے گی۔ شام (مغرب) کے تین فرض پڑھے ہیں لہٰذا عشاء کے بھی تین پڑھ لوں۔ اس کے منہ پر ماری جائے گی۔ ہم تم کون ہوتے ہیں رکعات کو بدلنے والے۔ جہاں تین ہیں وہاں تین رہیں گی، جہاں دو ہیں وہاں دو رہیں گی، جہاں چار ہیں وہاں چار رہیں گی۔

اسی طرح زکوٰۃ کا نصاب جو شریعت نے بیان کیا ہے وہی رہے گا۔ کسی کو

ایک رتی کے برابر بھی بدلنے کا اختیار نہیں ہے۔فرض کرو ایک وقت ایسا آئے کہ سونا دس ہزار کا تولہ ہو جائے اور چاندی ایک روپے تولہ ہو جائے۔نصاب پھر بھی یہی رہے گا۔

زکوٰۃ کن چیزوں پر نہیں :

سونا، چاندی، نقد پیسے، سامانِ تجارت کے علاوہ کسی چیز پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ گھر کا سامان چاہے کتنا قیمتی ہو اور کتنی ہی مقدار میں کیوں نہ ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ بہ شرطیکہ تجارت کے لیے نہ ہو۔تجارت کے لیے اگر مٹی بھی اکٹھی کر کے رکھی ہوئی ہے تو باقی چیزوں کے ساتھ مٹی بھی ملائی جائے گی اور زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

زکوٰۃ،فطرانہ،قربانی کے مسائل میں فرق :

لیکن ایک بات یاد رکھنا! کہ زکوٰۃ کے مسئلہ اور فطرانہ اور قربانی کے مسئلہ میں فرق ہے۔اگر کسی آدمی کے پاس گھر کی ضرورتوں سے زاید اتنا سامان ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے۔تو ایسے آدمی پر فطرانہ بھی واجب ہے اور قربانی بھی واجب ہے۔مثلاً: گھر میں دس بسترے ہیں، دس چار پائیاں ہیں۔ پانچ پانچ استعمال میں آتے ہیں باقی فالتو ہیں۔کبھی کوئی مہمان آ گیا تو استعمال ہو گئے۔اسی طرح برتن ہیں۔دو درجن کولیاں ہیں، دو درجن پلیٹیں ہیں۔ایک ایک درجن استعمال ہوتے ہیں باقی الماری میں پڑے ہیں۔کبھی کوئی مہمان آ گیا تو استعمال ہو گئے۔تو یہ فالتو سامان ہے۔اگر اس کی قیمت لگائی جائے اور وہ ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جائے تو اس آدمی پر فطرانہ بھی واجب ہے اور قربانی بھی

واجب ہے۔ اور ایسا شخص نہ زکوٰۃ لے سکتا ہے، نہ فطرانہ لے سکتا ہے۔ کوئی بھی واجب قسم کا صدقہ اس کے لیے لینا حرام ہے۔

تو زکوٰۃ کے مسئلے میں گھر کا فالتو سامان شمار نہیں کیا جاتا لیکن فطرانہ اور قربانی کے مسئلے میں شمار کیا جاتا ہے۔

سونا چاندی کسی بھی شکل میں ہو، استعمال ہو یا نہ ہو، زکوٰۃ دینی ہے :

پھر سونا چاندی چاہے کسی بھی شکل میں ہوں۔ زیور کی شکل میں ہوں، ڈلی کی شکل میں ہوں، استعمال ہوتے ہیں چاہے نہیں ہوتے، برتن کی شکل میں ہوں۔ ان پر بدستور زکوٰۃ ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استعمال ہونے والے زیور پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ان کا یہ سمجھنا غلط ہے۔ استعمال میں ہوں یا نہ ہوں ان پر زکوٰۃ ہے۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہار پہنا ہوا تھا اور عورتیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُم سلمہ! تو نے جو ہار پہنا ہوا ہے اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ کہنے لگیں حضرت! مجھے مسئلے کا علم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نصاب کو پہنچ جائے اور زکوٰۃ نہیں دے گی تو دوزخ میں جلنا پڑے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس چاندی کا زیور تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مال نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوگی۔ تو زیور پر زکوٰۃ ہے چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو۔

عورت سونا، چاندی صرف بہ صورتِ زیور استعمال کر سکتی ہے :

ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ عورتیں سونے چاندی کا زیور پہن سکتی

ہیں چاہے جتنا پہنیں۔ لیکن سونے چاندی کے برتن میں کھا پی نہیں سکتیں۔ نہ مرد کھا سکتا ہے نہ عورت۔ حتیٰ کہ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سونے چاندی کی سلائی بھی سرمے کے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔ جس شکل میں استعمال کی اجازت ہے بس اُسی شکل میں استعمال کرنا ہے۔ شریعت نے جو حد مقرر کی ہے اس سے آگے نہیں گزرنا۔

زکوٰۃ مالک پر ہے وضاحت بہ ذریعہ مثال :

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ زکوٰۃ مالک پر آتی ہے۔ مثال کے طور پر بیٹا باہر کسی ملک گیا ہوا ہے۔ وہ پیسے اپنے باپ کو بھیجتا ہے۔ یا چھوٹے بھائی باہر گئے ہوئے ہیں اور وہ بڑے بھائی کو کمائی بھیج دیتے ہیں یا بالعکس ہے۔ تو ان کو وضاحت کرنی چاہیے کہ باپ یا بھائیوں کے پاس جو رقم بھیج رہے ہیں کس حیثیت سے بھیج رہے ہیں۔ آیا اس رقم کا ان کو مالک بنا رہے ہیں کہ باپ ہے، بھائی ہیں ان سے کوئی حساب نہیں کرنا مالک ہیں جو چاہیں کریں۔ یا ان کو امین سمجھ کر بھیج رہے ہیں کہ باپ ہے، بھائی ہیں ہماری رقم کی حفاظت کریں گے۔

اگر باپ اور بھائیوں کو مالک بنا رہے ہیں کہ تمام حقوق کا تعلق ان کے ساتھ ہوگا تو زکوٰۃ، قربانی، فطرانہ، حج، باپ اور بھائیوں پر آئے گا۔ بھیجنے والے کے ذمہ کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر امانت کی حیثیت سے بھیج رہے ہیں کہ باپ ہے، بھائی ہے، ہماری رقم کی حفاظت کریں گے تو مالک بھیجنے والا ہے حج، قربانی، زکوٰۃ، فطرانہ، بھیجنے والے پر آئے گا۔ باپ اور بھائیوں کے ذمہ نہیں ہوگا۔ یعنی جو پیسوں کا مالک ہے تمام حقوق کا تعلق اس کے ساتھ ہوگا۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ مسئلے کو چھپاتا نہیں ہے۔ واضح اور

صاف بیان کرتا ہے۔لہذا بیٹے اور بھائیوں کو چاہیے کہ وہ پیسا بھیجتے وقت وضاحت کریں کہ ہم پیسا کس حیثیت سے بھیج رہے ہیں۔تاکہ باپ اور بھائی مغالطے میں نہ رہیں۔

حرام مال سے زکوۃ نکالنا عنداللہ مقبول نہیں :

اور یہ بھی یاد رکھنا! کہ زکوۃ، خیرات، قربانی، فطرانہ، حلال اور طیب مال میں ہے۔ناپاک اور حرام مال میں صدقہ خیرات ہو تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے۔ناپاک کس طرح ہے؟ اگر کسی نے وراثت کا مال شرعی وارثوں کو نہیں دیا، بہنوں کا حق نہیں دیا یا دوسرے وارثوں کا حق نہیں دیا خود فیصلہ کر کے بیٹھ گیا ہے اور اس میں زکوۃ نکالتا ہے یا خیرات کرتا ہے تو یہ قطعاً قبول نہیں ہے۔دوسروں کے حق میں تصرف کرنے کا اس کو کیا اختیار ہے۔اس کو کیا حق ہے۔

چوری کا مال ہے، ڈکیتی کا مال ہے، رشوت کا مال ہے، فراڈ اور دھوکے کے ذریعے حاصل کیا ہے۔کسی بھی حرام طریقے سے مال کمایا ہے تو ایسے مال میں سے صدقہ خیرات قبول نہیں ہے۔(میں نے جیل میں ایک ڈاکو کو سمجھایا کہ یہ کام چھوڑ دو۔ تم خود بھی حرام کھاتے ہو اور بیوی بچوں کو بھی حرام کھلاتے ہو، ناپاک مال کھلاتے ہو۔ اُس نے مجھے جواب دیا کہ بلوچ صاحب میں پاک کر کے کھلاتا ہوں۔میں نے پوچھا پاک کر کے کس طرح کھلاتے ہو۔کہنے لگا کہ مولویوں سے سنا ہے کہ جس مال کی زکوۃ ادا کر دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔تو میں ڈکیتی کرنے کے بعد پہلے زکوۃ نکالتا ہوں پھر استعمال میں لاتا ہوں۔ازمرتب)

جانوروں کا نصاب :

ہمارے علاقے میں جانور تو نہیں ہیں ویسے سرسری طور پر ان کا نصاب بھی سمجھ لیں کہ اگر کسی کے پاس پانچ اُونٹ ہیں۔ سال گزرنے کے بعد ان میں ایک بکری زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ دس اُونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ اُونٹوں میں تین بکریاں اور بیس اُونٹوں میں چار بکریاں زکوٰۃ ادا کرنی ہے۔ اور اگر پچیس اُونٹ ہیں تو ان کی زکوٰۃ اُونٹ کا وہ بچہ ہے جس کی عمر ایک سال ہو۔ اگر گائے بھینس ہیں جن کی تعداد تیس ہے۔ چھوٹے بڑے سب شمار ہوں گے۔ وہ بچہ جو آج پیدا ہوا ہے وہ بھی شمار کیا جائے گا۔ اس کی زکوٰۃ ایک بچھڑا ہے جس کی عمر ایک سال ہو۔ بھیڑ بکریاں اگر چالیس ہیں تو ان میں سے زکوٰۃ ایک بھیڑ یا ایک بکری آئے گی۔

یہ جانور چونکہ ہمارے علاقے میں تھوڑے ہیں اس لیے میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ سونے چاندی کے متعلق مسائل کی زیادہ ضرورت ہے۔ نصاب آپ حضرات سن چکے ہیں۔

سسرالی زیور کی حیثیت واضح ہونی چاہیے :

ایک اور بات بھی سن لیں۔ عورتیں جو زیور پہنتیں ہیں اس کی تفصیل ہے۔ کچھ وہ ہوتا ہے جو ماں باپ نے دیا ہوتا ہے۔ اس کی تو وہ مالک ہوتی ہیں۔ اور جو زیور سسرال نے دیا ہے اس کی حیثیت واضح کرنی چاہیے۔ کہ عورت اس کی مالک ہے یا فقط استعمال کے لیے دیا ہے اور مالک اس کا خاوند ہے۔ وضاحت کر دینی چاہیے تا کہ مسائل میں الجھن پیدا نہ ہو۔ کیوں کہ جو مالک ہے زکوٰۃ اس نے دینی ہے۔

زکوٰۃ قرض خواہ پر آتی ہے :

مثال کے طور پر آپ نے کسی آدمی کو دس ہزار روپیہ دیا ہے۔ تو اُس دس ہزار کی زکوٰۃ تم نے دینی ہے مقروض نے نہیں دینی۔ کیوں کہ مالک تم ہو۔ اور زکوٰۃ مالک کے ذمہ ہے۔ ہاں اگر مقروض منکر ہے اور تمھارے پاس گواہ اور تحریر بھی نہیں ہے تو اس صورت میں فقہائے کرام نے تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اس رقم پر زکوٰۃ نہیں آئے گی۔ لیکن اگر وہ منکر ہے اور گواہ موجود ہیں تو زکوٰۃ مالک پر آئے گی۔ اور اگر منکر ہے اور گواہ بھی نہیں ہیں مگر تحریر ہے جس کو عدالت تسلیم کرتی ہے، منصف مزاج آدمی تسلیم کرتے ہیں پھر بھی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ قرض کی رقم کی زکوٰۃ مالک نے دینی ہے چاہے جتنے سال اس پر گزر جائیں۔

عورت کے حق مہر کا مسئلہ :

عورت کے حق مہر کا مسئلہ یہ ہے کہ جب تک مہر عورت کو ملے گا نہیں اُس وقت تک اس کے ذمہ زکوٰۃ نہیں ہے۔ جب مہر کی رقم ملے گی اور ملنے کے بعد ایک سال اس پر گزرے گا پھر زکوٰۃ دینی پڑے گی اگر نصاب کو پہنچ جاتا ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا :

زکوٰۃ ایک ایسا فریضہ ہے کہ جس کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ " اور وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اس

کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان کو خوش خبری سنادیں دردناک عذاب کی ۔ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ جس دن گرم کیا جائے گا اس کو دوزخ کی آگ میں داغی جائیں گی اس کے ساتھ ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور پشتیں (اور کہا جائے گا) هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ [سورۃ التوبہ] یہ وہ چیز ہے جس کو تم خزانہ کر کے رکھتے تھے اپنے نفسوں کے لیے پس چکھو تم اس کا مزہ جو تم خزانہ کرتے تھے۔"

سونے اور چاندی کے ٹکڑے کیے جائیں گے اور دوزخ کی آگ پر گرم کر کے پیشانی پر رکھے جائیں گے پیچھے سے نکل جائیں گے، پہلو پر رکھے جائیں گے دوسری طرف سے نکل جائیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے پشت پر رکھے جائیں گے چھاتی سے نکل جائیں گے۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس شخص نے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دی محشر والے دن جس دن اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی۔ پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔ سورج ایک یا دو میل کی مسافت پر ہوگا۔ (آج دیکھو! کتنی گرمی ہے آدمی چند منٹ باہر نہیں کھڑا ہو سکتا۔ جب کہ سائنس دان بتاتے ہیں کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور ہمارے سے ساڑھے نو کروڑ میل دور ہے۔ اس کی گرمی اور حرارت کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جب میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا تو اس وقت گرمی اور تپش کا کیا عالم ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے سوا کسی شے کا سایہ نہیں ہوگا۔ لوگ اپنے گناہوں کی نسبت سے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ کوئی ٹخنوں

تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی ناک تک۔ اور رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ پکار رہے ہوں گے کہ پروردگار سلامتی فرما، پروردگار سلامتی فرما۔) اس میدان میں آدمی کو لٹایا جائے گا اور جتنے جانور دنیا میں اس کے پاس تھے اس پر چھوڑے جائیں گے۔ حکم ہوگا اس کے اوپر سے گزرو۔ وہ پاؤں سے اس کو کچلیں گے اور سینگ اس کے پیٹ میں گھونپیں گے۔ اس طرح پچاس ہزار سال کا طویل عرصہ جانوروں کے پاؤں کے نیچے رہے گا۔

دوسری سزا :

اور جس نے سونے اور چاندی کا حق نہیں دیا اس کے متعلق یہ سزا بھی آتی ہے کہ (وہ زیور) دو موہے سانپ کی شکل بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا شجاع اَقرَعْ کے لفظ ہیں، گنجا سانپ۔ وہ دونوں رخساروں پر ڈسے گا اور کہے گا اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ یقین جانو! یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کا حق ادا کرو وہ بھی چالیسواں حصہ۔ رب تعالیٰ کا کرم دیکھو!، لطف اور مہربانی دیکھو! اگر پہلے لوگوں کی طرح چوتھا حصہ دینا پڑتا تو کتنا مشکل تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اُمت پر آسانی :

تفسیروں میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل کو زکوٰۃ مال میں چوتھائی دینی پڑتی تھی۔ چار سو میں سے ایک سو، چار ہزار میں سے ایک ہزار، چار لاکھ میں سے ایک لاکھ، چار کروڑ میں سے ایک کروڑ دینا ہوتا تھا۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے صدقے اور وسیلے سے آپ ﷺ کی برکت سے تخفیف ہوئی۔ چوتھا حصہ نہیں، دسواں نہیں، بیسواں نہیں، چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

مسئلہ عشر:

ہاں! عشر کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ اگر زمین بارانی ہے تو جو بھی پیداوار ہوگی، اناج ہے، سبزی ہے، پھل ہے، دسواں حصہ عشر نکالنا ہے۔ اگر زمین چاہی ہے، نہری ہے جس کا آبیانہ دینا پڑتا ہے یا ٹیوب ویل کا خرچہ اُٹھانا پڑتا ہے۔ تو پھر بیسواں حصہ عشر ہے۔ یاد رکھنا! ٹنڈے، کدو، خربوزہ، تربوز، تریں، کھیرے وغیرہ ہر چیز میں عشر ہے۔ مولی، گاجر میں بھی بدستور عشر ہے۔ پھر ادائیگی کی دو صورتیں ہیں۔ اگر تول کر دے تو بیسواں سیر دے اور اگر بیچ کر دے تو بیسواں روپیہ دے۔ اگر نہیں دے گا تو رب تعالیٰ کا مجرم ہے۔

زکوٰۃ دیتے وقت نیت کرنا ضروری ہے :

گزشتہ سال زکوٰۃ حکومت نے وصول کی تھی۔ ہم نے احتجاج کیا، صدر کو خط لکھے، محکموں کو خط لکھے کہ زکوٰۃ، نماز روزے کی طرح عبادت ہے۔ جس طرح وہ بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتے اسی طرح زکوٰۃ بھی بغیر مالک کی نیت کے ادا نہیں ہوتی۔ پچھلے سال تو بے خبری میں رہے اور ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمھاری زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اس لیے کہ تمہاری نیت ہی نہیں تھی۔ اس سال اس طرح کرو کہ نیت کرلو، حکومت کو اجازت دے دو۔ اس لیے کہ اُنھوں نے کاٹنی ہی کاٹنی ہے۔ پھر اُن کی گور گردن پر ہے جہاں خرچ کریں۔ دیکھو! زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے۔ لہٰذا دیکھنا ہے کہ جہاں خرچ کرنی ہے

وہ مصرف بھی ہے یا نہیں۔

کراچی سے دوست آئے تھے۔ ان کے پاس اخبار تھا "جنگ اخبار کراچی" اس میں خبر تھی کہ زکوٰۃ کی رقم سے پی، آئی، اے کے ملازمین کو تنخواہیں دی گئیں۔ جن کی تنخواہیں ہزاروں روپوں میں ہیں وہ زکوٰۃ کا مصرف تو نہیں ہیں۔ یاد رکھنا! ہمارے پاس جو قاری حضرات ہیں، علمائے کرام ہیں، ہم ان کو براہِ راست زکوٰۃ نہیں دیتے۔ بلکہ حیلہ کر کے زکوٰۃ میں سے تنخواہیں دیتے ہیں حالانکہ یہ معمولی معمولی تنخواہوں والے ہیں۔ حیلے کے ذریعے اس واسطے دیتے ہیں کہ زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے اور لینے والوں کا بھی کام چل جائے۔ بڑی بڑی تنخواہوں والوں کو زکوٰۃ دو گے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

تو خیر میں بیان کر رہا تھا کہ حکومت نے زکوٰۃ کاٹنی ہے تم نیت کر لو۔ حکومت کو اجازت دے دو تا کہ ادا ہو جائے۔ نیت کے لیے زبان ہلانا ضروری نہیں۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ بعض وہمی قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ وہ بار بار ایک لفظ کو دہراتے ہیں اور سننے والے حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ زبان سے تلفظ کرنا مستحب ہے۔ نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس لیے مستحب ہے کہ زبان اور دل ایک ہو جائیں۔ اس طرح نہ ہو کہ زبان ایک طرف جا رہی ہے اور دل دوسری طرف۔ تو اصل نیت دل کی ہے اور نیت کے بغیر کوئی عبادت ادا نہیں ہوتی۔

تو زکوٰۃ کے یہ ضروری مسائل تھے جو میں نے بیان کر دیئے ہیں تا کہ تم احسن طریقے سے زکوٰۃ ادا کر سکو۔

زکوٰۃ کے متفرق مسائل :

کسی آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی آدمی بس خریدتا ہے، ٹیکسی خریدتا ہے، اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ ان پر زکوٰۃ نہیں ہے ان کی آمدنی پر زکوٰۃ ہے۔ کارخانہ لگاتا ہے، فیکٹری لگاتا ہے اس کی مشینری پر زکوٰۃ نہیں ہے آمدن پر زکوٰۃ ہوگی۔ ہاں! اگر تجارت کی نیت سے خریدتا ہے کہ جتنی دیر چلتی ہے چلے مگر ہے میں نے فروخت کرنی۔ تو پھر یہ سامانِ تجارت ہے۔ اس پر زکوٰۃ آئے گی۔ مکان خریدتا ہے بیچنے کے لیے، زمین خریدتا ہے بیچنے کے لیے، تو ان پر زکوٰۃ ہوگی۔ ان کی مالیت لگا کر چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ اگر مکان خرید کر کرائے پر چڑھا دیا ہے تو مکان پر زکوٰۃ نہیں ہے آمدنی پر ہوگی ضابطے کے مطابق۔

زکوٰۃ کے مصارف ثمانیہ

خطبہ جمعہ المبارک ۲۳؍شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد۔۔۔امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡہَا وَ الۡمُؤَلَّفَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الۡغٰرِمِیۡنَ وَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ فَرِیۡضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ

[سورۃ التوبہ، آیت:۶۰؛ پارہ۱۰]

زکوٰۃ کے سلسلے میں اُمتِ محمدیہ ﷺ پر کی گئی آسانیاں :

گزشتہ جمعہ زکوٰۃ کے متعلق کچھ بیان ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر جو عبادتیں ضروری اور لازم ہیں ان میں سے ایک زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی سہولت عطا فرمائی ہے۔ پہلی اُمتوں پر چوتھا حصہ زکوٰۃ کا لازم ہوتا تھا۔ اگر کسی شخص کے پاس چار سو روپے ہوتے تھے تو ایک سو دینا پڑتا تھا۔ چار ہزار میں سے ایک ہزار دینا ہوتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقے اور طفیل سے اس اُمت کو سہولت دی چوتھا نہیں، چالیسواں حصہ مقرر فرمایا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا احسان فرمایا، کتنا بڑا فضل کیا ہے۔

پھر سال گزرنے کے بعد کہ جس دن کسی آدمی کے پاس اتنی رقم آجائے کہ وہ صاحبِ نصاب ہو جائے تو اس کے بعد ایک سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ ہے۔ یہ دوسرا کرم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک ماہ کے بعد زکوٰۃ لازم کر دیتا، روزانہ زکوٰۃ کی

ادائیگی کا حکم دے دیتا نمازوں کی طرح تو اس کو کون پوچھ سکتا تھا۔لیکن اس نے اپنے فضل وکرم سے سال کے بعد ادائیگی کا حکم دیا ہے۔

پھر تیسرا فضل وکرم یہ کیا کہ اپنی ضرورتوں سے فارغ ہونے کے بعد اگر سال سے ایک دن پہلے تم نے اپنی ضرورتوں پر رقم خرچ کر لی ہے، اپنے گھر کی ضرورتوں پر خرچ کر لی ہے تو سال مکمل ہونے پر صاحب نصاب نہیں رہا۔زکوٰۃ کوئی نہیں ہے۔لیکن نیت کا فرق ضرور ہے۔ایک آدمی اپنی ضرورت کو ضرورت سمجھ کر خرچ کرتا ہے اور ایک کی نیت بری ہے کہ بھئی! سال پورا ہونے والا ہے کچھ خرچ کردوں، کچھ کسی کو دے دوں اور کچھ کسی کو دے دوتا کہ نصاب نہ رہے۔تو معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے۔وہ علیم بذات الصدور ذات ہے۔وہ دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے۔مخلص اور غیر مخلص کو جانتا ہے۔اچھے ارادے والے کو بھی جانتا ہے اور بُرے ارادے والے کو بھی بہ خوبی جانتا ہے۔

اصحاب الجنۃ کا واقعہ :

مسئلہ سمجھانے کے لیے ایک واقعہ قرآن پاک سے اور ایک واقعہ حدیث شریف سے عرض کرتا ہوں۔سورۃ نون انتیسویں پارے میں اصحاب الجنۃ کا واقعہ مذکور ہے۔

قرآن پاک میں علاقے کا تو ذکر نہیں۔تفسیر درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حبشہ کے علاقے کا واقعہ ہے۔واقعہ اس طرح پیش آیا کہ پہلی اُمتوں میں ایک آدمی بڑا نیک، پاک، صحیح العقیدہ، اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا

کرنے والا، بندوں کے حقوق کا تحفظ کرنے والا، اپنے زمانے کا ولی کامل۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو باغ عطا فرمایا تھا۔ باغ کے علاوہ اور زمین بھی تھی جو وہ کاشت کرتا تھا۔ اس اللہ کے بندے کا معمول تھا کہ جو پیداوار ہوتی تھی پھل اُتارنے کا جب وقت آتا تھا تو غریبوں، مسکینوں، یتیموں کو اطلاع کرتا تھا۔ بیوہ عورتوں کو اطلاع کرتا تھا، اعلان کرواتا کہ فلاں دن میں نے پھل اُتارنا ہے آ کر اپنا حق وصول کر لینا۔ تین حصے کرتا تھا۔ ایک حصہ غریبوں، مسکینوں میں وہیں تقسیم کر دیتا۔ ایک حصہ باغ کی ضروریات کے لیے رکھ لیتا۔ پھل بیج، کام کرنے والوں کی تنخواہیں وغیرہ۔ ایک حصہ گھر کی ضروریات کے لیے رکھتا۔ سالہا سال سے اس کا یہ طریقہ چلا آرہا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو تین بیٹے عطا فرمائے تھے۔ یہ نیک آدمی بیمار ہو گیا۔ اس نے تینوں بیٹوں کو بلایا اور نصیحت کی کہ بیٹو دیکھو! دنیا فانی ہے اس پر اعتماد نہیں کرنا۔ آج ہے کل نہیں، صبح ہے شام نہیں۔ ہمیں کیا علم ہے کہ ابھی موت آجائے۔ زندگی فانی اور ناپائیدار ہے۔ بیٹو! میں بیمار ہوں اور حالات ایسے ہیں کہ مجھے بچنے کی بھی اُمید نہیں ہے۔ میرے بعد میرے معمول میں فرق نہ آنے دینا۔ جب باغ کا پھل پکتا تھا میں تمھیں ساتھ لے جاتا تھا اور غریبوں، مسکینوں کا حق تمھارے ہاتھ سے تقسیم کرواتا تھا تاکہ تم میرے طریقے کو یاد رکھو۔ بیٹو! یہ دولت رب تعالیٰ کی دی ہوئی ہے۔ رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے باغ میں یہی طریقہ جاری رکھنا جس طرح میں کرتا ہوں۔ غریبوں، مسکینوں کو نظر انداز نہ کرنا۔ اگر تم ان کو نظر انداز کرو گے اللہ تعالیٰ تمھیں نظر انداز کر دے گا۔ ان کا کام تو کسی اور طریقے سے چل جائے گا۔ رب تعالیٰ کوئی اور وسیلہ پیدا کر دے گا۔ لیکن اگر رب تعالیٰ نے تمھیں نظر انداز کر دیا تو پھر تمھارا کوئی نہیں ہوگا۔

رب تعالیٰ کی ذات کے بغیر دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت روک لے تو کوئی اس کو جاری نہیں کر سکتا۔ باپ نے بڑے اچھے انداز میں بیٹوں کو سمجھایا۔ انسان تھا، كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ [العنکبوت:۵۷] فوت ہو گیا۔ دفنا دیا گیا۔

جب باغ پکنے کے قریب آیا تو تینوں بھائی مشورے کے لیے بیٹھے۔ دو کی نظریں بدل چکی تھیں، نیتیں خراب ہو چکی تھیں۔ ایک بھائی باپ کی نصیحت پر قائم تھا۔ بڑے اور چھوٹے نے رائے دی۔ کہنے لگے دیکھو! ہمارا باپ بڑا بے وقوف آدمی تھا۔ سارا سال محنت کرتا تھا، مزدوروں کی نگرانی کرتا۔ جب مال تیار ہو جاتا تو غریبوں، مسکینوں میں تقسیم کر دیتا۔ ہم نے یہ کام نہیں کرنا کسی کو کچھ نہیں دینا۔ بڑے اور چھوٹے نے بڑے زوردار الفاظ میں یہ رائے دی۔

درمیانہ بڑا متفکر اور پریشان ہوا کہ بڑا مشکل مسئلہ پیش آ گیا ہے کہ ان دونوں کی نیت خراب ہو گئی ہے۔ کہنے لگا دیکھو! ہمارے والد صاحب بڑے نیک آدمی تھے اور ان کی نیکی دنیا میں ضرب المثل ہے۔ ان کی نیکی کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی اور ہماری کئی مصیبتیں ٹال دیتا تھا ہمیں پریشانیوں سے محفوظ رکھتا تھا۔ رب تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کے ساتھ یہ تماشا نہ لگاؤ اپنے والد صاحب کی وصیت کو یاد رکھو۔ بڑے زوردار الفاظ کے ساتھ درمیانے نے یہ بات کہی۔ لیکن بڑا اور چھوٹا اپنی بات پر مُصر رہے، اَڑے رہے۔ اکثریت ان کی تھی۔ رائے یہ پاس ہوئی کہ صبح سحری کے وقت اُٹھنا ہے، دروازہ بھی آرام سے کھولنا، اگر تم نے آواز نکالی تو مسکین لوگ ضرور پہنچ جائیں گے۔ قرآن پاک میں ہے:

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

" پس وہ صبح سویرے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ سویرے چلو کھیتی کی طرف اگر تم نے پھل توڑنا ہے فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ پس وہ چلے آپس میں چپکے چپکے کہتے تھے اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ [سورۃ القلم]

کہ آج کوئی مسکین تمھارے پاس نہ آنے پائے۔"

درمیانے نے کہا کہ دیکھو! تمھارا ارادہ بھی بُرا ہے اور انداز بھی بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ رب تعالیٰ کی قدرت

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ

"پس پھر گیا اس باغ پر پھرنے والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوئے ہوئے تھے۔"

آگ بگولا آیا اس نے سارے باغ کو راکھ کر کے رکھ دیا۔ پروگرام کے مطابق سحری کے وقت اُٹھے۔ جب باغ والی جگہ پر پہنچے وہاں درخت ہی کوئی نہیں۔ فَلَمَّا رَاَوْهَا "پس جب اس کو دیکھا تو قَالُوْٓا کہنے لگے اِنَّا لَضَآلُّوْنَ بے شک ہم راستہ بھول گئے ہیں۔" نیند سے اُٹھے تھے، رات کا وقت تھا، ہمارے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں تھے، راستہ بھول گئے ہیں۔ غور و فکر کے بعد کہ اِدھر اُدھر دیکھا، آس پاس کے کھیت دیکھے تو اِس نتیجے پر پہنچے کہ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ "بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں۔" بھولے نہیں بلکہ بُرے ارادے کا خمیازہ بھگتا ہے۔ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ "پس وہ باغ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہوتی ہے۔" اب روئے، عاجزی کی اور کہنے لگے اے پروردگار! جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے ہمیں سزا مل گئی ہے۔ ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں ہمارے گناہ معاف فرما دے۔

آگے مختلف روایتیں ہیں۔تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ چونکہ سچے دل سے توبہ کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی اوراس سے اچھا باغ عطافرمادیا۔

وہ لوگ ایسے تھے کہ اگر غلطی ہوتی تھی تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔لیکن ہم ایسے سنگ دل ہیں کہ ہم سے بے حساب غلطیاں ہوتی ہیں مگر رجوع الی اللہ کوئی نہیں ہے۔ہماری اصلاح نہیں ہوئی۔ہمارے اُوپر مصیبتیں آئیں، طوفان آئیں،قحط سالی آجائے ہم کہتے ہیں کہ حالاتِ زمانہ ہیں۔زمانے میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔دشمن ہم پر حملہ کردے، زلزلہ آجائے ،ہمیں کوئی پروانہیں ہے۔جتنی پریشانیاں آجائیں ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا قصہ :

یہ قصہ آپ نے قرآن کریم کا سنا ہے۔اورایک واقعہ حدیث پاک میں آتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ایک کوڑھا تھا۔یعنی اس کوکوڑھ کی بیماری تھی۔جس کسی آدمی کو پتا چلتا کہ اس کوکوڑھ کی بیماری ہے چھلانگ لگا کردور ہوجاتا۔دوسرا گنجا تھا اوراس کے سر سے بوآتی رہتی تھی۔حتیٰ کہ عزیز رشتہ دار بھی قریب نہیں آتے تھے۔تیسرا نابینا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کودکھانے اور سمجھانے کے لیے ان کے امتحان کا ارادہ فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے کوڑھے کے پاس فرشتہ بھیجا۔فرشتے نے اس کو کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشی مخلوق ہوں۔تو جو مانگے گا میں دعا کروں گا اللہ تعالیٰ تجھے وہ عنایت فرمادیں گے۔کہنے لگا میرا کوڑھ دور ہوجائے۔لوگ مجھ سے نفرت

کرتے ہیں۔میرے نزدیک کوئی نہیں آتا۔اللہ تعالیٰ مہربانی کردیں اور میری بیماری دور ہو جائے ۔اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے جو انسانی شکل میں تھا ہاتھ (دعا کے لیے) اُٹھائے۔خالق کائنات نے اس کا کوڑھ دور کردیا۔وہ تندرست ہوگیا اُسی وقت۔اللہ تعالیٰ کے آگے کون سی دیر ہے کن فیکون کی شان والا ہے۔پھر فرشتے نے کہا کہ تجھے مال کون سا چاہیے؟ رب تعالیٰ کے خزانے بڑے وسیع ہیں۔اُس نے کہا مجھے اُونٹ چاہئیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے غیب کے خزانوں سے اُونٹ بھیج دیئے۔اس کے لیے کیا مشکل ہے۔

رب تعالیٰ کا چٹان سے اُونٹنی نکالنا :

حضرت صالح علیہ السلام خیبر اور تبوک کے درمیان حجر کے علاقے میں رہتے تھے۔وہاں پہاڑوں کی بڑی بڑی چٹانیں ہیں۔کافر قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو ستانے کے لیے ایک چٹان پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو اس چٹان سے اُونٹنی نکالو اور ساتھ اس کے بچہ بھی ہو۔اُن کا خیال تھا کہ چٹانوں سے کون سی اُونٹنیاں نکلتی ہیں۔ہماری بات بن جائے گی کہ ہم نے تو کہا تھا کہ چٹان سے اُونٹنی نکلے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔آپ نے ہمارا مطالبہ ہی پورا نہیں کیا۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ اے میری قوم! نشانیاں معجزے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔پیغمبر کا معجزے میں کوئی ذاتی دخل نہیں ہوتا۔نہ ولی کا کرامت میں کوئی ذاتی دخل ہوتا ہے۔لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید کے لیے اس چٹان سے اُونٹنی نکال دے تو مان لو گے؟ کہنے لگے ہاں! ضرور مانیں گے۔

یقین جانو! چٹان سے اُونٹنی نکلی بچے سمیت۔ لیکن ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا۔ بس جو پہلے ایمان لا چکے تھے لا چکے تھے۔ حالانکہ ان کی منہ مانگی مراد پوری ہوئی۔

تو خیر اللہ تعالیٰ چاہے تو چٹانوں سے اونٹنی نکال دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کوڑھے کے لیے غیب کے خزانے سے اُونٹ بھیج دیئے۔

اب فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا چاہیے؟ اُس نے کہا لَوْنٌ حَسَنٌ وَ شَعْرٌ حَسَنٌ "میں چاہتا ہوں کہ میرا گنجا پن دور ہو جائے اور سر کی رنگت اچھی ہو جائے۔" اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سر پر بال اُگا دیئے۔

دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ دوا میں شفا رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ دین دار حکیم آج بھی نسخہ لکھنے سے پہلے لکھتے ہیں "ھوالشافی" عالم اسباب میں دوا دینا ہمارا کام ہے شفا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

گنجا ٹھیک ہو گیا تو فرشتے نے کہا کہ تجھے مال کون سا چاہیے؟ اُس نے کہا کہ گائے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ نے غیب کے خزانے سے گائیں بھیج دیں۔ بڑا وسیع مال دے دیا، میدان بھر گیا۔

اب فرشتہ اندھے کے پاس گیا۔ اس کو بھی اسی طرح کہا کہ میں آزمائشی مخلوق ہوں رب تعالیٰ کی طرف سے۔ بتا تجھے کیا چاہیے؟ اُس نے کہا کہ مجھے آنکھیں چاہئیں۔ فرشتے نے اُس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا کر دی۔ فرشتے نے کہا کہ تجھے مال کون سا چاہیے؟ اُس نے کہا کہ مجھے بھیڑ بکریاں چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ نے غیب کے خزانے سے بھیڑ بکریاں بھیج دیں۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ مال اتنا زیادہ ہوگیا کہ میدان بھر گیا۔

کچھ عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان دوبارہ شروع ہوا۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہی فرشتہ ان تینوں کے پاس گیا۔کوڑھ والے کے پاس کوڑھے کی شکل میں گیا اور کہا کہ میری مدد کرو میری یہ حالت ہے اور کسی وقت تو بھی کوڑھ والا تھا۔ وہ دوست احباب میں بیٹھا تھا اس کو بڑا غصہ آیا کہ یہ مجھے کوڑھ والا کہہ رہا ہے۔مال جب آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ یاد نہیں رہتا۔کہنے لگا جا جا میں کب کوڑھ والا تھا؟ یہ مال مجھے باپ دادا کی طرف سے ملا ہے۔فرشتے نے ہاتھ اُٹھائے اور بددعا کی۔یقین جانو !اسی طرح کوڑھا ہو گیا جیسے پہلے تھا اور مال بھی سارا مر گیا۔اب لگا واویلا کرنے مگر کیا فائدہ۔بڑی زاری کی، رویا مگر کام نہ آیا۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس گیا گنجا بن کر اور اس کے سامنے فریاد کی کہ میری مدد کرو۔ایک وقت تھا تو بھی گنجا تھا۔اللہ تعالیٰ نے تیرے اُوپر رحم فرمایا بال اچھے دیئے، رنگ اچھا دیا، گائے، بھینس دیں۔کچھ گائیں، بھینس مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دے دے۔گنجا کہنے لگا حقوق کثیر "حقوق بہت زیادہ ہیں۔" یہ مال مجھے باپ دادا کی طرف سے ملا ہے جا نکل جا یہاں سے۔اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے ہاتھ اُٹھائے اے پروردگار! یہ آدمی جھوٹا ہے اس کو ویسا ہی کر دے جیسا تھا۔ وہ فوراً گنجا ہو گیا۔ جانور مر گئے، گائے، بھینسیں آناً فاناً ختم ہو گئیں۔اب لگا واویلا کرنے، آہ وزاری کرنے۔مگر اب کیا فائدہ۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ پھر یہ فرشتہ اندھے کے پاس اندھا بن کر

گیا۔اس کو بھی اسی طرح کہا کہ ضرورت مند ہوں میری امداد کر۔اُس نے کہا کہ تیری جتنی ضرورت ہے اتنی بھیڑ بکریاں لے جا۔یہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال ہے۔فرشتے نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو تمھیں تمھارا مال مبارک ہو۔بس تمھارا امتحان لیا گیا کہ تمھیں اپنا ماضی یاد بھی ہے یا نہیں۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہو یا نہیں۔ تم آزمائش میں پورے اُترے ہو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا ہے۔اور تمھارے دونوں ساتھی کوڑھا اور گنجا ناشکرے ثابت ہوئے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا ہے۔یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔

جو اللہ کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اللہ اُس کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے:

مال و دولت والو! اپنی دولت پر کبھی گھمنڈ نہ کرو۔اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں بخل نہ کرو۔ضرورت مند کی ضرورت پوری کرو۔جن لوگوں نے رب تعالیٰ کی قدر نہیں کی وہ ذلیل ہوئے ہیں۔اور جنھوں نے قدر کی رب تعالیٰ نے ان کو دگنا دیا۔

صحاح ستہ کی مرکزی کتاب مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے پہلے زمانے کے ایک آدمی کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ سفر پر تھا بادل سے آواز آئی اَسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ "فلاں آدمی کے باغ کو پانی پلاؤ"۔ بادل ایک طرف ہو کر پتھروں پر برسا۔پانی اکٹھا ہو کر ایک نالے میں چل پڑا۔یہ آدمی بھی ساتھ ساتھ چل پڑا۔دیکھا کہ ایک آدمی کہی (بیلچے سے ملتا جلتا مٹی کھودنے کا اوزار) لے کر کھڑا ہے۔ جب پانی وہاں پہنچا تو جہاں جہاں ضرورت تھی پانی کو پھیلانا شروع کر دیا۔ جہاں جہاں ضرورت تھی لگانا شروع کر دیا۔اُس نے اِس کا نام پوچھا۔اِس نے اپنا نام

بتایا۔ یہ وہی نام تھا جس کے متعلق بادل سے آواز آئی تھی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔

مسافر نے کہا کہ میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جس بادل کا یہ پانی ہے اس بادل میں سے میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ فلانے باغ کو سیراب کرو۔ وہ نام تمہارا ہی تھا۔ اب تم مجھے یہ بتلاؤ کہ تم اس باغ میں کیا کرتے ہو؟ باغ والے نے کہا کہ چونکہ تم پوچھ رہے ہو اس لیے میں بھی تم کو بتا دیتا ہوں کہ اس باغ کی جو پیداوار ہوتی ہے میں اُسے دیکھتا ہوں۔ پھر اُس میں سے ایک تہائی تو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں۔ یعنی فقیروں، مسکینوں کو دے دیتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔

جو آدمی اللہ تعالیٰ کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ آج ہم ہر چیز کو مادی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایسے واقعات موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو آناً فاناً ختم کر دیا۔ کیا قارون کے پاس خزانہ کوئی کم تھا؟

اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ [القصص:۷۶]

"بے شک اس کی چابیاں اُٹھاتی تھی ایک طاقتور جماعت۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے قارون کو خزانے سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ لہٰذا جن لوگوں کو رب تعالیٰ نے دولت دی ہے وہ اس کے حقوق کا بھی خیال رکھیں۔ سال کے بعد سو میں سے اڑھائی روپے۔ دو سو میں سے پانچ روپے، ہزار میں سے پچیس روپے نکالیں۔ اور دینے کن کو ہیں؟ کہاں خرچ کرنے ہیں؟

زکوٰۃ کے مصارف :

قرآن پاک میں ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ فرمایا صدقات فقراء کے لیے ہیں، مساکین کے لیے ہیں۔ فقراء فقیر کی جمع ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے لَا یَمْلِكُ قُوْتًا "جس کے پاس ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو۔" زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف فقیر ہے دوسرا مصرف مسکین ہے۔ مسکین اُسے کہتے ہیں کہ جس کی آمدنی کم ہو اور خرچہ زیادہ ہو۔ فقہاء کرام نے سہولت کی خاطر اس طرح سمجھایا ہے کہ جو صاحب نصاب نہ ہو۔ یہ شخص مسکین ہے۔

تیسرا مصرف: وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کے لیے۔ اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جو لوگ مقرر ہوتے ہیں، منتخب ہوتے ہیں ان کو بھی زکوٰۃ میں سے تنخواہ دی جاسکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مختلف حضرات کے ذمے محدود علاقے ہوتے تھے۔ مدینہ طیبہ کا ایک محلہ تھا اُس محلے کی وصولی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی کہ اتنے علاقے کی زکوٰۃ تم نے وصول کرنی ہے۔ کسی کے ذمے کوئی علاقہ تھا اور کسی کے ذمے کوئی علاقہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے پڑھے لکھے اور حساب دان تھے۔ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے گئے۔ لوگوں نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ زکوٰۃ دی۔ تین آدمیوں نے انکار کر دیا کہ ہم نے زکوٰۃ نہیں دینی۔ ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے چچا مبارک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا چچا جی! آنحضرت ﷺ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کے

لیے بھیجا ہے۔ اُنھوں نے کہا جاؤ بیٹے اور لوگ تھوڑے ہیں زکوٰۃ دینے والے۔ اصل بات نہ بتائی۔ دوسرے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔ ان کے پاس مال تھا مگر اُنھوں نے کہا کہ میرے اُوپر زکوٰۃ نہیں آتی۔ تیسرا ابن جمیل منافق تھا۔ اس نے بھی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زکوٰۃ وصول کر کے واپس آئے، رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ حضرت! باقی سب نے زکوٰۃ دی ہے لے آیا ہوں لیکن تین آدمیوں نے نہیں دی۔ ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے نہیں دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہمیں ضرورت تھی ہم نے ان سے اس سال کی بھی اور آنے والے سال کی بھی زکوٰۃ پیشگی لے لی ہے۔ لیکن اُنھوں نے اپنی نیکی کا اظہار نہیں کیا۔ تجھے اُنھوں نے ٹرخا دیا ہے۔

وہ لوگ یہ چاہتے تھے کہ ہماری نیکی کا کسی کو علم نہ ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے آدمی اس طرح خیرات کرے کہ لَا تَعْلَمُ شِمَالُهُ مَا يُنْفِقُ يَمِيْنُكَ "تیرے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ تیرے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔" نیت صاف ہو تو ظاہری طور پر خرچ کرنا بھی جائز ہے مگر مخفی طور پر دینے کا ثواب زیادہ ہے۔ نصِ قرآن سے ثابت ہے۔

دوسرا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ میرے پاس مال ہی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے ٹھیک کہا ہے۔ وہ اپنا سارا مال لے کر آیا تھا کہ حضرت! میں نے یہ سارا مال صدقہ کیا۔ میں نے کہا کہ تیرا صدقہ ہو گیا، تیری طرف سے وقف ہو گیا۔ اب تو میری طرف سے وکیل ہے، اس مال کا متولی ہے۔

جب ہم چاہیں گے لے لیں گے۔تو وہ متولی ہے مال اس کا نہیں ہے۔باقی رہا ابن جمیل تو اس کے دل میں کھوٹ ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی محصل ہوتے تھے جو زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔البتہ سید عامل نہیں بن سکتا۔لیکن اگر کوئی سید زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جائے تو رضا کارانہ طور پر جائے۔اُجرت نہیں لے سکتا۔اگر زکوٰۃ وصول کرنے پر غنی کو مقرر کیا گیا ہے تو اس کو شریعت نے اُجرت لینے کی اجازت دی ہے۔

چوتھا مصرف: وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ اور اُن لوگوں کے لیے جن کے دلوں کو اُلفت دلائی جاتی ہے۔ابتدائے اسلام میں اس طرح ہوتا تھا کہ اگر کسی آدمی پر اُمید ہوتی تھی ایمان لے آنے کی باوجود کافر ہونے کے اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی تھی۔اور شریر قسم کے کافر جو مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے ایسوں کو بھی زکوٰۃ دینے کی اجازت تھی تاکہ مسلمان ان کے شر سے بچ جائیں۔لیکن اب یہ حصہ باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساقط ہوگیا ہے۔اب کسی کافر یا شریر کو تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ دینے کی اجازت نہیں ہے۔اُس وقت کمزوری تھی مسلمان تھوڑے تھے۔اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے افرادی قوت کے لحاظ سے کمزور نہیں ہیں۔اب اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کمزور ہیں،عقائد کے اعتبار سے کمزور ہیں،اخلاق کے اعتبار سے کمزور ہیں۔عددی اعتبار سے کمزور نہیں ہیں۔

آگے فرمایا: وَفِي الرِّقَابِ اور گردنوں کو آزاد کرنے میں۔اُس وقت جو شرعی طور پر غلام ہوتے تھے ان کو آزاد کرانے کے لیے زکوٰۃ دی جاسکتی تھی۔ہمیں

معلوم نہیں ہے کہ ہمارے علاقے میں کوئی شرعی غلام ہو۔ اگر کسی اور ملک یا ریاست میں ہوں تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ بہر حال ہمارے علاقے میں کوئی شرعی غلام نہیں ہے۔

آگے فرمایا: وَالْغٰرِمِيْنَ اور جو مقروض ہیں ان کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بشرطے کہ سید نہ ہو۔

سادات کو زکوٰۃ نہیں لگتی، اصطلاحی سادات کے نام :

یاد رکھنا! اُصولی طور پر سید نہ زکوٰۃ کا مصرف ہے، نہ عشر کا، نہ نذر و منت کا۔ واجب قسم کے کسی بھی صدقے کا مصرف سید نہیں ہے۔

اصطلاحی سیّد کون ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حارث۔ حارث خود تو مسلمان نہیں ہوئے ان کی اولاد مسلمان ہو گئی تھی۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے۔ ان پانچ بزرگوں کی اولاد سید ہے۔ کوئی بھی واجب قسم کا صدقہ ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا هِيَ مِنْ اَوْسَاخِ النَّاسِ "یہ لوگوں کی میل کچیل ہے لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ نہ میرے واسطے حلال ہے اور نہ میری اولاد کے لیے حلال ہے۔" لہٰذا زکوٰۃ، فطرانہ، نذر و منت، عشر، قسم کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، کسی بھی قسم کا کفارہ ہو سیدات کے واسطے جائز نہیں ہے۔

ایک اہم مسئلہ کی وضاحت :

تو اگر کوئی شخص مقروض ہو بشرطے کہ سید نہ ہو اور اس میں قرض ادا کرنے کی توفیق بھی نہیں ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ لیکن ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ اگر کوئی آدمی تمھارا مقروض ہے اور تم اس کو زکوٰۃ میں سے معاف کرنا چاہتے ہو تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ زکوٰۃ کے لیے تملیک شرط ہے۔ زکوٰۃ کے پیسے کا مالک بنانا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جتنا تم نے اس سے قرض لینا ہے تم اتنی رقم زکوٰۃ کی اس کو دو۔ جب وہ پکڑ لے تو اب اسے کہو کہ میرا قرض مجھے دے۔ اب تمھاری زکوٰۃ ادا ہو گئی ہے۔ اب تم اس سے قرض لے سکتے ہو۔ لیکن اگر تم کہو کہ معاف کیا اور نیت زکوٰۃ ادا کرنے کی کرو تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

اور غارمین کا معنٰی تاوان بھرنے والے۔ وہ اس طرح کہ دو آدمیوں کا آپس میں لین دین کا جھگڑا ہے۔ ایک آدمی جھگڑا ختم کرانے کے لیے کہتا ہے کہ تم آپس میں نہ لڑو میں تمھیں پیسے دے دیتا ہوں۔ تو یہ آدمی بھی اتنے پیسے زکوٰۃ کے لے سکتا ہے۔

وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ یہ بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ علمِ دین حاصل کرنے والوں پر پیسہ خرچ کرنا فی سبیل اللہ ہے۔ جس کا ادنیٰ ترین بدلا سات سو ہے وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ دین کی تبلیغ کے لیے خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ ہے کی مد ہے۔ جہاد کے لیے پیسہ خرچ کرنا، مجاہدین پر پیسہ خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اور اگر آدمی حج کے لیے گیا ہے اور رقم ضرورت سے کم ہوگئی ہے تو

اس کی مدد کرنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔

آگے فرمایا: وَابْنِ السَّبِيلِ اور مسافروں کے لیے۔ سفر کے دوران کسی مسافر کا خرچہ کم ہوگیا ہے، پیسے گر گئے ہیں یا کوئی اور مسئلہ پیش آ گیا ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے کہ وہ گھر پہنچ سکے۔

آپ ﷺ نے مانگنے والے کو ہاتھ سے کمانے کا ہنر سکھایا :

مسلمان قوم کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی وسعت فرمائی ہے مگر کچھ لوگوں نے مانگنے کو پیشہ بنا لیا ہے۔ اسلام اس چیز کو گوارہ نہیں کرتا۔ ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا کہ حضرت میں محتاج ہوں میری مدد کرو۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں صحیح ہیں، جسم بھی مضبوط ہے۔ فرمایا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اُس نے کہا کہ ایک لکڑی کا پیالہ ہے اور ایک ٹاٹ ہے۔ فرمایا لے آ۔ وہ دونوں چیزیں لے آیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَّشْتَرِيْهِمَا "کون خریدتا ہے ان دونوں کو۔" آپ ﷺ نے بولی لگائی۔

مثلاً: ایک نے کہا نصف درھم، دوسرے نے کہا ایک درھم، تیسرے نے کہا کہ میں دو درھم کا گاہک ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کو دونوں چیزیں دے دیں۔ پھر آپ ﷺ نے سائل سے فرمایا کہ ایک درہم کی کلہاڑی لاؤ دستہ میں خود ڈال کر دوں گا۔ اور ایک درہم کا سامان خرید کر گھر دے دو۔ وہ کلہاڑی خرید کر لایا آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے دستہ ڈال کر دیا اور فرمایا کہ لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بازار میں فروخت کرو پھر میرے پاس آنا۔ مثلاً: آٹھ دس دن کے بعد وہ آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کچھ کمایا ہے؟ کہنے لگا حضرت! گھر کے برتن بھی خریدے ہیں، فلاں چیز بھی خریدی ہے، فلاں چیز بھی خریدی ہے اور اتنے پیسے میری جیب میں بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ حالت بہتر ہے یا پہلی؟

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ فریضہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ یہ احکام رب تعالیٰ نے بنائے ہیں اور یاد رکھو وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے باطن کو بھی جانتا ہے، ارادے اور نیت کو بھی جانتا ہے۔ اگر کوئی عمل نہیں کرتا اور اس کی پکڑ جلدی نہیں ہوتی تو یہ نہ سمجھے کہ اس کو علم نہیں ہے۔ بلکہ وہ حلیم ہے اس میں اس کی کوئی حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بردباری اور حوصلے سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو۔

روزہ اور اس کے مسائل

خطبہ جمعہ المبارک ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ، ۳ جولائی ۱۹۸۱ء

خطبہ مسنونہ کے بعد---امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَیۡكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۸۳﴾ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَهٗ فِدۡیَةٌ طَعَامُ مِسۡكِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۴﴾

[سورة البقرہ]

ارکانِ اسلام :

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن بندوں پر جو عبادتیں فرض اور لازم قرار دی گئی ہیں اُن اہم اور بنیادی عبادتوں میں سے ایک روزہ ہے۔ روزہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُنِیَ الۡاِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔"

ان میں سے پہلی چیز سچے دل سے اس بات کو تسلیم کرنا اور زبان سے اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دینا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ عقیدہ تمام عبادتوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اس کے بغیر کوئی عبادت منظور و مقبول نہیں ہے۔

نماز اور اہمیتِ نماز :

ان پانچ چیزوں میں سے دوسری چیز نماز ہے۔تمام عبادات میں سے نماز کا درجہ بہت بلند ہے۔اس کا اندازہ تم اس بات سے لگاؤ کہ نماز کے علاوہ جتنی عبادتیں ہیں ان کا حکم زمین پر نازل ہوا۔لیکن جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ نماز کا تحفہ عطا کیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بیداری کی حالت میں جسم مبارک کے ساتھ اپنے پاس بلایا، معراج کرائی اور معراج والی رات براہِ راست خود پچاس نمازوں کا تحفہ عطا کیا جو آخر میں پانچ رہ گئیں۔نمازوں کے ملنے میں جرائیل علیہ السلام کا بھی واسطہ نہیں ہے۔اس کے علاوہ باقی جتنے احکام نازل ہوئے وہ جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے۔کچھ مکہ مکرمہ میں اور کچھ مدینہ منورہ میں۔کچھ سفر میں، کچھ حضر میں۔لیکن نماز کا تحفہ اپنے پاس بلا کر براہِ راست عطا فرمایا۔

پھر یہ کتنا اہم حکم ہے؟اس کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ کی عدالت لگی ہوگی اور ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوگی۔مومن سے، صحیح العقیدہ سے اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الصَّلٰوۃ سب سے پہلا سوال نماز کا ہوگا۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ نماز کتنی ضروری چیز ہے۔نماز ٹھیک ہے تو اُمید ہے باقی چیزیں بھی ٹھیک ہوں گی۔نماز ایک معیار ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مراسلہ :

اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افسروں کی دیانت اور بددیانتی کا معیار نماز ٹھہرائی تھی۔اور حاکموں کو، افسروں کو سرکاری طور پر خط لکھے اور ان میں لکھا:

اِنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِی الصَّلٰوۃ

"بے شک تمھارے تمام کاموں میں میرے نزدیک اہم کام نماز ہے۔"

جو افسر نماز پڑھے گا میں سمجھوں گا کہ وہ باقی کام بھی صحیح کرتا ہے۔ اور جس نے نماز کی پروانہ کی تو میں سمجھوں گا کہ وہ دوسرے کام بھی ٹھیک نہیں کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وفات سے قبل نماز کی بار ہا تاکید کرنا :

نماز کی اہمیت کا اندازہ یہاں سے بھی لگاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات سے پہلے جن چیزوں کی بار بار تاکید فرمائی ان میں نماز بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: الصَّلٰوۃ وَ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، الصَّلٰوۃ وَ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، الصَّلٰوۃ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ "نماز کا خیال رکھنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نماز کا خیال رکھنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نماز کا خیال رکھنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔"

روزہ :

اسلام کی پانچ بنیادی چیزوں میں سے تیسری چیز روزہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ نہیں فرمایا کہ اے انسانو! مومنوں کو خطاب ہے۔ کہ یہ حکم صرف مومنوں کے لیے ہے۔ جو ایمان لا چکے ہیں، ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو خطاب ہے۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ فرض کیے گئے تم پر روزے جیسا کہ اُن لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے

یہ بات سمجھ آئی کہ روزے پہلے لوگوں پر بھی فرض تھے۔ مگر ہم قطعی طور پر یہ نہیں بتا سکتے کہ آدم علیہ السلام پر کتنے روزے فرض تھے؟ نوح علیہ السلام پر کتنے روزے فرض تھے؟ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی پیغمبر کے متعلق نہیں بتا سکتے کہ ان پر کتنے روزے تھے۔

صحیح روایات میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کا تذکرہ آتا ہے کہ:

كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا

"وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن چھوڑتے تھے۔"

تو اس طرح چھ مہینے روزے اور چھ مہینے کی چھٹی بنتی ہے وَكَانَ لَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰی۔ یہ ٹکڑا بھی حدیث میں موجود ہے کہ جب وہ دشمن سے ٹکراتے تھے تو ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ چاہے کتنی سختی کیوں نہ ہو بھاگتے نہیں تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں والی بہادری، دلیری اور شجاعت اور استقلال اور کسی میں نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

لیلۃ القدر میں بیت العزت کے مقام پر قرآن کا نزول :

ہمارے اُوپر اللہ تعالیٰ نے کتنے روزے فرض فرمائے ہیں؟ تو فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ "رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔" لوحِ محفوظ سے دفعتاً یعنی اکٹھا ایک ہی مرتبہ مکمل قرآن پاک ایک رات میں لیلۃ القدر میں جو رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں آتی ہے آسمانِ دنیا پر

ایک مقام ہے جس کا نام ہے بیت العظمت اور اسے بیت العزت بھی کہتے ہیں، اُتارا گیا۔ اس بیت العظمت اور بیت العزت سے زمین پر تیئس [۲۳] سالوں میں نازل ہوا۔

قرآن کی پہلی اور آخری وحی :

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی اکتالیسویں سال کی پہلی رات، دن سوموار کا، آپ جبلِ نور پر غارِ حرا میں تشریف فرما تھے۔ جبرائیل سورہ اقراء کی پہلی پانچ آیتیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ سے لے کر عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ تک لے کر آئے۔ یہ پہلی وحی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور آخری حصہ قرآن پاک کا عرفات کے میدان میں جمعہ والے دن، نویں ذوالحجہ ۱۰ھ میں نازل ہوا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [المائدہ: ۳، پارہ: ۶] اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسّی [۸۰] یا اکیاسی [۸۱] دن دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ اور وحی تو نازل ہوتی رہی لیکن اس کے بعد قرآن کریم نازل نہیں ہوا۔

کلمہ، قرآن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کا شرف :

تو دنیا میں قرآن تیئس سالوں میں نازل ہوا۔ اور یاد رکھنا! قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں میں سے افضل ترین کتاب ہے۔ ایسی کتاب پہلے نہیں اُتری اور نہ کسی صحیفے میں (ایسے) اہم مضامین آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہمارے جیسے گناہ گاروں کو یہ کتاب نصیب فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ

بھی ہمیں نصیب ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف بھی ہمیں ملا۔ ان چیزوں کی قدر کا علم مرنے کے بعد ہوگا۔ کیوں کہ ہر چیز کی منڈی ہوتی ہے اور منڈی میں اس چیز کی قدر ہوتی ہے۔ تو رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا۔

فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ "پس جو شخص تم میں اس مہینے میں حاضر ہو پس چاہیے کہ وہ روزہ رکھے۔" تو ایک مہینے کے روزے ہیں اور مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے اور تیس کا بھی ہوتا ہے۔ اور روزوں کا تعلق چاند کے ساتھ ہے۔ تو فرمایا فرض کیے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کیے گئے تم سے پہلوں پر لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ "تا کہ تم متقی بن جاؤ۔"

روزے کی علت اور تقویٰ کا حصول :

علت اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ روزے اس لیے فرض کیے گئے ہیں تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ روزوں کے ساتھ بندہ متقی کس طرح بنے گا؟ بات آسان بھی ہے اور مشکل بھی ہے۔ سمجھنا چاہے تو بڑی آسان ہے اور نہ سمجھنا چاہے تو بڑی مشکل ہے۔

روزوں کے ساتھ تقویٰ اس طرح پیدا ہوگا کہ آدمی جب روزہ رکھتا ہے تو سحری سے لے کر غروبِ آفتاب تک نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے اور جائز خواہشات سے بھی پرہیز کرتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں سحری سے پہلے بھی حلال تھیں اور غروبِ آفتاب کے بعد بھی حلال۔ صرف چند گھنٹے صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزے دار کے لیے حرام ہیں۔ بندہ جب یہ سوچے گا کہ کھانا میرے لیے حلال تھا، پینا میرے لیے حلال تھا اور باقی چیزیں

میرے لیے حلال تھیں میرے رب نے میرے اُوپر حرام فرمائیں اور میں نے ان کی پابندی کی اور رب تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے حلال چیزوں کو چھوڑ دیا۔تو مجھے وہ چیزیں بھی چھوڑ دینی چاہئیں جو رب تعالیٰ نے میرے اُوپر ہمیشہ کے لیے حرام فرمائی ہیں، ساری زندگی کے لیے حرام فرمائی ہیں۔

ضرور یہ بات ذہن میں آئے گی کہ میرے رب نے جھوٹ بارہ مہینے حرام کیا ہے، غیبت بارہ مہینے حرام کی ہے، شراب بارہ مہینے حرام کی ہے، زنا بارہ مہینے حرام کیا ہے، رشوت بارہ مہینے حرام کی ہے، ناپ تول میں کمی بیشی بارہ مہینے حرام کی ہے، سود بارہ مہینے حرام کیا ہے، دھوکا فراڈ لوگوں کے ساتھ کرنا بارہ مہینے حرام کیا ہے، چوری ڈکیتی بارہ مہینے حرام کی ہے۔رب تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے میں نے صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک حلال چیزوں کو چھوڑ دیا ہے تو مجھے وہ چیزیں بھی چھوڑ دینی چاہئیں جو پروردگار نے میرے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام فرمائی ہیں۔

اگر بندے نے توجہ نہ کی اور نہ سوچا، سمجھو انسانیت نہیں ہے۔انسانیت کے مادے سے محروم ہے۔اگر انسان ہے تو ضرور سوچے گا۔اگر حلال چیزوں کو تو چھوڑ دیا اور حرام چیزوں میں لگا رہا اور اس میں تقویٰ نہ آیا جو روزے کی روح ہے کہ تم متقی بن جاؤ، تو وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہو ایسا آدمی سمجھ لے کہ اس کا روزہ روزہ نہیں ہے۔روزہ اس وقت ہوگا جب اس میں تقویٰ آئے گا۔

زبانی جھوٹ اور عملی جھوٹ کی وضاحت :

اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ

وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ "فرمایا جس آدمی نے جھوٹ نہ چھوڑا اور جھوٹا عمل نہ چھوڑا اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت وضرورت نہیں ہے کہ وہ کھانا چھوڑ دے، پینا چھوڑ دے۔" زبان کا جھوٹ تو سارے جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔ عملی جھوٹ کیا ہے؟ کسی کے ساتھ مکروفریب کرنا۔ کوئی بھی ایسی کارروائی کرنا جو شریعت کی روح کے خلاف ہو۔ عملاً ایسا کام کرنا عملی جھوٹ ہے۔ یعنی جس عمل میں جھوٹ ہو وہ عملی جھوٹ ہے۔

اسی واسطے شریعت نے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کو منع کیا ہے کہ وہ سر اور بازوؤں کے بالوں پر کالا خضاب لگائے اور ان کو کالا کرے کہ یہ حرام ہے۔ کیوں کہ اس میں عملی جھوٹ ہے۔ ڈاڑھی سفید ہے خضاب لگا کر عملاً لوگوں کو مغالطے میں ڈالتا ہے کہ میری ڈاڑھی کالی ہے۔ ہاں! مہندی لگانا سنت سے ثابت ہے لیکن کالی مہندی نہیں۔ مہندی، وسمہ دونوں لگائے یہ بھی سنت سے ثابت ہے۔ سفید رکھے یہ بھی سنت سے ثابت ہے۔ مگر کالی نہ کرے کہ اس میں عملی جھوٹ ہے۔

اس واسطے حدیث پاک میں آتا ہے: لَعَنَ اللّٰهُ الْواصله والمُسْتَوصله "رب تعالیٰ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو سر کے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے بال جوڑتی ہیں اور جو جڑواتی ہیں۔" جوڑنے والیاں بھی ملعون اور جڑوانے والیاں بھی ملعون۔ پراندہ بالوں کے ساتھ جوڑ لیں سب جانتے ہیں دھاگے کا ہے اس میں مغالطہ نہیں ہے۔ چھوٹا ہو چاہے بڑا ہو، کالا ہو، چاہے سفید ہو، طبیعت اور مزاج کے مطابق جوڑ لیں۔ لیکن مصنوعی بال لگائے گی تو اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوگی۔ جھوٹ کی شریعت نے تردید کی ہے چاہے زبانی ہو یا عملی۔

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا :

آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ کی منڈی میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اناج کی بڑی بڑی ڈھیریاں لگی ہوئی ہیں۔ گندم کی، جو کی، باجرے کی اور دیگر اجناس کی، جو بھی اس زمانے میں تھیں۔ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بڑی ڈھیری دیکھی اور خوش ہوئے کہ ملک میں غلہ ہوگا تو لوگوں کو سہولت ہوگی قلت ہوگی تو لوگ پریشان ہوں گے۔ اسلام نے جہاں بنیادی عقائد بتلائے ہیں وہاں پبلک کے رفاہِ عام کے طریقوں کا بھی لحاظ کیا ہے۔ فرمایا دودھ دینے والے جانوروں کو ذبح نہ کرو۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ اس لیے کہ تم جب دودھ دینے والے جانوروں کو ذبح کرو گے تو لوگوں کے لیے دودھ کی قلت پیدا ہوگی۔ عوام کے فائدے کو سامنے رکھتے ہوئے پابندی لگائی۔ ہاں! اگر بیماری کا خطرہ ہے کہ مر جائے گا تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔

تو خیر آپ ﷺ اس بڑے ڈھیر کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا حضرت! اس ڈھیر کو ہاتھ لگا کر دیکھو اندر کیا ہے؟ ابوداؤد شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے ڈھیری کے اندر ہاتھ ڈال کر دانے نکالے تو وہ تر بتر تھے اُوپر سے خشک تھی۔ آپ ﷺ نے مالک سے فرمایا یہ کیا ہے؟ کہنے لگا حضرت! اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ "بارش ہوئی ہے جس کی وجہ سے گیلے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے بارش ہوئی ہے مگر تیرا فرض تھا سارے دانوں کو خشک کرتا۔ تو نے خشک اُوپر ڈالے ہوئے ہیں اور نیچے گیلے ہیں یہ تو دھوکا ہے۔

یادرکھ! مَنۡ غَشَّ فَلَيۡسَ مِنَّا "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"
جس نے مسلمانوں کے ساتھ دھوکا کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔

حدیث کی تشریح :

یادرکھنا! آج تو ہماری منڈیاں ہی دھوکا منڈیاں ہیں ۔ ہمارا کاروبار ہی دھوکے پر چل رہا ہے۔ جو جنس بتاؤ گے اگر اس میں ایک رتی کا بھی فرق کرو گے عند اللہ مجرم ہو اور عند الناس بھی مجرم ہو۔ اور بات توجہ کے ساتھ سنو۔ ایک آدمی آکر کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ یا دوسرے لفظوں میں کہ وہ کہتا ہے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں کہ یہ مسلمان نہیں ہے یا فرمائیں کہ میرا امتی نہیں ہے تو بات کس کی مانی جائے گی؟ اس آدمی کی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ جس نے دھوکا کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح شراح حدیث دو طرح سے کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ فَلَيۡسَ مِنَّا یعنی مسلمان نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ برائے نام مسلمان ہے میرا وفادار اُمتی نہیں ہے۔ بہرحال نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان نہیں یا میرا امتی نہیں۔ اس کے دعویٰ سے کیا ہوتا ہے۔

دو مثالیں :

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ قادیانی ، مرزائی اور لاہوری مرزائی ازروئے قرآن کافر ہیں، ازروئے حدیث کافر ہیں، مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک کافر ہیں اور قانونِ وقت کے رو سے بھی کافر ہیں۔ لیکن وہ ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم

مسلمان ہیں۔تو کسی کے دعویٰ کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہر جھوٹے سے جھوٹا فرقہ کہتا ہے کہ میں سچا ہوں۔(ایک اور مثال سمجھ لیں۔ازروئے قرآن آنحضرت ﷺ کی بیٹیاں چار ہیں، ازروئے حدیث بھی آنحضرت ﷺ کی بیٹیاں چار ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بیٹیاں چار ہیں۔اور رافضیوں کی کتاب "اصولِ کافی" میں بھی ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیاں چار ہیں۔مگر موجودہ رافضی کہتے ہیں ایک ہے۔تو خالی دعویٰ سے کچھ نہیں بنتا۔نواز بلوچ)

تو فرمایا جس نے زبانی جھوٹ نہ چھوڑا اور عملی جھوٹ نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے، پیاسے مرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اور دارمی شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَأُ

وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّحَر

"بہت سے روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ جنھیں سوائے پیاسا مرنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور رات میں عبادت میں مشغول رہنے والے بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ جنھیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

رات کو تراویح پڑھے، تہجد پڑھے، صبح جھوٹ بولے۔تاجر ہے، ناپ تول میں کمی بیشی کرے تو اس تہجد، تراویح کا کیا فائدہ ہوگا؟ روزہ رکھے اور جھوٹ بولے، فراڈ کرے تو بھوکا پیاسا رہنے سے کیا حاصل ہوگا؟ لوگوں کی غیبت کرتا ہے، دل آزاری کرتا ہے، ورثاء کا شرعی حق دینے کے لیے تیار نہیں تو اس کی تہجد تیں اس کو کیا فائدہ دیں گی؟

یقین جانو! سوائے بھوکا پیاسا مرنے کے اور جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

ایک سوال اور اس کا جواب :

کسی نے سوال کیا کہ بعض نیکیاں ایسی ہوتی ہیں کہ بدی کرنے سے نیکی بالکل ختم ہو جائے گی اور بعض ایسی ہیں کہ اجر میں کمی آجائے گی۔ فرمایا یہ ٹھیک ہے کہ نیکی اپنی جگہ پر اور بدی اپنی جگہ پر۔ لیکن جس بدی پر وہ نیکی موقوف ہے یا نیکی پر بدی موقوف ہے وہ نہیں ہوگی قطعاً۔ بیہقی شریف میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان دو آدمیوں کے متعلق جنھوں نے ظہر اور عصر کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ فرمایا تم نے وضو بھی کرنا ہے اور نماز بھی دوبارہ پڑھنی ہے اور آج کے روزے کی قضا بھی کرنی ہے۔ وہ دونوں بڑے حیران ہوئے۔ کہنے لگے حضرت! ہمارا وضو بھی ہے اور نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھی ہے اور روزہ رکھنے کے بعد کھایا پیا بھی کچھ نہیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے فلاں آدمی کی غیبت کی ہے غیبت کے ساتھ روزے کا کیا اجر ہوگا اور نماز کا کیا اجر ہوگا؟ وضو بھی کیا بچا ہے؟ سارے کام دوبارہ کرو۔

میں کوئی گہری بات نہیں کرنا چاہتا کہ آیا غیبت سے سچ مچ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، وضو ٹوٹ جاتا ہے، نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بڑا فقہی طویل الذیل مسئلہ ہے۔ بہرحال آپ ﷺ کے الفاظ واضح ہیں۔ کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اس روزے کا اجر و ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ تو جب اجر و ثواب نہ ملے تو پھر منہ بند رکھنے کے سوا کیا حاصل ہوا؟

روزے کی حقیقت :

یادرکھنا! روزے کا اصل مقصد ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ،تقویٰ کا حصول۔ اس لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ روزے کی حالت میں اگر کوئی تمھارے ساتھ لڑنا چاہے فَلْيَقُلْ اِنِّیْ اِمْرَءٌ صَائِمٌ "پس روزے دار کہے میرا روزہ ہے۔" اب معلوم ہوگا مقام تقویٰ کہ ایک آدمی پورے جوش وخروش کے ساتھ آ رہا ہے وہاں آدمی اپنا نفس مار کر آنحضرت ﷺ کے حکم پر چلے اور کہے کہ میں روزے دار ہوں لڑوں گا نہیں۔ اور اگر یہ بھی کمر کس لے اور کہے کہ آجا! دو ہاتھ کر لیتے ہیں تو پھر تقویٰ تو نہ رہا۔ اگر کوئی روزے دار کو گالیاں نکالتا ہے تو روزے دار کا کام ہے کہ وہ کہے میں روزے سے ہوں گالیاں نہیں نکالوں گا۔ اندازہ لگاؤ کہ ہزار میں سے کتنے آدمی ہوں گے جن کا روزہ صحیح معنٰی میں روزہ ہے۔ اور کتنے ہوں گے جو صرف کھانے پینے سے منہ باندھ کر پھرتے ہیں اور باقی سب کچھ کر رہے ہیں۔ یادرکھنا! جب تک روزے سے تقویٰ نہیں آئے گا بندہ روزے کی حقیقت سے محروم ہے۔

غیبت کا مفہوم :

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ بعض دوست غیبت کا مفہوم نہیں سمجھے، کہتے ہیں میں نے کوئی غیبت تو نہیں کی واقعی وہ چور ہے، شرابی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر واقعی کسی میں عیب ہو اور وہ بیان کیا جائے تو وہ غیبت نہیں ہے۔ یادرکھنا! مسلم شریف کی حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر کسی میں سچ مچ عیب ہے اور تم اس کی عدم موجودگی میں اس عیب کو بیان کرتے ہو (اور اس بیان کرنے میں کوئی شرعی مقصد بھی نہ ہو محض

اس کی بُرائی بیان کرنے کے لیے ہو) یہ غیبت ہے۔اور اگر اس میں عیب نہیں ہے اور تم اس کے ذمہ لگاتے ہوتو یہ بہتان ہے۔شرعی مصلحت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی برائی بیان کی جائے شرعی مقصد کے تحت تو پھر وہ غیبت نہیں ہے۔

مثال سے وضاحت :

مثال کے طور پر ایک آدمی شرابی ہے یا جوئے باز ہے، بُرے اخلاق کا مالک ہے۔تم اپنے بیٹے کو، بھائی کو، عزیز رشتہ دار کو اس کے شر سے بچانا چاہتے ہو اور اُسے کہتے ہو کہ فلاں شرابی ہے، جواری ہے، اس کے پاس نہیں بیٹھنا۔فلاں ناجائز فروش ہے اس کی مجلس میں نہیں جانا۔بتایا اس نے بھی اس کا عیب ہے مگر محض عیب بتانا مقصد نہیں ہے بلکہ دوسروں کو اس کے شر سے بچانا مقصد ہے۔یہ جائز ہے۔کیوں کہ بُری مجلس کا اثر بہت جلد ہوتا ہے۔دانا لوگ یہ بات کہتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کا پیدا کردہ معاشرتی بگاڑ اور سو شہیدوں کا اجر :

پھر خصوصاً ہمارے دور میں کہ نیکی چیونٹی کی چال چلتی ہے اور بدی گھوڑے کی رفتار سے۔یہود و نصاریٰ نے، مشرکین اور کفار نے بین الاقوامی طور پر ماحول ہی ایسا بنا دیا ہے کہ اس دور میں مسلمان کا اپنے اسلام پر صحیح طریقے سے چلنا خاصا مشکل ہے۔بہت مشکل کر دیا گیا ہے۔ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں کہ مسلمان کا اخلاق و کردار، اس کی وضع قطع، ظاہر باطن، اس کا معاشرہ، سارے کا سارا بگاڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔اس دور میں ایک سنت کو زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہے۔جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اجر مائة شَهِيْدٍ

او کما قال ﷺ

"جس نے میری سنت کو اس وقت زندہ کیا جب میری اُمت میں خرابیاں پیدا ہو چکی ہوں گی اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔"

تو اگر اس ارادے سے کسی کو کہا جائے کہ فلاں شرابی ہے، جواری ہے، اس کے پاس نہیں جانا۔ اس نے بُرائی بیان کی ہے مگر ساتھ اچھائی کا پہلو بھی ہے تو یہ درست ہے۔

یار بد از مار بد بسیار بد :

اور یاد رکھنا! میرے نوجوان عزیز ساتھیو! بُری مجلسوں میں نہ جاؤ۔ ایک دفعہ بھی جاؤ گے تو تمھارے اُوپر فوراً اثر ہوگا۔ فارسی زبان کا مقولہ ہے:

یار بد از مار بد بسیار بد

بُرا ساتھی بُرے سانپ سے بھی بُرا ہوتا ہے۔ یعنی سانپ سے زیادہ ڈنگ مارتا ہے۔ اور سانپوں کی بعض قسمیں ایسی ہیں کہ حدیث پاک میں آتا ہے ایک سانپ ہے ابتر کہ وہ آدمی کی طرف دیکھے اور آدمی اُس کی طرف دیکھے، آنکھیں چار ہو جائیں تو آدمی کی بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ چلا بھی نہیں، ڈسا بھی نہیں، محض دیکھنے سے بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ تو بُری مجلسوں میں جا کر اپنی زندگی برباد کرنی ہے، اپنے تقوے کو ختم کرنا ہے۔ اور روزہ تو اس لیے ہے کہ تم متقی بن جاؤ، پرہیزگار بن جاؤ۔ یقین جانو جسے تقویٰ حاصل نہ ہوا اس کی رات کی عبادت بھی بے کار اور دن کا روزہ بھی بے کار۔

آیت کی تشریح :

فرمایا: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہو فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ پس دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنی ہے۔ دوسرے دنوں میں روزے رکھے۔ کیسا بیمار ہو جو روزہ کھا سکتا ہے؟ اس کے متعلق خاصی تفصیل ہے۔ میں بڑے اختصار کے ساتھ فقہی اور شرعی تعریف بتاتا ہوں تاکہ تم سمجھ لو کہ کون سا بیمار ہے جس کو استثناء حاصل ہے۔ یا تو بیمار خود فیصلہ کرے کہ میں ایسا بیمار ہوں کہ روزہ نہیں رکھ سکتا کہ قیامت والے دن جب اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی اور اللہ تعالیٰ مجھے کہیں گے کہ تو نے فلاں دن کا روزہ کیوں چھوڑا تھا؟ اور میں اس بیماری کا ذکر کروں تو اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشھادہ ہے، علیم بذات الصدور ہے، قبول کر لے گا۔ کہ واقعتاً تو ایسا بیمار تھا کہ تو روزہ چھوڑ سکتا تھا۔ اور میرا یہ عذر قبول ہو جائے گا تو پھر روزہ چھوڑ دے اور صحت یاب ہونے کے بعد رکھ لے۔ یا ایسا بیمار کہ جس کے متعلق حکیم یا ڈاکٹر فیصلہ کریں کہ ایسی بیماری میں تیرے لیے روزہ مضر ہے، نقصان دہ ہے۔

ڈاکٹر و حکیم کے لیے تین شرائط :

مگر ڈاکٹر، حکیم کے لیے شرائط ہیں۔

- پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ غیر مسلم ڈاکٹر مسلمان کے لیے حجت نہیں ہے۔
- دوسری شرط یہ ہے کہ دین دار ہو۔ محض مسلمان نہ ہو خود بھی نماز روزے کا پابند ہو۔ جو خود روزہ نہیں رکھتا اس کی بات بھی حجت نہیں ہے۔

❀ تیسری شرط یہ ہے کہ مستند ہو، اپنے فن کا ماہر ہو۔ عطائی نہ ہو کہ چار شیشیاں رکھ کر حکیم، ڈاکٹر بنے بیٹھے ہیں۔

جس حکیم اور ڈاکٹر میں یہ تین شرائط پائی جاتی ہیں وہ کہے کہ روزہ نہ رکھ تو پھر نہ رکھے۔ اور سفر اڑتالیس میل یعنی بہتر [۷۲] کلومیٹر یا اس سے زیادہ ہو۔ چاہے گاڑی کا ہو، چاہے جہاز کا ہو، چاہے ریل کا ہو یا پیدل ہو۔ یک طرفہ اتنا سفر ہو۔ ایسے سفر میں اگر کوئی مسافر سہولت نہیں سمجھتا تو روزہ نہ رکھے۔ شریعت نے اجازت دی ہے۔ اور اگر سمجھتا ہے کہ مجھے سہولت حاصل ہے خصوصاً آج کل کا سفر، تو روزہ رکھ لے تو بہت اچھا ہے۔

پہلے زمانے میں لوگ سفر کرتے تھے قافلوں کی شکل میں۔ سو سو میل تک کوئی گاؤں ہی نظر نہیں آتا تھا۔ کھانے پینے کے لیے کوئی شے نہیں ملتی تھی۔ اور آج تو گاڑی پر بیٹھتے ہیں ابھی سیدھے پدھرے نہیں ہوتے کہ دوسرا اڈا آجاتا ہے۔

اور یاد رکھنا! مسافر کو روزہ کھانے کی صرف اجازت ہے ضروری نہیں کہ رکھے ہی نہ۔ اگر کوئی آدمی مسلمانوں کی موافقت کے لیے اور رمضان المبارک کے احترام کے لیے سفر میں روزہ رکھے گا تو نورٌ علی نور ہے۔

حاملہ اور مرضعہ روزہ چھوڑ سکتی ہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس عورت کے پیٹ میں بچہ ہے اور عورت کمزور ہے اور وہ محسوس کرتی ہے کہ اگر میں نے روزہ رکھا تو بچہ ضائع ہو جائے گا یا خود اس کی اپنی صحت خراب ہو جائے گی تو اس کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ اگر

عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہے اور ماں کے علاوہ دوسرا دودھ نہیں پیتا۔ اگر ماں روزہ رکھے تو دودھ کی قلت ہوگی اور بچے کی جان کو خطرہ ہے تو ایسی عورت کو بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن یہ روزے قضا کرنے پڑیں گے۔

شیخ فانی اور لاعلاج مریض کا فدیہ :

اور ایسا بوڑھا کہ جس کو شریعت کی زبان میں شیخ فانی (بڑھاپے) کہتے ہیں یا ایسی بوڑھی عورت جو کھانے پینے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یا ایسا بیمار کہ جو لاعلاج ہے صحت یابی کی کوئی توقع نہیں۔ ایسے لوگوں کو اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور فدیہ دیں۔ وہ اس طرح کہ ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا دیں جو صحیح العقیدہ مسلمان ہو۔ سید نہ ہو، غنی نہ ہو، بیمار اور بچہ نہ ہو۔ اگر کچا اناج دینا چاہیں تو موٹا تخمینہ دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔ لیکن مسئلہ یاد رکھنا! قسم کا کفارہ اور یہ کفارہ اکٹھے نہیں دے سکتے۔ یومیہ دینا ہے۔ اگر اکٹھا دینا ہے تو تیس مسکینوں کو ایک ہی دن دے دے۔ مثلاً: ان شاء اللہ العزیز کل روزہ ہے۔ اگر ایک مسکین کو فدیہ دینا ہے تو روزانہ دیا کرے یا کل تیس مسکینوں کو اکٹھا دے دے۔

روزہ اور فضیلتِ رمضان :

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ جس نے رمضان شریف کا روزہ رکھا اس شرط کے ساتھ کہ وہ مومن ہے اور ثواب سمجھ کر رکھا تو اس کے پہلے صغیرہ گناہ سارے معاف کر دیئے جائیں گے، کبیرہ نہیں۔ اور رات کو نماز پڑھے اور تراویح پڑھے۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے۔ اگر فرض پڑھے گا تو ان کا درجہ دوسرے مہینوں کی نسبت سے ستر گنا زیادہ ہوگا۔ نفل پڑھے گا تو ان کا درجہ دوسرے مہینوں کی نسبت سے ستر گنا زیادہ ہوگا۔ نوجوانو، ساتھیو! زندگی کا کوئی پتا نہیں ہے۔ بڑی حیرت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے تو کھڑے رہتے ہیں اور جوان آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ بھائی! تم نوجوان ہو تمھارے اُوپر تو فرض تھا کہ بوڑھوں کو مات دے جاتے۔ تو زندگی کا کوئی علم نہیں ہے کہ حالات کیا پیش آئیں۔ وقت ہے نیکی کر لو۔ الحمد للہ! تمھیں معلوم ہے کہ میں وقت کا بڑا خیال رکھتا ہوں۔ سحری کے وقت بھی اور افطاری کے وقت بھی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ میری اُمت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک افطار میں تاخیر نہیں کرے گی وقت ہونے کے بعد۔ وقت ہونے سے پہلے افطار کرنا بھی گناہ ہے۔ وقت کی پابندی کرو، نمازیں پڑھو، قرآن پڑھو، بُرے کام چھوڑ دو۔ کھانا پینا جو چھوڑا ہے تو اس لیے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسی رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ بُرے کاموں سے گریز کرو۔ یہ مفہوم آ جائے تو روزہ ہے ورنہ بھوکا مرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

ایمان اور روزے کی اہمیت

خطبہ جمعہ المبارک ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ، ۱۰ جولائی ۱۹۸۱ء

خطبہ مسنونہ کے بعد---امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَہُوَ خَیۡرٌ لَّہٗ ؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝

[سورۃ البقرہ]

تمام عبادتوں کا مدار ایمان ہے :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے ایمان والو! کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ فرض کیے گئے تم پر روزے۔ خطاب ایمان والوں کو ہے۔ کیوں کہ تمام عبادتوں کا، تمام نیکیوں کا، تمام اچھے کاموں کا مدار ایمان ہے۔ اگر کسی آدمی کا ایمان عقیدہ درست نہیں ہے یقین جانو! نہ نماز اس کے کام آئے گی، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ قربانی، نہ فطرانہ، نہ اور کوئی نیکی ٹھکانے لگے گی۔ اگر ایمان اعتقاد درست ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سارا معاملہ درست ہو جائے گا۔ بات سمجھانے کے لیے دو باتیں عرض کرتا ہوں۔

مشرکین مکہ کا دو بڑی نیکیوں پر گھمنڈ کرنا:

مشرکین مکہ حاجیوں کی سہولت کے لیے راستوں پر پانی کا مفت انتظام کرتے تھے اُس زمانے میں جب پانی کی بہت قلت اور دقت ہوتی تھی۔ بلکہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق بعض ایسے مقام تھے کہ مسلسل چوبیس گھنٹوں کا سفر طے کرنے کے بعد وہاں سے پانی لاتے تھے۔ رات کو چلتے، دن کو چلتے، چوبیس گھنٹوں کا طویل سفر طے کرنے کے بعد پھر کہیں جا کر پانی کے چشمے پر پہنچتے اور پانی لا کر مفت سبیلیں لگاتے۔ بڑا کام ہے۔ انسان تو انسان ہے ایمان کی حالت میں آدمی کتے کو پانی پلا دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نجات کا سبب بن سکتا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک فاحشہ عورت، بدکارہ بازاری عورت نے پہلی امتوں میں سے کلمہ پڑھا، ایمان قبول کیا۔ ابھی اور کوئی عمل نہیں کیا، واپس جا رہی تھی کہ راستے میں کنواں نظر آیا اس سے پانی پیا۔ اتنے میں ایک کتا آ گیا۔ اس نے اپنے دوپٹے کے ساتھ موزہ باندھ کر کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول فرمائی اور اس کو بخش دیا۔ حالانکہ انسان کو نہیں کتے کو پانی پلایا۔ عورت بھی فاحشہ، بدکارہ اور بازاری ہے۔

تو پانی پلانا بھی بڑی نیکی ہے مگر ایمان کے ساتھ۔ ورنہ مکے والوں نے حاجیوں کے لیے سبیلیں لگائی ہوئی تھیں اور پھر ان کی نگرانی بھی کرتے تھے اور ماشکیوں کو مزدوری بھی دیتے تھے۔ پھر مسجد حرام کی خدمت بھی کرتے تھے۔ جھاڑو پھیرتے، صفائی کرتے۔ اور ان دو نیکیوں پر انہیں بڑا گھمنڈ تھا اور وہ کہتے تھے کہ ان

نیکیوں کے ہوتے ہوئے کیا ہم جہنم میں جائیں گے۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ

[التوبہ:۱۹، پارہ:۱۰]

"کیا تم نے کر دیا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا تعمیر کرنا برابر اس کے جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا یہ برابر نہیں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان کے بغیر ان نیکیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔نہ حاجیوں کو پانی پلانا کسی کام کا اور نہ مسجد حرام کی تعمیر کرنا کسی کام کا۔ایمان کے بغیر کوئی نیکی فائدہ مند نہیں ہے۔تمام عبادتوں کا مدار ایمان ہے۔

نیکی سببِ نجات ہے علت فضلِ رب تعالیٰ ہے :

اگر عقیدہ صحیح ہے، ایمان درست ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہو سکتا ہے کہ ایک نیکی انسان کی نجات کا سبب بن جائے۔علت نہیں، علت رب تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور نیکی بہانہ اور سبب ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس کا عمل اسے جنت میں لے جائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر۔رب تعالیٰ کے فضل سے بے نیاز ہو کر کسی کا عمل اس کو جنت میں نہیں

لے جا سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے حیران ہوئے۔ اور حیران اپنی ذات کے لیے نہیں ہوئے بلکہ کہنے لگے ہم اور ہمارے اعمال تو اپنی جگہ پر ہیں جو بھی ہیں ان کو تو رہنے دو۔ حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کسی کا عمل بھی اسے جنت میں نہیں لے جائے گا۔ حضرت! کیا آپ کا عمل بھی جو بڑا جان دار اور شان دار ہے۔ آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں نہیں لے جائے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے پروا ہو کر، اللہ تعالیٰ کے فضل سے مستغنی ہو کر؟

اور یاد رکھنا! میرا بھی عقیدہ ہے اور میرے تمام اساتذہ کا، تمام بزرگوں کا، ہمارے پیروں کا اور پیروں کے پیروں کا بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمل ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ساری اُمت کے سارے اعمال ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمل وزنی ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جس آدمی کا یہ عقیدہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے متعلق وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کرنے والا ہے یا معاذ اللہ تعالیٰ توہین کرنے والا ہے؟

یاد رکھنا! غلط فہمی کا شکار نہ ہونا اور غلط کار لوگوں کی باتوں میں نہ آنا (یہ مشرک اور بدعتی قسم کے لوگ بہت بکواس کرتے ہیں اور علماء حق پر غلط الزامات لگا کر اپنی عاقبت مزید خراب کرتے ہیں۔ مرتب) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش ہوئی کہ حضرت! آپ کا عمل تو بڑا اعلیٰ اور وزنی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت میں نہیں لے جائے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مستغنی ہو کر؟ تو حدیث پاک میں آتا ہے: فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی هَامَتِهٖ وَ قَالَ فَلَا وَ اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِفَضْلٍ مِّنْهُ وَ رَحْمَةٍ۔

"پس آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں جا سکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ کر جنت میں لے جائے گا۔"

جنت کا مالک پروردگار ہے اعمال کو اس نے بہانہ بنایا ہے۔ تو اگر کسی کا ایمان درست ہے، صحیح ہے تو یقین جانو! حاجیوں کو پانی پلانا تو بڑی بات ہے، روزے داروں کو پانی پلانا بڑی بات ہے یہ تو اشرف المخلوقات ہیں کتے کو پانی پلانے سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بخش سکتا ہے۔

تمام اعمال کا مدار عقیدہ ہے، مثال سے وضاحت :

لہٰذا اعمال سے پہلے عقیدے کی درستگی اور اصلاح کا خیال رکھنا ہے۔ عقیدہ صحیح ہے تمام اعمال صحیح ہیں۔ عقیدہ غلط ہے کسی عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک درخت ہے کہ اس کی جڑیں ہری ہیں۔ اس کا تنا بھی ہرا ہوگا، ٹہنیاں بھی ہری ہوں گی، پتے بھی ہرے ہوں گے، اس پر پھول اور پھل بھی لگے گا۔ اور جس درخت کی جڑیں خشک ہو جائیں، جل جائیں، نہ اس کا تنا ہرا ہوگا، نہ شاخیں، نہ پتے، نہ اس پر پھول اور پھل لگے گا۔ چاہے دنیا کے ماشکی مشکیں بھر بھر اس کو پانی دیں اور اس پر پانی کا چھڑکاؤ کریں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ یہی حال ہے عبادات کا۔ ایمان کے بغیر ساری رات عبادت میں لگے رہیں، سارا دن عبادت میں لگے رہیں، سارا مہینہ، سارا سال، ساری زندگی عبادت میں لگے رہیں اگر ایمان، عقیدہ صحیح نہیں ہے تو نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ قربانی، نہ فطرانہ، کسی عبادت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، سب ضائع ہو گئیں۔

معمولی بات سے عقیدے کے بگڑ جانے پر ایک واقعہ :

اور یاد رکھنا! معمولی سی بات سے عقیدہ بگڑ جاتا ہے۔ "ترجمان السنۃ" حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں روایت ہے حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا دو آدمی سفر پر جا رہے تھے۔ راستے میں ایک مقام پر مشرکوں نے شرک کا اڈا بنایا ہوا تھا۔ جو آدمی وہاں سے گزرتا اُسے کہتے کہ اس بت پر چڑھاوا چڑھا تب آگے جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ وہ راستہ قریب کا تھا دوسرے راستے دور دراز کے تھے۔ لوگ مجبوراً کوئی بکرا چڑھا دیتا، کوئی چھترا، کوئی مرغی ذبح کر دیتا وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے راستوں سے بڑا چکر بنتا تھا۔ مجاوروں نے ایک طریقہ بنایا ہوا تھا کھانے پینے کے لیے کہ کوئی نہ کوئی چیز ذبح کر کے جائے۔

یہ دو آدمی موحد تھے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو اُنھوں نے کہا کہ ہمارا دستور ہے کچھ ذبح کرو پھر آگے جا سکتے ہو۔ اِن دو آدمیوں نے کہا کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کو ہم اچھا نہیں سمجھتے۔ پھر ہم مسافر ہیں ہمارے پاس کوئی شے نہیں ہے۔ طرفین سے بڑا اصرار ہوا۔ چنانچہ ایک مجاور نے کہا کہ مکھی مار کے چڑھاوا چڑھا دو تاکہ ہمارا قانون نہ ٹوٹے۔ ان میں سے ایک نے خیال کیا کہ کتنی مکھیاں ہم مار دیتے ہیں اور مکھیوں کے مارنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اگر ایک مکھی مارنے سے جان چھوٹتی ہے تو چڑھاؤ۔ اس نے ایک مکھی مار کے پھینک دی غیر اللہ کے نام پر۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ دوزخ میں گیا۔ اور دوسرے نے کہا کہ میں غیر اللہ کے نام پر مکھی بھی چڑھاوا چڑھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اس کو اُنھوں نے قتل کر دیا۔

وہ جنت میں گیا۔(مسند احمد بحوالہ ترجمان السنہ)

تو ایک مکھی کی وجہ سے ایک آدمی جنت میں گیا اور ایک دوزخ میں گیا۔تو عقیدہ بگڑے تو ایک مکھی سے بگڑ جاتا ہے۔

تو عقیدے کا تحفظ کرو تمام اعمال کا مدار عقیدے پر ہے۔اس واسطے فرمایا اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔تقویٰ کے متعلق ضروری باتیں میں نے پچھلے جمعہ کر دیں تھیں اعادہ نہیں کرتا تا کہ وہی بات بار بار سامنے نہ آئے۔

جبرئیل علیہ السلام کا بددعا کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امین کہنا:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔منبر کی اُس وقت سے لے کر آج تک تین سیڑھیاں ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ پہلی سیڑھی پر کھڑے ہوں میں نے بددعا کرنی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امین کہنی ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری سیڑھی پر چڑھنا ہے اور میں نے بددعا کرنی ہے آپ نے امین کہنی ہے۔پھر آپ نے تیسری سیڑھی پر چڑھنا ہے اور میں نے بددعا کرنی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہنی ہے۔یہ سبق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی سیڑھی پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے اور جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ اُٹھائے۔اور یاد رکھنا! جبرئیل علیہ السلام بھی معصوم ہیں۔کیوں کہ فرشتے معصوم

ہوتے ہیں ۔ اور آنحضرت ﷺ تمام پیغمبروں کے سردار، تمام معصوموں کے سرداراور امام ہیں۔ایک معصوم نے بددعا کرنی ہے اور دوسرے معصوم نے امین کہنی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے بددعا شروع کی "اے پروردگار! جس آدمی نے اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کی، خدمت کر کے ان کو خوش نہیں کیا، ماں باپ دونوں ہوں یا ایک ہو اور بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور لڑکا، لڑکی نے ان کو سکون نہیں پہنچایا خدا کرے وہ مرد اور عورت ناکام اور نامراد مریں خَابُوْا وَ خَسِرُوْا۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا امین۔ یاد رکھو نوجوانو! جنھوں نے ماں باپ کی خدمت نہ کی وہ دو معصوموں کی بددعا کا نشانہ بنیں گے جس کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ایک روایت میں خَابُوْا وَ خَسِرُوْا اور ایک روایت میں خَابَ وَ خَسِرَ کے الفاظ آتے ہیں کہ وہ نامراد اور بدبخت ہے جس نے اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کی۔ یاد رکھنا! ماں باپ کو "ہوں" کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ "اگر پہنچ جائیں تمھارے پاس بڑھاپے کو اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا ان میں سے ایک یا دونوں فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا پس نہ کہو ان کو اُف یعنی ہوں، اور نہ ان کو ڈانٹو۔" ماں نے بلایا یا باپ نے بلایا یا کوئی بات کہی اور اس نے جواب میں ہاں ہوں کہا تو گناہ گار ہوگا۔ جی! کہے تو ٹھیک ہے۔ "ہاں ہوں" کھر درا لفظ ہے۔ماں باپ کا ادب و احترام ملحوظ رکھے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رئیس التابعین حضرت سعید بن مُسیّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے آدمی کو اس طرح رہنا چاہیے جس طرح تند خو (سخت مزاج) آقا کے سامنے غلام رہتا ہے۔لیکن قیامت کی نشانیوں میں سے ایک

نشانی یہ بھی ہے کہ عورتیں اپنے آقا جنیں گی۔ یعنی اولاد اس طرح حکم کرے گی جس طرح لونڈی کو حکم دیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری سیڑھی پر چڑھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے بددعا کی کہ "جس آدمی کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی لیا جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجے اللہ کرے وہ آدمی ناکام اور نامراد مرے۔" یاد رکھنا! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی سنو تو کم از کم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہو۔ اتنے لفظ ہر مسلمان کے فریضے میں داخل ہیں کہ اللہ کا لفظ بھی آئے اور صلی کا لفظ بھی آئے۔ احادیث کی کتابیں دیکھو! جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی آئے گا تو اس طرح لکھا ہوا ہوگا قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم، سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن جس وقت تم نماز کی حالت میں ہو یا خطبہ سن رہے ہو یا قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہو تو پھر درود شریف نہیں پڑھنا۔ کیوں کہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہاں پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

نماز اور دیگر ذکر و اذکار میں آواز بلند کرنے کی مقدار :

ایک آدمی نے سوال کیا اس کے جواب میں فرمایا ذکر اذکار کے متعلق مسئلہ یہ ہے اور نماز کے متعلق بھی سارے کان کھول کر سن لو! اگر کوئی آدمی بہرہ نہ ہو تو اتنی آواز ہو کہ اس کے اپنے کان سنیں۔ اگر اپنے کان نہیں سنیں گے تو نماز نہیں ہوگی (لیکن ساتھ والوں کے کان نہ کھائے۔ مرتب) اگر اتنی آواز نہ ہو کہ اپنے کان سنیں اور فقط زبان ہلا کر اللہ اکبر! کہہ کر جانور ذبح کرے، حلال نہیں ہوگا۔

اَشِعَّۃُ اللمعات اور علامہ ابن نُجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ کی بحر الرّائق وغیرہ کتابوں میں تصریح موجود ہے۔ ہاں! اگر خطبے کی حالت میں زبان نہیں ہلاتا دل میں تصور کر لے صلی اللہ علیہ وسلم کا تو بات علیحدہ ہے۔ ذکر بھی اس طرح ہو کہ اپنے کان سنیں۔ بلند آواز سے ذکر کرنا خاص طور پر مسجد میں تو بلند آواز سے قرآن پڑھنا بھی حرام ہے۔ جب ایک آدمی بھی نماز پڑھ رہا ہو یا بیمار کو تکلیف ہوتی ہو تو بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا بھی جائز نہیں ہے اور ذکر کرنا بھی حرام ہے۔ آج تو مصیبت ہے کہ دین ہی ڈھنڈورا پیٹنے کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ نہ کوئی نماز پڑھ سکے، نہ کوئی سو سکے اور نہ کوئی قرآن پڑھ سکے۔ یہ جھلا (کم عقل) شروع ہو جائے گا اور سارے محلے اور قصبے کو اوازار (اذیت میں مبتلا) کردے گا۔ یاد رکھنا! یہ گناہ کی بات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری سیڑھی پر پاؤں مبارک رکھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے بددعا کی کہ "رمضان المبارک کا مہینہ آئے اور آدمی مقیم بھی ہو، تندرست بھی ہو کہ روزے رکھنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ باقی تھوڑی بہت تکلیف تو پہلوانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔ پیاس بھی لگتی ہے، بھوک بھی لگتی ہے، ٹانگیں بھی کانپتی ہیں۔ مکمل تندرست آج کون ہے؟ تو معمولی بیماریوں کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ کھاد کے چاول اور گندم کھا کر تندرست کون رہ سکتا ہے۔ تو فرمایا جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پالیا اور ہے بھی مقیم اور تندرست پھر روزہ نہیں رکھا خَابَ وَ خَسِرَ اللہ کرے ناکام اور نامراد مرے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آمین۔

ایک معصوم کی بددعا اور دوسرے کی آمین۔ اس کے قبول ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ تو رمضان المبارک کے مہینے میں جو لوگ معمولی معمولی باتوں کی

وجہ سے روزے چھوڑ دیتے ہیں خدا کی پناہ! اللہ تعالیٰ بچائے اس گناہ سے۔ یاد رکھنا! معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس سے کون چھپ سکتا ہے؟

روزے کے ضروری مسائل :

اب روزے کے ضروری مسائل سن لیں اور انہیں یاد رکھیں۔ اگر کوئی آدمی بھول چوک کر کھا پی لے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے روزے پر کوئی زد نہیں پڑی۔ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑا گھبرایا ہوا آیا۔ کہنے لگا حضرت! مجھے یاد نہیں تھا میں نے روزے کے ساتھ کھا بھی لیا اور پی بھی لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَطْعَمَكَ اللّٰهُ وَ سَقَاكَ "تجھے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔" تیرا روزہ برقرار ہے۔

خطا کا مطلب اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال :

خطا کے مسئلے میں اختلاف ہے۔ خطا کی صورت یہ ہے کہ روزہ یاد ہے وضو کر رہا ہے کلی کرنے کے لیے منہ میں پانی ڈالا غیر اختیاری طور پر پانی حلق سے نیچے چلا گیا۔ اسے خطا کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو روزہ قضا کرنا پڑے گا فقط کفارہ نہیں آئے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خطا کی صورت میں قضا کے بھی قائل نہیں ہیں۔ بہرحال دین کے سلسلے میں جتنی احتیاط کر سکتے ہو کرو۔ تو خطا کی صورت میں روزہ قضا کرنا پڑے گا۔

اسی طرح اگر بادل تھا گھڑی خراب تھی اس نے سمجھا کہ افطار کا وقت ہو گیا ہے اور روزہ افطار کر لیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تو اس

صورت میں بھی روزے کی قضا دینی پڑے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی ایسا واقعہ پیش آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی ایسا واقعہ پیش آیا کہ بادل بڑا گھرا تھا۔ اس زمانے میں گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں۔ سب کا خیال ہوا کہ سورج غروب ہوگیا ہے روزہ افطار کرلیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ بادل پھٹا تو دیکھا سورج کھڑا ہے۔ بڑے پریشان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَضَاءُ يَوْمًا عَلَيْنَا يَقِيْنًا "یقیناً ہمارے اُوپر ایک دن کی قضا ہے۔"

اسی طرح اگر کسی نے غلط فہمی کی بنا پر سحری کے وقت کھانا دیر سے کھایا تو اس دن کے روزے کی قضا کرنا پڑے گی۔ مثال کے طور پر ہم گھڑیوں کا حتی الوسع خیال رکھتے ہیں کہ ٹھیک رہیں۔ اور وقت کا بھی خیال رکھتے ہیں تاکہ کسی کے روزے میں خلل نہ آئے۔ ہم احتیاطاً سحری کا ٹائم ختم ہونے سے ایک منٹ پہلے اعلان کردیتے ہیں کہ کھانا پینا چھوڑ دو۔ جب اذان ہوتی ہے اس وقت سحری کا ٹائم نہیں ہوتا۔ مثلاً: جب مؤذن نے کہا اللہ اکبر! اگر کسی نے اس وقت کھایا پیا تو روزہ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اذان ہوتی ہے پوہ پھوٹنے کے بعد چاہے ایک منٹ گزر جائے یا دو منٹ گزر جائیں۔ کچھ لوگ اذان کے ہوتے ہوئے کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ ان کا روزہ قطعاً نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اذان وقت سے پہلے نہیں ہوسکتی۔ اذان پوہ پھوٹنے کے بعد ہوتی ہے اور کھانے کا وقت ہے پوہ پھوٹنے سے پہلے۔

ایک آدمی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دوسروں کے متعلق تو کچھ نہیں کہہ سکتے ہم نے الحمد للہ! پورا التزام کیا ہوا ہے کہ سحری کے وقت بھی اور افطاری کے وقت بھی کہ اذان احتیاط کے ساتھ ہو تاکہ کسی کے روزے پر زد نہ پڑے۔ دوسروں

کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ ویسے بھی آج کل تو بڑی سہولت ہے اوقات منضبط ہیں، کیلنڈر چھپے ہوئے ہیں۔ پانچ منٹ پہلے ہی کھانا پینا بند کر دینا چاہیے اس میں کیا حرج ہے۔

بعد غروبِ آفتاب افطار میں جلدی کرنا :

اور اسی طرح شام کو افطاری میں تاخیر کرنا بھی گناہ ہے۔ ابو داؤد، ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حدیث ہے اور یہ کتابیں صحاح ستہ کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزے کی افطاری کا وقت ہو جائے تو تاخیر نہ کرو فَإِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ "بے شک یہودی اور عیسائی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرتے تھے۔" لیکن جلدی افطار کرنے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ یقیناً وقت ہو چکا ہے۔ دونوں باتوں کا لحاظ رکھنا ہے۔ نہ افراط ہو اور نہ تفریط ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا تَزَالُ أُمَّتِيْ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلَ الْفِطْرَ "میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک افطار میں جلدی کرے گی۔" تو سنت یہ ہے کہ وقت ہو جائے یقیناً تو اس کے بعد تاخیر نہ کرے۔

وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے کی سزا :

اور دوسری طرف حدیث ہے مستدرک حاکم، موارد الظمآن کی، یہ حدیث کی کتابیں ہیں۔ ان میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس دو آدمی آئے خواب میں، میرے بازو کو پکڑا اور کہنے لگے ہمارے ساتھ چلیں۔

آگے گئے تو جَبَلٌ وَعِرٌ "ایک پہاڑ تھا بڑا دشوار گزر۔" مجھے کہنے لگے پہاڑ پر چڑھنا ہے۔ میں نے کہا لَا اَسْتَطِيعُ "میں اس پہاڑ پر نہیں چڑھ سکتا۔" کہنے لگے ہم تعاون کریں گے تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلو۔ فرمایا جب میں نصف پہاڑ تک پہنچا تو میں نے بڑی دردناک آوازیں سنیں، چیخیں مار رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ دوزخ میں جلنے والے واویلا کر رہے ہیں۔ آگے گئے تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ٹخنوں میں رسیاں ڈال کر الٹے لٹکائے ہوئے ہیں۔ منہ نیچے اور پاؤں اوپر وَيَسِيلُ دَمٌ فِيهِ "اور ان کے مونہوں سے خون بہہ رہا ہے۔" میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ يُفْطِرُونَ قَبْلَ اَوَانِهٖ "یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے افطار کرتے تھے۔" غلطی سے نہیں، غلطی معاف ہے۔ قصداً وقت سے پہلے افطار کرتے تھے۔ اَلْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْاِشَارَةُ "عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔" عقل مند اشارے سے سمجھ جاتا ہے۔ تو روزہ افطار کرنا ہے وقت ہو جانے کے بعد۔

محض توبہ سے نماز، روزہ معاف نہیں ہوتے :

اور یاد رکھنا! بہت سارے پڑھے لکھے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ توبہ کر لیں گے۔ توبہ کا مسئلہ اس طرح نہیں ہے جس طرح لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ حضرت امامِ ابوحنیفہ، حضرت امامِ مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہ سارے امام، محدثین، مفسرین، اس مسئلے پر متفق ہیں اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بالغ ہو جانے کے بعد اگر کسی کی نماز رہ گئی تو توبہ سے معاف نہیں ہوگی، روزہ رہ

گیا بالغ ہو جانے کے بعد جتنی نمازیں اور روزے رہ گئے ہیں قضا کرے گا اور ساتھ توبہ کرے گا تاخیر کرنے کی کہ اے پروردگار! میں وقت پر نہیں پڑھ سکا مجھے معاف کردے۔ محض توبہ سے کچھ نہیں ہوتا۔ ائمہ اربعہ وغیرہ متفق ہیں کہ محض توبہ سے نہ روزہ معاف ہوگا، نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ فطرانہ، نہ قربانی۔ ان کی قضا دینی پڑے گی۔

شراب پی ہے سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔ زنا کیا ہے سچے دل سے توبہ کرے اللہ معاف کردے گا۔ بندے کا حق کھایا ہے کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا جب تک صاحبِ حق کا حق نہیں دے گا یا وہ معاف کردے۔ درمختار شامی میں یہ مسئلہ بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ اگر یہ مسئلہ اتنا سستا ہوتا تو محدثین کرام احادیث کی کتابوں میں باب قضاء الفوائت قائم نہ کرتے اور نمازوں کے قضا کرنے کے طریقے پر باب قائم نہ کرتے بس اتنا لکھ دیتے کہ نماز نہیں پڑھی توبہ کرلو۔

لہٰذا اگر کسی نے نمازوں میں کوتاہی کی ہے تو آج سے قضا کرنی شروع کر دے۔ اور یاد رکھنا! بِحَمْدِ اللهِ تَعَالٰی نفلی نمازیں پڑھتے ہیں، قائل بھی ہیں۔ بایں ہمہ یہ بات کہتا ہوں کہ جن لوگوں کی فرض نمازیں رہ گئی ہیں وہ نفلوں کے پیچھے نہ پڑیں فرضوں کی قضا کریں۔ کیوں کہ نفل پڑھنے سے نفلوں کا ثواب ملے گا نہ پڑھنے سے گرفت نہیں ہوگی۔ اور جو فرض رہ گئے ہیں ان کی پوچھ گچھ ہوگی وہ تمھارے ذمے قرض ہیں۔ اور تین وقتوں کے علاوہ قضا نمازیں پڑھ سکتے ہو۔ سورج کے طلوع ہونے کے وقت، غروب ہونے کے وقت اور جب سورج عین سر پر ہو۔ ان اوقات میں نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ قضا نمازوں کے لیے ترتیب بھی ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی آدمی کے ذمہ ہزار نماز ظہر کی ہے تو یہ جب پڑھے گا تو یہ نیت کرے گا کہ میرے ذمہ جو ظہر کی نمازیں ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں۔ پہلی پہلی کرکے نیت کرتا جائے گا اور پڑھتا جائے گا۔ اسی طرح اگر فجر کی پڑھے گا تو نیت کرے گا کہ میرے ذمے جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے جو پہلی ہے وہ پڑھتا ہوں۔ تاکہ تعین ہو جائے۔ یا آخر کی طرف سے شروع ہو جائے کہ میرے ذمہ فجر یا ظہر کی جو آخری نماز ہے وہ پڑھتا ہوں۔ آخری آخری کرکے نیت کرتا جائے کیوں کہ بغیر تعیین کے ادا نہیں ہوگی۔

قضا نماز کا فدیہ :

اور اگر کوئی آدمی پڑھتے پڑھتے بیمار ہو گیا ہے اور اب پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو پھر اس کا فرض ہے کہ اپنی نمازوں کے متعلق وصیت کرے کہ میری اتنی نمازیں رہ گئی ہیں ان کا فدیہ دے دینا۔ ایک نماز کا فدیہ موٹا تخمینہ دو سیر گندم ہے۔ اور وتر کا فدیہ الگ ہے۔ تو اس طرح ایک دن کی نمازوں کا فدیہ بارہ سیر گندم ہے۔ یہ کفارہ ہے نمازوں کا۔ مگر یہ اس آدمی کے لیے ہے کہ اس کو مسئلے کا اب علم ہوا ہے اور وہ اب پڑھ نہیں سکتا بیمار ہو گیا ہے۔ یا بیمار ہو گیا اور بیماری کے دنوں کی نمازیں رہ گئی ہیں۔

ہوش وحواس قائم ہوں تو نماز کی معافی نہیں :

کیوں کہ بیماری کی حالت میں اگر ہوش وحواس قائم ہوں تو نمازیں معاف نہیں ہوتیں چاہے کتنا ہی بیمار ہو۔

اس کا اندازہ تم اس مسئلے سے لگاؤ کہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ شافع المسلک اور بہت بڑے امام ہیں۔ جنھوں نے ابوداؤد کی شرح لکھی ہے معالم السُنن۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی ظالم نے کسی آدمی کو سولی پر لٹکا دیا اور اس کے بدن میں میخیں ٹھونک دیں اور نماز کا وقت ہو گیا تو وہ نماز پڑھے۔ یہ بے چارہ سولی پر لٹکا ہوا ہے نہ وضو کر سکتا ہے نہ تیمم۔ فرماتے ہیں نماز اس کو معاف نہیں ہے۔ نماز پڑھے گا اس ارادے سے کہ اگر رب تعالیٰ نے زندگی دی تو دوبارہ پڑھوں گا ورنہ رب تعالیٰ یہی قبول کر لے گا۔ اور ہمارا تو حال یہ ہے کہ بس تھوڑی بہت تکلیف ہو تو نماز گئی۔ باقی گپیں بھی چلیں گی، حقہ بھی چلے گا، بوتلیں بھی چلیں گی۔ نماز کا وقت ہوا تو کہا کہ میں بیمار ہوں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، اتنی سادگی عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُور کے معاملے میں عالم الغیب والشہادہ کے معاملے میں۔

یہی بات ہم نے سفر میں دیکھی ہے کہ اگر کسی شخص کو پیشاب کا تقاضا ہوا ہے تو آدمیوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا جائے گا کہ گاڑی روکو میں نے پیشاب کرنا ہے۔ پانی پینے کے لیے ضرور جائے گا، سگریٹ خریدنے کے لیے ضرور اُترے گا۔ اور نماز کا وقت آیا تو کہتا ہے سفر ہے۔ بھائی! سفر نے تجھے پیشاب سے نہیں روکا، پانی سے نہیں روکا، سگریٹ سے نہیں روکا، پکوڑیاں خریدنے سے نہیں روکا، نماز کے لیے مغالطے میں ڈال دیا ہے۔ انصاف سے بتاؤ یہ بہانہ صحیح ہے؟ اور اللہ تعالیٰ یہ بہانہ قبول کر لیں گے کہ تو اپنی طبعی ضرورتوں کے لیے تو چھلانگیں لگاتا تھا اور نماز کے لیے کہتا تھا سفر میں ہوں؟ نوجوانو، بوڑھو! عہد کرو۔ بیبیو! عہد کرو کہ آئندہ ہم نماز نہیں چھوڑیں گے، روزہ نہیں چھوڑیں گے۔

روزے کے متفرق مسائل:

بعض حضرات پوچھتے ہیں کہ روزے میں شیشہ دیکھ سکتے ہیں؟ ہاں دیکھ سکتے ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ خوشبو سونگھ سکتے ہو لیکن اگر بتیاں رمضان المبارک میں مسجدوں میں نہیں لگا سکتے۔ فقہائے کرام رحمہ اللہ کا اس میں خاصا اختلاف ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ایک جم غفیر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اگر بتی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک ہے غیر اختیاری دھواں کہ آدمی جا رہا ہے تندور کے پاس سے گزرا اور دھواں اندر چلا گیا۔ اس سے روزے پر زد نہیں پڑتی۔ لیکن اگر جان بوجھ کر دھواں اندر کھینچا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا اگر بتی نہ گھر میں جلانا نہ مسجد میں جلانا۔ عطر وغیرہ کا کوئی حرج نہیں ہے۔

سر کی مالش سے، جسم کی مالش سے، روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مسواک سنت ہے۔ سک نہیں کرنا۔ سک ویسے بھی مردوں کے لیے مکروہ ہے۔ کیوں اس میں رنگت ہے اور فی الجملہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور مردوں کی عورتوں کے ساتھ مشابہت حرام ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں اَلْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ اور ان عورتوں پر بھی لعنت ہے جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں وضع قطع میں۔ (مردوں کا ڈاڑھی منڈوانا اور عورتوں کا بودا بنوانا اسی مد میں ہے۔ مرتب) مسواک پہلے پہر بھی کر سکتے ہیں پچھلے پہر بھی کر سکتے ہیں۔ تازہ بھی کر سکتے ہیں اور خشک بھی کر سکتے ہیں۔ سرمہ لگا سکتے ہیں، آنکھ میں دوائی ڈال سکتے ہیں چاہے خشک ہو یا سیال ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں تصریح ہے۔لیکن کان میں دوائی نہیں ڈال سکتے۔ ناک میں نہیں ڈال سکتے۔اسی لیے مسئلہ ہے کہ روزے کی حالت میں پانی ناک میں اوپر نہیں چڑھانا کہ دماغ کی طرف نہ چلا جائے۔

ٹیکے کے متعلق مسئلہ سمجھ لیں۔اگر ٹیکہ رگ میں لگوائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔فتاویٰ امدادیہ، امداد الفتاوی، کفایت المفتی میں بزرگان نے تصریح فرمائی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رگ میں ٹیکہ لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اگر ٹیکہ بدن کے کسی دوسرے حصے میں لگوایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔دین کو جس طرح فقہاء سمجھتے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے۔اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سورۃ القدر کی تفسیر اور مسائلِ اعتکاف

خطبہ جمعہ المبارک ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد۔۔۔اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

تمہید :

رمضان المبارک کا یہ دوسرا جمعہ ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے روزہ رکھنے والوں کو روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور نمازِ تراویح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔قرآن پاک سننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔یہ رب تعالیٰ کا فضل اور نوازش ہے۔ہوسکتا ہے اگلے رمضان المبارک تک ہم میں سے کچھ نہ ہوں۔انہیں اگلے رمضان تک موقع نہ ملے۔اس لیے جتنا وقت ہے اس کو غنیمت سمجھو۔

۱ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔

تین نصیحت آموز باتیں :

۲ بے ضرورت گھر سے مت نکلو۔
۳ اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔کہنے لگا حضرت! مجھے نصیحت کرو لیکن ہو مختصر۔زیادہ باتیں مجھے یاد نہیں رہتیں۔آپ ﷺ نے تین چیزیں بتائیں۔ تین باتیں ۱ املک علیک لسانک ۲ ولیسعک بیتک
۳ وابک علی خطیئتک
میں تیسرے کے علاوہ نجات کا کوئی راستہ نہیں۔

پہلی چیز: فرمایا صَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ "نماز پڑھ آخری نماز سمجھ کر۔"

یعنی جب تم نماز پڑھو تو اس کو آخری نماز سمجھ کر پڑھو۔ یوں سمجھو کہ میری آخری نماز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد موقع نہ ملے۔ جب آدمی اس جذبے کے ساتھ، اس تصور کے ساتھ پڑھے گا تو بڑے خلوص کے ساتھ سنبھل کر ارکان کو ادا کرے گا۔ کیوں کہ نظر میں یہ ہوگا کہ یہ میری آخری نماز ہے۔

دوسری چیز: فرمایا اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکال کہ بعد میں تجھے پچھتانا پڑے۔ عام اس سے کہ دین کی بات ہو یا دنیا کی بات ہو۔ بات وہ کر کہ اس پر تجھے پچھتانا نہ پڑے۔ اسی سے محاورہ ہے "پہلے تولو پھر بولو۔"

تیسری چیز فرمائی وَلْيَسَعَ بَيْتَكَ اور اپنے گھر کو بڑا سمجھ چاہے جتنا چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اپنے گھر کو بڑا سمجھے گا تو گھر بیٹھے گا۔ اور اگر اپنے گھر کو تنگ سمجھے گا تو باہر چوکوں میں بیٹھے گا، ٹی سٹال پر بیٹھے گا، غیبتیں ہوں گی، ایک دوسرے کی چغلیاں ہوں گی۔ مطلب یہ ہے لوگوں میں بیٹھ کر خوش گپیوں میں وقت ضائع نہ کر، کسی کی غیبت نہ کر۔ نہ کسی کی غیبت سن اور نہ کسی کو سنا۔ اُس نے بھی کہا کہ حضرت! مختصر وعظ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے بھی بڑے اختصار کے ساتھ گُر کی باتیں بتائیں۔

موت صرف بوڑھوں کے لیے نہیں:

اور یاد رکھنا! موت صرف بوڑھوں کے واسطے نہیں ہے، بیماروں کے واسطے نہیں ہے۔ نوجوانوں کے لئے بھی ہے، تندرستوں اور بوڑھوں کے لیے بھی ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ ابھی میں جوان ہوں، تندرست ہوں لہٰذا خیر سلا ہے۔ نہیں! بلکہ موت سر

پر کھڑی ہے۔ جو وقت ملا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں صرف کرو۔ سعادت منداور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھوں نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور آئندہ بھی رکھنے کی نیت ہے۔ رب تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

برکاتِ رمضان :

رمضان المبارک کا سارا مہینہ بابرکت ہے۔ اس مہینے میں ایک نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا! فرض اس مہینے میں پڑھو گے تو باقی مہینوں کے فرضوں سے ان کا درجہ زیادہ ہوگا۔ نفل پڑھو گے تو باقی مہینوں کے نفلوں سے ان کا درجہ زیادہ ہوگا۔ نفلی نماز کا درجہ فرض نماز سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (میں نے ایک چودھری صاحب کو کہا کہ زندگی کا کوئی پتا نہیں نماز شروع کرو اور پچھلی قضا کرو۔ کہنے لگا اتنی ساری میں کیسے قضا کروں گا؟ عمرے پر جاتا ہوں وہاں ایک نماز ایک لاکھ کے برابر ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ساری زندگی کی اگلی پچھلی پوری ہوجائیں گی۔ میں نے کہا چودھری صاحب ثواب بڑھتا ہے تعداد نہیں بڑھتی۔ مرتب)

اس وقت میں نے تمھارے سامنے سورۃ القدر پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ بے شک ہم نے اس قرآن کو اُتارا لیلۃ القدر میں۔ لیلۃ القدر کو اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن شریف لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر ایک مقام ہے "بیت العزت" اس میں نازل فرمایا۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ اور آپ کو کس نے بتایا کہ لیلۃ القدر کیا ہے لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے زیادہ بہتر ہے۔

شانِ نزول :

تفسیروں میں اس سورۃ کا شانِ نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اجمالی طور پر بتایا ہے کہ میری اُمت کے افراد کی عمریں ساٹھ، ستر کے درمیان ہوں گی۔ ستر سال سے آگے جانے والے کم ہوں گے۔ ساٹھ ستر کے درمیان رہیں گے۔ یہ سبق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہن میں تھا، ان کو یاد تھا۔

پھر ایک موقع پر بنی اسرائیل کے ایک شخص کے بارے میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک مومن پرہیزگار کا معمول یہ تھا کہ رات تہجد میں گزار دیتا تھا اور دن اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد میں گزارتا تھا۔ دوپہر کو تھوڑا سا وقت آرام کرتا تھا، سو جاتا تھا۔ یہ معمول اس کا تقریباً ہزار مہینے رہا جو تقریباً تراسی سال (بیاسی سال آٹھ ماہ) بنتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ سنا تو پریشان ہو گئے۔ سب کے چہروں پر اُداسی چھا گئی۔ کہنے لگے حضرت! آپ نے یہ بات فرمائی تھی کہ میری اُمت کے اکثر حضرات کی عمریں ساٹھ ستر کے لگ بھگ ہوں گی۔ اور اب آپ نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا کہ اُس نے ہزار مہینہ رات کو نفل پڑھے، دن جہاد میں گزارا۔ ہماری تو اتنی زندگیاں ہی نہیں ہیں۔ ساٹھ ستر سال میں چودہ سال تو نابالغی کا زمانہ ہے۔ پھر رات کو ہم سوتے بھی ہیں تو پھر حضرت یہ آدمی تو ہم سے بڑھ گیا۔ حالانکہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ اُمت تمام اُمتوں سے بڑھ جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔ اس واسطے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی وحی نہیں

اُتری تھی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۃ القدر نازل ہوئی۔

اس رات جاگنا نفلی عبادت ہے :

فرمایا بے شک ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں اُتارا ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور آپ کو کس نے بتایا کہ لیلۃ القدر کیا ہے لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے زیادہ بہتر ہے۔ اچھی طرح یاد رکھنا! اور مغالطے میں نہ آنا ہزار مہینے کی بجائے دس ہزار مہینے کی بھی نفلی عبادت ہو ایک فرضی عبادت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اے نوجوانو، عزیزو، ساتھیو، برخوردارو! اس مغالطے میں نہ آنا کہ ہمارے ذمے نمازیں ہیں بس لیلۃ القدر کو عبادت کرلیں گے اور برابر ہو جائیں گی۔ حاشا وکلّا! فرض نماز اپنی جگہ ہے نفلی نماز اپنی جگہ ہے۔ یہ بات ہے نفلی عبادت کے متعلق کہ ہزار مہینے کی نفلی عبادت ایک طرف اور اس ایک رات کی نفلی عبادت ایک طرف۔ اس کا درجہ زیادہ ہے۔ فرض پڑھے گا تو فرضوں سے چھٹکارا ہوگا۔ یعنی جس وقت نیکیاں تلیں گی تو پہلے فرائض کی بات ہوگی۔ فرض نمازیں، فرض روزے، زکوٰۃ، حج، جو فرائض ہیں یہ پہلا درجہ ہے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے ان کی سند کا علم نہیں اس لیے کہ کتاب خاص نہیں ہے کہ ستر نفلی عبادتیں ایک فرض میں ڈال کر پوری کی جائیں گی۔ اب تم اندازہ لگاؤ کہ اگر ایک فرض روزہ رہ گیا ہے تو ستر نفلی روزے ڈال کر کمی پوری کی جائے گی۔ اس سے بہتر نہیں ہے کہ بندہ خود فرض پورے کرے۔

لیلۃ القدر کی فضیلت :

تو فرمایا کہ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یعنی اس ایک رات کی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے (وہ ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہیں ہے۔) پھر ہزار مہینہ فرمایا خَيْرٌ مِّنْ لَيَالِي أَلْفِ شَهْرٍ نہیں فرمایا کہ ایک رات کی عبادت ہزار راتوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ راتیں بھی ہیں اور دن بھی ہیں۔ ہزار مہینے کے دنوں کی عبادت اور راتوں کی بھی عبادت ایک طرف اس ایک رات کی عبادت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اتنی قدر (اہمیت) کے بعد اگر اس رات کو پورا سال بھی تلاش کیا جاتا تو سودا مہنگا نہیں تھا۔ اتنے بڑے اجر کو حاصل کرنے کے لیے اگر بندہ سارا سال لیلۃ القدر کو تلاش کرتا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا کہ لیلۃ القدر میں ہم نے قرآن اُتارا ہے۔ اور دوسرے مقام پر ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ [البقرہ:۱۸۵] "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔" ان دونوں آیتوں کو ملانے کے بعد بات واضح ہو گئی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے مہینے میں ہے۔ اگر سارے رمضان میں اِس رات کو تلاش کیا جاتا تو سودا مہنگا نہیں تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لیلۃ القدر تلاش کرنا :

چنانچہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یکم رمضان المبارک کو اعتکاف شروع کر دیا۔ دس راتیں مکمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اور صحابہ کرام بھی رضی اللہ عنہم اعتکاف بیٹھے لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھو! نہ پہلی رات اشارہ ہوا، نہ دوسری رات، نہ تیسری رات، نہ چوتھی رات، دس راتوں کے بعد اشارہ ہوا اَلَّذِیْ تَطْلُبُهٗ اَمَامَكَ "جس رات کی تلاش میں ہو وہ آگے ہے۔"

اب گیارھویں سے لے کر بیس (۲۰) تک اعتکاف بیٹھے۔ بیس راتیں پوری ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا اَلَّذِیْ تَطْلُبُهٗ اَمَامَكَ "جس رات کو تلاش کر رہے ہیں وہ آگے ہے۔" اور ساتھ یہ بھی فرما دیا فَالْتَمِسُوْهَا فِیْ عَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "پس تلاش کرو تم رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں۔" اب آسانی کردی گئی کہ سارا سال تلاش نہیں کرنی، پہلی بیس راتوں میں بھی تلاش نہیں کرنی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلا دیا گیا کہ رمضان المبارک کی پہلی دس راتوں میں لیلۃ القدر نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے اعلان کروایا فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "لیلۃ القدر کو تلاش کرو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں۔" اکیسویں رات، تیئسویں رات، پچیسویں رات، ستائیسویں رات، انتیسویں رات میں سے کوئی ایک ہے۔ اب تلاش کرنا بڑا آسان ہوگیا۔ جو شخص ایمان کی حالت میں، کیوں کہ ایمان اعمال کے لیے شرط ہے، لیلۃ القدر کو عبادت کرے گا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ "جس نے قیام کیا لیلۃ القدر کو یعنی رات عبادت میں گزاری ایمان کی حالت میں اور ثواب سمجھتے ہوئے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے

جاتے ہیں۔"

قبولیت اعمال کی تین شرائط :

یقین جانو! جس آدمی نے ایمان اخلاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں ان پانچ راتوں میں عبادت کی اس کو لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل ہوگئی۔ ایمان نہیں پھر بھی نہیں اور اخلاص نہیں پھر بھی نہیں۔ اپنی مرضی سے کرتا ہے سنت کی پیروی میں نہیں پھر بھی نہیں۔ کیوں کہ تمام اعمال کا مدار ایمان، اخلاص، اتباع سنت میں ہے۔ یہ رات سورج غروب ہونے سے شروع ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے پر ختم ہوتی ہے۔

لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علی التعیین بتلادی :

لیلۃ القدر کی فضیلت آپ حضرات نے سنی کہ ہزار مہینے کی نفلی عبادت ایک طرف اور لیلۃ القدر کی نفلی عبادت ایک طرف، اس کا درجہ زیادہ ہے۔ ہزار مہینے کی عبادت پر غالب ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علی التّعیین بتلائی گئی کہ فلاں رات لیلۃ القدر کی رات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوش ہو کر گھر سے چلے کہ میں جا کر ساتھیوں کو بتلاؤں کہ فلاں رات لیلۃ القدر کی رات ہے۔

دو ساتھیوں کی لڑائی :

راستے میں دو آدمی جھگڑ رہے تھے۔ ایک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ایک عبد اللہ بن ابی حذرد رضی اللہ عنہ۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ امیر آدمی تھے۔ ان سے حضرت عبد اللہ

بن ابی حذرد رضی اللہ عنہ نے قرضہ لیا تھا۔ اپنی خانگی ضرورت کے لیے اور تاریخ اور دن مقرر نہیں کیا تھا کہ فلاں دن، فلاں تاریخ کو واپس کروں گا۔ جب میرے پاس ہو جائیں گے دے دوں گا۔ وقت خاصا گزر گیا۔ دونوں مسجد میں تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھائی کافی عرصہ گزر گیا ہے آپ نے میرے پیسے واپس نہیں کیے۔ دینے بھی ہیں یا نہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ ابھی میرے حالات سازگار نہیں ہیں۔ ابھی میرے پاس نہیں ہیں۔

صاحبِ حق کو بات کرنے کا بھی حق ہے :

عموماً اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ "حق والے کو بات کرنے کا بھی حق ہوتا ہے۔" حق والا گرمی بھی کھاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کا قرضہ دینا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے یہودی نے آکر کہا کہ آپ نے میرا قرض دینا ہے دیتے کیوں نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس شرط پر لیا تھا کہ جب میرے پاس ہوں گے دے دوں گا ابھی ہوا نہیں۔ یہودی کہنے لگا اب تم بڑی نرم نرم باتیں کر رہے ہو میرا حق ہے دو مجھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بعض جلالی مزاج بھی تھے، وہ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ تجھے پیغمبر کے ساتھ گفتگو کرنے کا سلیقہ نہیں ہے، ہم تجھے بتلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بیٹھ جاؤ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ اس کا میں نے حق دینا ہے اس کو بات کرنے کا حق ہے۔ قرض لینے والا کبھی جلال میں بھی آجاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کے قرض کے لیے کوشش کرو۔ اس کی ادائیگی کے لیے کوئی صورت پیدا کرو۔

تو خیر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ذرا سختی کی کہ میری رقم مجھے دے۔ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فی الحال میرے پاس نہیں ہیں۔ ان کی اُونچی اُونچی آوازیں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا جھگڑا سنا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ لیلۃ القدر کی تعیین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن سے نکال دی گئی، بالکل بھلا دی گئی۔ اور ربِ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ بھلا دینا ہی بہتر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر کی تعیین بتلائی گئی تھی میں تمھیں بتلانے کے لیے آرہا تھا کہ راستے میں فلاں فلاں ساتھی آپس میں جھگڑ رہے تھے ان کو سمجھانے کے لیے کھڑا ہو گیا لیلۃ القدر کی تعیین میرے ذہن سے اُٹھالی گئی۔ (دو آدمیوں کے جھگڑے سے اُمت کتنی عظیم نعمت سے محروم ہو گئی جب خاندان لڑیں گے، قومیں لڑیں گی تو کتنی محرومی ہو گی۔ مرتب)

لیلۃ القدر بارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف :

خیر اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی تھی کہ اس رات کو مبہم رکھا جائے تاکہ ذوق شوق کے ساتھ باقی راتوں میں بھی میری عبادت ہو۔ محققین حضرات بیان فرماتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے کہ لیلۃ القدر کی رات بدلتی رہتی ہے۔ کسی رمضان میں اکیسویں، کسی رمضان میں تیئسویں، کسی رمضان میں پچیسویں، کسی

رمضان میں ستائیسویں، کسی رمضان میں انتیسویں کی رات ہوتی ہے۔ بس ان پانچ راتوں میں جس نے عبادت کی وہ یہ سمجھے کہ لیلۃ القدر کی فضیلت اس کو حاصل ہے۔

روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں نہ کہ ارواح الناس :

فرمایا تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا اس رات میں فرشتے اور روح اُترتے ہیں۔ روح سے مراد روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ بیہقی شریف میں حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی بیٹھا ہوتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے فرشتے اس کے پاس آکر اس کو سلام کرتے ہیں اور دعائیں کر کے چلے جاتے ہیں۔ روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ روحیں آتی ہیں یہ بے بنیاد عقیدہ ہے۔ نہ جمعرات کو روحیں آتی ہیں، نہ لیلۃ القدر میں، نہ عید والی رات۔ قطعاً نہیں آتیں اور نہ اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث موجود ہے۔

اور یاد رکھنا! یہ صحیح حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلدُّنْيَا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ وَجَنَّةٌ لِلْكَافِرِ "دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔" اور قبر مومن صالح کے لیے رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ جنت کا باغ ہے۔ اور کافر کے لیے آگ کا گڑھا ہے۔ تو دنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی آرام دہ ہو اس کو قید خانہ کہا گیا ہے۔ تو قید خانے سے رہائی کے بعد اپنی مرضی سے تو قید خانے میں آنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ اور جو بُرا آدمی ہے، کافر ہے، مشرک ہے، بُرائیوں کا پلہ بھاری ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہے۔ اس کو کون چھوڑتا ہے کہ گھروں کے دروازوں پر جا کر چیخیں مار۔

تو نہ نیکوں کی روحیں آتی ہیں اور نہ بُروں کی۔ وہ جہاں جہاں ہیں وہیں وہیں ہیں۔ نیک برزخی جنت میں عیش کر رہے ہیں اور بد عذاب قبر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔

تو روح سے مراد روح القدس جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ وہ آتے ہیں اور دوسرے فرشتے آتے ہیں اور جہاں کہیں کوئی بیٹھا ہے، اللہ اللہ کر رہا ہے، قرآن پاک پڑھ رہا ہے، سبحان اللہ، الحمدللہ وغیرہ کی تسبیح پڑھ رہا ہے اس کو وہ خوش خبری دیتے ہیں چاہے وہ نہ سنے۔ ہر طرح کی سلامتی اور رحمت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ اس رات کی کوئی خاص علامت اور نشانی نہیں ہے۔ ہاں اگر وجدانی طور پر کسی کو کچھ نظر آئے تو شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سوداوی مزاج آدمی کو سودا کی بیماری ہے تو اس بیماری کی وجہ سے اُسے سامنے بولتی ہوئی چیزیں نظر آتی ہیں دوسرے کو نظر نہیں آتیں۔ یہ ایک وجدانی طبیعت ہے اس کے مزاج کا اثر ہے۔ لیکن ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی علامت مقرر نہیں ہے جس سے پتا چلے کہ آج کی رات لیلۃ القدر ہے۔

معیارِ قبولیت :

دیکھو! ہم فرض نمازیں پڑھتے ہیں، ایمان اخلاص کے ساتھ، سنت کے مطابق بندہ پڑھے تو اُسے اُمید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول کرے گا۔ حج کے قبول ہونے کی بھی کوئی خاص علامت نہیں ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس آدمی کا حج قبول ہوتا ہے اس کی وہ کنکریاں جو اس نے جمرات کو ماری

ہیں فرشتے اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔اور جس کا قبول نہ ہو اس کی کنکریاں وہیں پڑی رہتی ہیں۔لیکن اس روایت کے متعلق محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح کی ہے کہ پرے درجے کی ضعیف حدیث ہے۔اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔جن کا حج قبول ہوتا ہے ان کی بھی اور جن کا قبول نہیں ہوتا ان کی کنکریاں بھی حکومت کے ٹرک آتے ہیں اور اُٹھا کر باہر پھینک آتے ہیں تاکہ کوئی حاجی ان کنکریوں کے ساتھ دوبارہ رمی نہ کرے۔ یوں سمجھو کہ شیطان کو گولی ماری ہے چاہے نظر نہیں آتا۔وہ پار ہوگئی، پلید ہوگئی۔

حلال مال سے حج کیا ہے، قربانی دی ہے، فطرانہ دیا ہے اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہونا چاہیے۔

امام زین العابدین کا واقعہ :

امام زین العابدین، علی بن حسین ان کا نام ہے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے۔ان کا معمول تھا کہ دن رات میں ہزار رکعت نماز نفل پڑھتے تھے۔حج پر روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔بیٹوں، دوستوں اور شاگردوں نے اُونٹنی لاکر پیش کی۔اس پر سوار ہوئے اُونٹنی کھڑی ہوگئی۔منہ سے کہا لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔بازو ٹوٹ گیا۔سارے شاگرد، عزیز حیران ہوئے کہ اُونٹنی چلی نہیں، اُچھلی کودی نہیں، حضرت گر گئے ہیں بات کیا ہوئی۔ ہوش آیا تو پوچھا حضرت! کیا بات ہوئی؟ فرمایا ہوا یہ کہ جب میں نے زبان سے کہا لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ تو خیال آیا کہ میں نے تو لَبَّيْكَ کہا ہے اگر رب تعالیٰ نے جواب میں کہا لَا لَبَّيْكَ تیری حاضری منظور نہیں ہے تو پھر کیا بنے گا۔

یاد رکھنا! اپنی عبادت پر گھمنڈ نہ کرنا، ناز نہ کرنا۔ پروردگار اپنے فضل وکرم سے ہماری ٹوٹی پھوٹی نمازیں قبول فرما لے، ہمارے ٹوٹے پھوٹے روزے بھی قبول کرلے تو اس کی مہربانی ہے۔ کیوں کہ ہماری عبادتوں میں جان نہیں ہے۔ بس ایک نقل ہے۔ اصل نمازیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھیں، تابعین کی تھیں، تبع تابعین کی تھیں، پہلے لوگوں کی تھیں۔

دورانِ نماز صحابہ رضی اللہ عنہم کا دنیا سے غافل ہونا:

موطا امام مالک حدیث کی کتاب ہے طبقہ اولیٰ کی۔ اس میں روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے بڑے پریشان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے، خیر ہے؟ کہنے لگے حضرت! میں اپنے باغ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک بڑی خوب صورت چڑیا سامنے آکر بیٹھ گئی۔ ظہر کی نماز تھی۔ اور چڑیا ایسی خوب صورت کہ کبھی میں نے ایسی دیکھی نہیں۔ میرا دھیان اس کی طرف جانے سے میں نماز بھول گیا کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین۔ حضرت! میں اس باغ کو رکھنا نہیں چاہتا جس کی وجہ سے میری نماز میں خلل واقع ہوا ہے۔ حضرت! میں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کرتا ہوں۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل چاہے وہ اس کا مصرف بنالو۔ یہ حال تھا ان لوگوں کا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ حرم میں نماز پڑھتے تھے تو حرم کے کبوتر ان کو ستون سمجھ کر ان پر آکر بیٹھ جاتے تھے۔ سر پر، کندھوں پر۔ یہ چیز ہمیں کہاں حاصل ہے؟ (ہم تو نماز میں سر کھجاتے ہیں، بدن

کھجاتے ہیں، چڈھوں کی خارش مٹاتے ہیں۔مرتب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ٹخنے میں تیر لگ گیا اور تیر دندانوں والا تھا جیسے درانتی کے ہوتے ہیں۔ جب نکالنے لگے تو فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ میں وضو کر کے نماز شروع کرتا ہوں پھر نکال لینا مجھے محسوس نہیں ہوگا۔ جس طرح سُن کرنے والا ٹیکہ لگانے سے بدن بے حس ہو جاتا ہے۔

ان حضرات کی عبادت ایسی ہوتی تھی کہ وہ دنیا سے غافل ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اور آخرت کی طرف توجہ ہوتی تھی۔

لیلۃ القدر میں اعتکاف سنتِ کفایہ ہے :

تو لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے اعتکاف سنت ہے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی مسجد میں کوئی آدمی بھی اعتکاف نہیں بیٹھے گا تو سارے محلے والے گناہ گار ہوں گے اور سارے محلے والوں پر ترکِ سنت کا وبال آئے گا۔ اور اگر ایک آدمی بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھ گیا تو تمام سے ترکِ سنت کا وبال اُٹھ جائے گا۔ اسی طرح فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جس مسجد میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے وہاں ایک دفعہ مکمل قرآن سنانا سنت ہے۔ اگر کسی مسجد میں نہیں سنایا گیا تو ترکِ سنت کا وبال سب پر آئے گا۔ اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم وہ مسجد تلاش کریں گے جہاں الم تر کیف والی سورتوں پر تراویح پڑھائی جاتی ہیں۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ نے تمھیں وقت دیا ہے عبادت کے لیے، یہ زندگی بھر دوبارہ نہیں آئے گا۔ یہ صحت دوبارہ نہیں ملنی۔ آج جیسے حالات پھر نہیں آئیں گے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو۔

اعتکاف کے ضروری مسائل :

مسجد میں بیٹھ کر معتکف یہ کہہ رہا ہے اے پروردگار! میں تیرے گھر بیٹھ گیا ہوں چاہے جتنا گناہ گار ہوں۔ یہاں سے اس وقت جاؤں گا جب آپ میرے گناہ معاف کردیں گے۔ بس تھڑا مار کر (جم کر) بیٹھ گیا ہوں رات بھی یہاں اور دن بھی یہاں۔ اعتکاف کے دوران آدمی قرآن پاک کی تلاوت کرے، نفلی نماز پڑھے، دینی کتابوں کا مطالعہ کرے، قرآن پاک کا ترجمہ پڑھے۔ اگر حدیث پاک کی کوئی کتاب اُردو میں ہے تو وہ پڑھے۔ اگر فقہ کی کوئی کتاب ہے تو وہ پڑھے۔ اخبار نہیں پڑھ سکتا۔ خط کے متعلق بڑی قیل وقال ہے (یعنی بڑی بحث ہے۔ مرتب) نہ پڑھے۔ ہاں اگر کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے کسی مفتی کو خط لکھا تھا اس کا جواب آیا ہے تو وہ خط پڑھ سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ دینی خط ہے دنیاوی خط نہیں، اس لیے پڑھ سکتا ہے۔ تاریخ کی ایسی کتاب نہ پڑھے جو دینی نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پر جتنی کتابیں ہیں شوق سے پڑھے کیوں کہ یہ سارا دین ہے۔ ان کی زندگیاں دین ہیں۔ حیاتِ صحابہ، سیرتِ صحابہ، سیرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پڑھے۔ یہ خالص دین ہے بلکہ دین کی اصل ہے۔

کھانا پینا مسجد میں ہے۔ اگر معتکف کو روٹی پہنچانے والا کوئی عزیز رشتہ دار نہیں ہے اور گھر قریب ہے تو گھر سے جا کر روٹی لا سکتا ہے۔ وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا، کسی سے بات نہیں کر سکتا، کھائے مسجد میں بیٹھ کر۔ اگر مسجد میں بیت الخلاء کا انتظام نہیں ہے تو قضائے حاجت کے لیے گھر جا سکتا ہے۔ فارغ ہو کر آ جائے۔ وضو کے لیے مسجد

سے باہر نکل سکتا ہے۔ بلاضرورت غسل بھی نہیں کرسکتا۔ ضروری غسل کرسکتا ہے۔ جمعہ کا غسل سنت مؤکدہ ہے، کرسکتا ہے۔ اگر پسینہ اتنا زیادہ ہے کہ اس کی بدبو سے دوسرے لوگ تنگ ہیں تو اس کو بھی غسل کی اجازت ہے۔ تن آسانی کے لیے غسل کی اجازت نہیں ہے۔ اور دنیاوی باتیں مسجد میں ویسے بھی حرام ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ لوگ دنیاوی باتیں مسجدوں میں کریں گے۔ فرمایا جب تم ایسے آدمیوں کو دیکھو تو فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ ان کے پاس نہ بیٹھو کہ ایسا نہ ہو کہ رب تعالیٰ کا عذاب آئے اور تم بھی اس میں آجاؤ۔

مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا حرام ہے :

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا، سننا سب حرام ہے۔ حتیٰ کہ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا بھی حرام ہے۔ صحاح ستہ کی مرکزی کتاب مسلم شریف اور ابوداؤد شریف میں حدیث ہے کہ ایک آدمی نے مسجد میں اعلان کیا کہ میری فلاں چیز گم ہوگئی ہے کسی کو ملی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَارَدَّ اللهُ عَلَيْكَ اِنَّ الْمَسْجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا "اللہ کرے وہ چیز تجھے نہ ملے مسجدیں اس لیے نہیں بنائی گئیں۔ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں۔" تو آپ ﷺ نے بددعا فرمائی ہے۔ جنازے کا اعلان کرسکتے ہیں۔ دینی جلسے کا اعلان کرسکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ دین کے لیے ہے۔ اگر کسی کا بچہ گم ہوگیا ہے، کتا گم ہوگیا ہے تو ان کا اعلان کرنا حرام ہے۔ (میں نے ایک گاؤں میں مسجد کے اندر اعلان ہوتا سنا کہ چودھری صاحب کا لال رنگ کا مرغا، کلغی والا، لڑاکا، گم ہوگیا ہے اگر کسی کو ملے تو اطلاع دے۔ مرتب)

اگر مسجد میں سے کوئی چیز ملی ہے تو مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو جائے اور کہے کہ مجھے فلاں چیز ملی ہے جس کی ہے وہ نشانی بتا کر لے جائے۔ لیکن مسجد میں اعلان جائز نہیں ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا! کہ جس کو ملی ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ میں مالک ہو گیا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ پورا ایک سال اعلان کرتا رہے، مسجدوں کے دروازوں پر، جنازہ گاہ میں، جلسہ میں، جس جگہ وہ شے ملی ہے وہاں آس پاس اعلان کرنا ہے ایک سال تک اگر مالک نہ آئے تو پھر جس کو ملی ہے اگر وہ غریب آدمی ہے تو وہ استعمال کر سکتا ہے اس نیت کے ساتھ کہ اگر مالک آئے گا تو اس کو اپنے پاس سے دے دوں گا۔ اور اگر مال دار ہے تو وہ استعمال نہیں کر سکتا۔ کسی فقیر مسکین کو اس نیت کے ساتھ دے کہ اگر مالک آئے گا تو اسے اپنے پاس سے دے دوں گا۔ اگر تھوڑا اعلان کیا تو قیامت والے دن اس کو گریبان سے پکڑا جائے گا۔ اس طرح نہیں ہے جیسے لوگ کہتے ہیں:

لبھی شے خدادی، نہ دھیلے دی نہ پادی

اور ہڑپ کر جاتے ہیں۔ اس طرح حرام ہے جس طرح چوری حرام ہے۔ توبہ سے بھی معافی نہیں ہوتی۔

خواتین گھر میں اعتکاف بیٹھیں مسجد میں نہیں :

اور عورتیں اپنے گھروں میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ اندر یا باہر کوئی جگہ متعین کر لیں اور جو جگہ متعین کر لی ہے بدل نہیں سکتیں۔ عورتوں کا اعتکاف بیٹھنا سنت نہیں ہے صرف نفلی ہے۔ اگر اعتکاف بیٹھیں گی تو ثواب ملے گا اور اگر نہیں بیٹھیں گی تو گرفت

نہیں ہوگی۔ اعتکاف کی حالت میں وہ آٹا نہیں گوندھ سکتیں، روٹی نہیں پکا سکتیں، بچہ کو نہیں کھلا سکتیں۔ دنیاوی کام نہیں کرسکتیں۔

اعتکاف کے ضروری مسائل میں نے یہاں بیان کر دیئے ہیں۔ جن حضرات نے اعتکاف بیٹھنا ہے بیسویں رمضان المبارک کو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے بیٹھ جائیں۔ اعتکاف کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ معاف کرانا کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف کر دے۔ اور معافی زبانی کلامی نہیں ہوتی کہ زبان سے کہے توبہ، توبہ اور گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ نیکی کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ زبانی توبہ کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ توبہ کا اثر اس طرح ہو کہ پہلے جو نمازیں رہ گئی ہیں ان کی قضا کرے اور جو روزے ذمے ہیں وہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق توڑے ہیں سچے دل سے معافی مانگے اور بندوں کے جو حق کھائے ہیں ان کے حقوق ادا کرے اور ان سے معافی مانگے۔ قاعدے کے مطابق توبہ ہو تو توبہ ہے، معافی ہے ورنہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔

فضلاء کی دستار فضیلت پر کیا گیا بیان

اکیس رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۱ھ کا جمعہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے نصرۃ العلوم میں پڑھایا تھا کیوں کہ دورہ تفسیر کے فضلاء کی دستار بندی کرنی تھی۔

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝١ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝٤ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ۝٥

عقیدۂ توحید :

اللہ تعالیٰ نے جو عقیدے ہمیں بتائے ہیں اور جن عقائد پر انسان کی نجات کا مدار ہے اور جن عقائد کے درست ہونے کے بعد عبادات قبول ہوتی ہیں ان بنیادی عقیدوں میں سے ایک عقیدہ ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ "ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔" سب سے پہلی چیز ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے، اپنی صفات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے، اپنے افعال میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے اور مشیت اور ارادے میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اُس نے کسی کام کے متعلق کہا:

مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ شَاءَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم

"حضرت! اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا تو کام میرا ہو جائے گا یا یہ کہا کہ

اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور محمد رسول اللہ کو منظور ہوا تو کام میرا ہو جائے گا۔" اس نے اپنی طرف سے عقیدت کا اظہار کیا۔ لیکن شریعت نے عقیدت اور محبت کا ایک معیار مقرر فرمایا ہے۔ جو عقیدت اور محبت شریعت کے معیار پر پوری نہیں اُترے گی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایسی عقیدت کی شریعت قدر نہیں کرتی۔ آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس متغیر ہو گیا۔ ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے، جلال میں آکر آپ ﷺ نے فرمایا اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا بَلْ قُلْ مَا شَاءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ "کیا تو نے مجھے خدا کا شریک بنا دیا ہے؟ بلکہ کہہ جو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو منظور ہو گا وہ ہو گا۔"

مشیت بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے :

یاد رکھنا! مشیت بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ [آل عمران:۲۶] "آپ جس کو چاہیں ملک دیتے ہیں اور جس سے چاہیں بادشاہی چھین لیتے ہیں اور جس کو چاہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو چاہیں ذلیل کرتے ہیں۔" اس طرح کی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مشیت بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جو وہ چاہے ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے نہیں ہوتا۔ اور کسی کو تو چھوڑو امام الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین ﷺ کے متعلق بھی کہا جائے کہ اگر اللہ چاہے اور حضور ﷺ چاہیں تو میرا کام ہو جائے گا۔ یقین جانو! یہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت مشیت میں شریک کرنا ہے۔

تشریعی اور تکوینی حکم کا فرق :

دیکھنا! عوام عقیدت کی بنا پر کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم سے یہ کام ہو جائے گا۔ اس میں تفصیل ہے۔ اگر حکم سے مراد شریعت کا حکم ہے تو پھر اس طرح کہنا صحیح ہے۔ مثلاً: یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے نماز پڑھو، روزہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا حکم ہے کہ جائز کاموں میں ماں باپ کی اطاعت کرو۔ اس طرح کہنا صحیح ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں آنحضرت ﷺ کی وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں۔ لیکن اگر حکم سے تکوینی حکم مراد ہے کہ مثلاً: کوئی کہے کہ مجھے صحت حاصل ہو گی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے، فلاں شخص مقدمے میں بَری ہو گا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے، فلاں امتحان میں کامیاب ہو گا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے، تجارت میں فائدہ ہو گا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے۔ ان تکوینی اُمور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول ﷺ کو ذکر کرنا شریک ٹھہرانا ہے۔ ان تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ [الانعام:۵۷] "حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔"

ملائکہ پر ایمان :

دوسری بات تھی وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نوری مخلوق ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ نُوْرٍ "فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔" لیکن یاد رکھنا! اس نور سے مراد وہ نور

نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [سورۃ نور:۳۵]
"اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔" یہ اللہ تعالیٰ کی ازلی ابدی صفت ہے۔ اس سے کوئی شے نہیں نکلی۔ فرشتے جس نور سے پیدا ہوئے ہیں وہ مخلوق نور ہے۔ جیسے پانی مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، اسی طرح کی ایک مخلوق نور ہے۔ اس سے فرشتے پیدا کیے گئے ہیں۔

کتبِ سماویہ پر ایمان :

وَ کُتُبِہٖ اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا۔ یہ بھی ہمارے ایمان میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں تمام کے تمام حق تھے اور اپنے اپنے زمانے میں ہدایت تھے۔ لیکن تمام آسمانی کتابوں میں اعلیٰ اور افضل کتاب قرآن کریم ہے۔ جو آج تک اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اور موجود و محفوظ رہے گا قیامت تک۔ (کیوں کہ اس کی حفاظت کا ذمہ پروردگار نے خود لیا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر:۹] "بے شک ہم نے اُتارا ہے ذکر کو یعنی قرآن کو اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" قرآن کریم کا نام قرآن بھی ہے، فرقان بھی ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝۱ [سورۃ الفرقان] "بابرکت ہے وہ ذات جس نے اُتارا فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہانوں کو ڈرانے والا۔" قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ "بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے ذکر کے ساتھ جب وہ ان کے پاس آ گیا وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ اور

بے شک البتہ وہ ایک کتاب ہے غالب ﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ نہیں آسکتا اس کے باطل نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے ﴿تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ [حم سجدہ: ۴۲] اُتاری ہوئی ہے حکمت والے، تعریفوں والے کی طرف سے۔"

حفاظتِ قرآن:

بے شک قرآن آج تک محفوظ ہے الفاظ کے اعتبار سے بھی اور ترجمہ وتفسیر کے اعتبار سے بھی۔ شد، مد، زیر زبر کے اعتبار سے بھی، لب ولہجہ کے اعتبار سے بھی یہ غالب اور قوی کتاب ہے۔ باطل اس پر حملہ آور نہیں ہوسکتا کہ معاذ اللہ تعالیٰ اس کو غلط ثابت کردے یا اس کی تردید کر سکے یا اس کے مقابلے میں کوئی اور کتاب لا سکے۔ صدیاں گزر گئیں قرآن اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ دنیائے کفر نے بڑا زور لگایا کہ اس کو مٹادے اور آج بھی یورپی اقوام کی بہت ساری مشنریاں کام کررہی ہیں اور کئی منافق بھی ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور بے تحاشا رقم خرچ کررہے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم، دینی تعلیم اور دینی مدارس کو ختم کر کے دنیاوی تعلیم بچوں کے لیے لازم کردیں تاکہ کوئی بچہ قرآن کریم کی تعلیم کے لیے مساجد اور مدارس میں نہ جا سکے۔ لیکن:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جس دین کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اُٹھایا ہے اس کو کون مٹا سکتا ہے۔ خود مٹ

جائیں گے دین کو مٹانے والے۔ بے شک دنیا میں باطل لوگ بھی موجود ہیں مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ! حق والے بھی موجود ہیں۔ اور الحمد للہ! دنیا اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ جس طرح مسلم قوم نے قرآن کریم کی حفاظت کی ہے دنیا میں کوئی قوم اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔ از مرتب

نوٹ: چونکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کا بیان مختصر تھا اس لیے میں نے اضافہ کر دیا۔ تاکہ خطیب حضرات کو دقت پیش نہ آئے۔ محمد نواز بلوچ)

رسولوں پر ایمان :

وَرُسُلِهٖ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں پر ایمان لانا بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم وبیش، سارے کے سارے برحق پیغمبر تھے اور اپنے اپنے زمانے میں اپنی قوموں کے لیے رہبرِ حق تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدمِ رضا کا بہترین نمونہ تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے آنے کے بعد اب سب کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ اب کامیابی صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے میں اور آپ کی اتباع میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور شریعت قیامت تک کے لوگوں کے لیے، انس وجن کے لیے ہے۔

سورۃ القدر کی تفسیر :

یہ چیزیں میں نے بہ طور تمہید کے پیش کی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد

ہے إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ بے شک ہم نے نازل کیا اس قرآن کو لیلۃ القدر میں وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ اور آپ کو کس نے بتایا کہ لیلۃ القدر کیا ہے لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ لیکن یاد رکھنا! ہزار مہینوں کی نفلی عبادت سے بہتر ہے نہ کہ فرض عبادت سے۔ ہزار مہینے کی نفلی عبادت ایک فرض کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

ترکِ نماز پر ائمہ اربعہ کا فیصلہ :

جس آدمی نے دیدہ دانستہ ایک فرض نماز چھوڑ دی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی وجہ سے اس کے متعلق فیصلہ دیتے ہیں کہ وہ کافر ہوگیا۔ حدیث ہے:

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَر

"جس نے ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ سچ مچ کافر ہوگیا، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد جو اولاد ہوگی وہ حلالی نہیں ہوگی۔ سال کی نمازوں کی بات نہیں، مہینے اور ہفتے کی نمازوں کا ذکر نہیں، ایک نماز چھوڑنے والے کے متعلق فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ کافر ہوگیا۔ مرد نے چھوڑی تب نکاح ٹوٹ گیا، عورت نے چھوڑی تب نکاح ٹوٹ گیا۔

باقی ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ کافر تو نہیں ہوا مگر پرلے درجے کا گناہ گار ہے۔ ایسے آدمی کی سزا کیا ہے؟ ایک فرض نماز کے ترک کرنے والے کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو، اسلامی عدالت طلب کرے گی۔ اگر وہ عدالت کو مطمئن کرے کہ مجھ

سے جو غلطی ہوئی ہے آئندہ زندگی بھر اس کا اعادہ نہیں ہوگا اس کی میں معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں تو عدالت اسے رہا کر دے گی۔ اور اگر اس نے قیل وقال کی کہ ایک نماز رہ گئی ہے تو کیا ہو گیا ہے، کیا فرق پڑ گیا ہے؟ اگر اس طرح کی باتیں کرے تو ایسے آدمی کے متعلق تین امام، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کی گردن اُڑا دو، سر تن سے جدا کر دو۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اس لیے کہ یہ مرتد ہو گیا ہے۔ اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما یہ سزا تعزیراً دیتے ہیں کہ اس کی نحوست دوسروں پر نہ پڑے اس کو ختم کر دو۔

اور ہمارے امام امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی کو اسلامی عدالت طلب کرے اور اس سے پوچھے کہ تو نے نماز کیوں چھوڑی ہے؟ اگر یہ آدمی جج کے سامنے، قاضی کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کرے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے ایک نماز چھوڑنے کی آئندہ میں ضمانت دیتا ہوں، اعتماد دلاتا ہوں کہ زندگی بھر نماز قضا نہیں ہوگی۔ تو اس کو (عدالت) رہا کر دے۔ اگر اعتماد نہیں دلاتا، ضمانت نہیں دیتا تو اس کو جیل میں ڈال دو حَتّٰی یَتُوْبَ اَوْ یَمُوْتَ "یہاں تک کہ توبہ کرے یا مر جائے۔" جیل ہی میں مرے۔ یعنی بے نماز کو کوئی امام کھلے بندوں چلنے پھرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کی نحوست دوسروں پر نہ پڑے۔

یہ ایک نماز کے چھوڑنے کی بات ہو رہی ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے عہد کرو کہ ہم نماز نہیں چھوڑیں گے۔ میں تمام حضرات کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ تمام حضرات عہد کریں کہ ہم قصداً، ارادۃً ایک

نماز بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ہاتھ اُٹھا کر وعدہ کرو مسجد میں۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کی عدالت میں سب سے پہلا سوال ہی نماز کا ہے مومن بندے سے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا اس رات میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ ایسا نہیں ہے جیسے بعض لوگوں کو وہم ہے کہ روحیں اُترتی ہیں۔ روحیں نہیں آتیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اَلدُّنْيَا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةٌ لِلْكَافِرِ "دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے، خوشی کی جگہ ہے۔" تو مومن جنت کی عیش کو چھوڑ کر قید خانے میں کیوں آئے گا؟ اور کافر کو وہاں کون چھٹی دے گا کہ جا دنیا میں ایک چکر لگا کر آجا۔

مسئلہ ایصالِ ثواب:

ہاں اتنی بات یاد رکھنا! مسند احمد کی روایت ہے کہ مرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے سمندر میں ڈوبنے والے کے لیے تنکے کا سہارا۔ وہ عمل تو کوئی کر نہیں سکتا کہ دار العمل سے جا چکا ہے۔ اب وہ منتظر ہے تمھاری دعاؤں کا، تمھارے صدقات، خیرات کے ثواب کا۔ ایصالِ ثواب حق ہے۔ نفلی نماز پڑھ کر بخشو، قرآن پڑھ کر بخشو، نفلی روزے رکھ کر ثواب بخشو، نفلی حج عمرہ کر کے ثواب پہنچاؤ، نفلی قربانی کر کے ثواب بخشو۔ مرنے والے کے پاس جب یہ ثواب پہنچتا ہے تو فرشتے اس کو بتاتے ہیں کہ فلاں بن فلاں نے یہ ثواب بھیجا ہے۔ اس وقت اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔

آج دیکھیے! مثال کے طور پر کسی کے عزیز رشتہ دار یا دوست دوسرے ملکوں میں ہوں عید کے موقع پر عید کارڈ بھیجیں بمع عیدی کی رقم کے تو کتنی خوشی ہوتی ہے۔ اور

یہ خوشی اس خوشی کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔ کیوں کہ یہاں تو آدمی خود کما سکتا ہے، دوسرے سے مانگ بھی سکتا ہے۔ وہاں بندہ خود نہیں کما سکتا۔

ایصالِ ثواب بارے ایک اشکال کی وضاحت :

اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا! حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے اپنی آخری کتاب "بوادر النوادر" میں (اس مسئلے میں فقہائے کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ ایک آدمی نے قرآن کریم پڑھ کر اس کا ثواب دس آدمیوں کو یا بیس آدمیوں کو یا سو آدمیوں کو بخشا ہے تو کیا ہر ایک کو ایک ایک قرآن کا پورا پورا ثواب ملے گا یا تقسیم ہوگا؟) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر ایک کو پورے قرآن کا ثواب پہنچے گا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔

میرے ذہن میں اشکال تھا کہ ایک قرآن کا ثواب ہر ایک کو پورا پورا کیسے ملے گا؟ مگر بخاری شریف کی روایت سے یہ اشکال ختم ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی کام پر جاتے ہوئے اپنے خزانچی کو ایک درہم دے جاتا ہے مثلاً۔ اور بیوی کو اجازت دیتا ہے کہ کوئی ضرورت مند آواز لگائے تو خزانچی سے لے کر اس کو دے دینا۔ اور یاد رکھنا! ایک آدمی آپ سے سوال کرتا ہے اور آپ قرائن سے مطمئن ہیں کہ واقعی یہ ضرورت مند ہے فراڈیا نہیں ہے۔ آپ اس کو دے دیتے ہیں تو آپ کو اس کا اجر ملے گا۔ اس واسطے کہ علمِ غیب تو آپ کو نہیں ہے۔ اور اگر آپ کا دل مطمئن نہیں ہے تو نہ دیں۔

(اور یہ جو پیشہ ور ہیں ان کو دینا جائز نہیں ہے۔ یہ جو مسجدوں میں آکر عام

طور پر سوال کرتے ہیں یہ سب پیشہ ور ہوتے ہیں۔ بلکہ مدارس کے نام پر چندہ کرنے والوں میں بھی اکثریت دونمبریوں کی ہوتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خان صفحہ ۷۹۷ جلد نمبر ۴ میں ہے ایک شخص جامع مسجد میں سوال کرنے والوں پر صدقہ کرتا ہے تو فقیہ ابونصر العیافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جو شخص سائلین پر صدقہ کرنے کی بجائے مسجد سے باہر نکال دے مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل سے اس کو بخش دے گا یعنی نکالنے والے کو۔" اور جناب خلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اگر میں قاضی ہوتا تو جامع مسجد میں سائلین پر صدقہ کرنے والے کی گواہی قبول نہ کرتا۔" دوسری بات یہ ہے کہ مانگنے والے نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں لہٰذا ان کو صدقہ خیرات دینا جائز نہیں۔ ازمرتب)

آج میں نے اخبار میں پڑھا کہ کراچی کے ایک گداگر کے پاس سے بارہ لاکھ روپے نکلے۔ (گوجرانوالا کا ایک گداگر فوت ہوا تو اس کے اکاؤنٹ میں چوبیس لاکھ روپے تھے۔ مرتب) تو خیر صاحب خانہ درہم دے کر چلا گیا۔ بعد میں ایک سائل نے سوال کیا۔ مالکہ نے لونڈی کو بلایا کہ یہ درہم اس ضرورت مند کو دے دے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب خانہ کو، اس کی بیوی کو اور لونڈی کو جس نے باہر جا کر دیا ہے سب کو ایک ایک درہم کا ثواب ملے گا تقسیم نہیں ہوگا۔

رب تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ لہٰذا جب کوئی آدمی ایصالِ ثواب کرے تو سب کو شامل کر لے۔ والدین کو، عزیز رشتہ داروں کو، مومنین، مومنات کو۔ اور یہ بھی یاد رکھیں جتنا ثواب ان کو بخشو گے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمھیں بھی اتنا ملے گا۔ کیوں اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب

کہا ہے:

اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبرؔ
یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

یاد رکھنا! آپ حضرات نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، نیک اعمال کرتے ہیں۔ والدین کو ثواب بخشنے کا کبھی خیال بھی نہیں آیا لیکن ان کو آٹومیٹک ثواب پہنچتا ہے کہ نیک اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔۔آپ کے تصور میں بھی کبھی نہیں آیا عموماً کہ میں دعا کروں اے پروردگار! میرے باپ کو بخش دے، میری والدہ کو بخش دے، میرے دادا دادی کو بخش دے۔ لیکن چوں کہ آپ ان کی نسل سے ہیں اس لیے ان کو خود بہ خود ثواب پہنچتا ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ساتویں صدی کے ایک بزرگ عالم ہیں علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں قاضی ہوتا اور کوئی آدمی میرے پاس آکر یہ مقدمہ دائر کرتا کہ فلاں آدمی نے نماز چھوڑ کر میرا حق مارا ہے۔ تو میں اس نماز چھوڑنے والے کے خلاف فیصلہ دیتا کہ واقعتاً اِس نے اُس کا حق مارا ہے۔ شاگردوں نے پوچھا حضرت! نماز تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس بندے کا حق کہاں سے آیا؟ تو حضرت نے فرمایا سنو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بخاری شریف اور مسلم شریف میں کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو کہتا ہے السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ جب یہ دعا پڑھتا ہے کہ ہم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو تو یہ دعا زندوں کو،

مُردوں کو، سب کو پہنچتی ہے، انسانوں کو، جنوں کو پہنچتی ہے۔ تو جس نے نماز نہیں پڑھی اُس نے دوسروں کو محروم رکھا ان کا حق مارا۔ یہ بات اُنھوں نے "مُعِيْدُ النِّعَمِ و مُبِيدُ النِّقَمِ" نامی کتاب میں ذکر کی ہے۔ اندازہ لگاؤ نماز اللہ تعالیٰ کا حق تو ہے ہی اس میں دوسرے بندوں کا بھی حق ہے۔

تو بات یہاں سے چلی تھی کہ فرشتے نازل ہوتے ہیں اور جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں۔ روحیں نہیں آتیں۔ البتہ مرنے والے آپ کے صدقات خیرات کے منتظر رہتے ہیں۔ اور حدیث میں نے پیش کی ہے کہ جیسے ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اسی طرح وہ آپ کی دعاؤں کے محتاج، آپ کی خیرات کے محتاج ہیں۔

فرمایا هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ یہ سلسلہ فجر کے طلوع ہونے تک جاری رہتا ہے۔ یہ رات شام سے شروع ہوتی ہے اور طلوعِ فجر تک اس کی برکات جاری رہتی ہیں۔ آج کل راتیں چھوٹی ہیں۔ ساڑھے گیارہ بجے نمازِ تراویح ختم ہوتی ہے اور دو بجے روزے کے لیے اُٹھنا پڑتا ہے۔ تو کتنے گھنٹے سونے کے لیے ہوئے؟ بڑا سستا سودا ہے۔ اور ہے بڑا قیمتی۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

مسلمان قوم کی ذلت کے اسباب

خطبہ جمعہ الوداع ۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد۔۔۔امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۞

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۞

[سورۃ التوبہ، آیت: ۲۴؛ پارہ: ۱۰]

تمہید :

اللہ تعالیٰ نے جو عَلِیْم ہے، خَبِیر ہے، عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَة ہے، عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصّدور ہے۔ وہ جس طرح ساری کائنات کا خالق ہے، مالک ہے، اسی طرح وہ تمام مخلوقات کی ضرورتوں کو جانتا بھی ہے۔ کیوں کہ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی رازق ہے۔ اس سے زیادہ علم کسی کو نہیں ہے۔ اس کا علم ظاہر باطن پر حاوی ہے۔ اس کے لیے گزشتہ، حال اور آئندہ، سب برابر ہیں۔ اس سے کسی زمانے کی کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ لہٰذا رب تعالیٰ نے جو فیصلے فرمائے ہیں ان میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ علیم وخبیر ہے۔

انسان فیصلے کرتے ہیں۔ حکومت چیدہ چیدہ دماغ والے لوگ جمع کر کے

مشورہ کرتی ہے، ان کی رائے میں غلطی نکلتی ہے، ترمیم کرنی پڑتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے جتنے فیصلے اور حکم ہیں وہ محکم اور اٹل ہیں۔ کسی حکم میں غلطی کا امکان نہیں ہے۔ کسی حکم میں ترمیم کا احتمال نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو حکم فرمائے ہیں وہ حق اور صحیح ہیں۔ پھر قرآن کریم میں جس حکم کا ذکر آجائے وہ قطعی، حتمی اور یقینی ہے۔ اس سے زیادہ یقین والی چیز دنیا میں کوئی نہیں ہے بہ شرطے کہ ایمان صحیح ہو۔ ایمان ہوگا تو یقیناً جان لے گا کہ قرآن کریم سے قطعی اور یقینی چیز اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ اگر ایمان نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے۔

آیتِ کریمہ کا ترجمہ اور سرسری مفہوم :

یہ آیت کریمہ جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی ایک حکم بیان ہوا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ امام الانبیاء، خاتم النبیین، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے فرمادیں، ان کو میرا حکم سنادیں اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ اگر ہوں تمھارے باپ وَاَبْنَآؤُكُمْ اور تمھارے بیٹے وَاِخْوَانُكُمْ اور تمھارے بھائی وَاَزْوَاجُكُمْ اور تمھاری بیویاں وَعَشِیْرَتُكُمْ اور تمھاری برادری، خاندان اور کنبہ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا اور مال جو تم نے کمائے ہیں وَتِجَارَةٌ اور تجارت تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا جس کے ماند پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اور مکانات جن کو دیکھ کر تم خوش ہوتے ہو، پسند کرتے ہو۔ اگر یہ چیزیں اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تمھیں

زیادہ محبوب ہو جائیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اللہ تعالیٰ کے احکام سے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے یہ چیزیں تمھیں زیادہ محبوب ہو جائیں وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے یہ چیزیں تمھیں زیادہ محبوب ہو جائیں فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ تم پر مسلط کردے۔

یعنی انسان کی محبت اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مقابلے میں، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکموں کے مقابلے میں ان چیزوں سے ہو کہ ان چیزوں سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کمی ہو، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں کمی ہو اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے یہ چیزیں رکاوٹ بنیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کے منتظر رہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تم پر نافذ ہو۔

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کا لفظی ترجمہ اور سرسری مفہوم آپ حضرات نے سنا۔ اب ہر آدمی کو اپنے گریبان میں جھانک کر سوچنا چاہیے کہ آیا ان چیزوں کی محبت اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے میں غالب تو نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مقابلے میں ان چیزوں کی محبت غالب تو نہیں ہے، رکاوٹ تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے یہ چیزیں رکاوٹ تو نہیں بن رہیں، یہ چیزیں پیاری تو نہیں ہیں؟ اگر رکاوٹ بن رہی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو۔

تشریح آیت بہ ذریعہ احادیث :

اب وہ اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟ اگر میں اپنی طرف سے کہوں تو چھوٹا منہ بڑی

بات ہوگی۔ کسی بزرگ کی بات نقل کروں تو ہوسکتا ہے اس بزرگ کے ساتھ کسی کو عقیدت ہو اور کسی کو نہ ہو۔ کوئی مانے کوئی نہ مانے۔ میں اُس ہستی کی حدیث بیان کرتا ہوں جس پر اعتماد کیے بغیر بندہ مومن نہیں رہ سکتا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کا فرمان سامنے آئے گا تو پھر جس آدمی کے دل میں رتی برابر بھی ایمان ہے اس کے لیے عذر کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اماموں میں سے کسی کی بات کروں گا تو کوئی اسے مانتا ہوگا کوئی نہیں مانتا ہوگا۔ لیکن کلمہ پڑھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتا یا اُن کی بات نہیں مانتا۔ اگر نہیں مانتا تو پھر ایمان کس چیز کا ہے۔ لہٰذا اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں دو حدیثیں بیان کرتا ہوں۔ حدیث ہے صحاح ستہ کی مرکزی کتاب ابوداؤد شریف کی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِالْعِيْنَه وَاَخَذْتُمْ بِاَذْنَابِ الْبَقَرِ وَرَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذِلًّا لَا يَنْزِعُهٗ مِنْكُمْ حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ

"جب تم خرید و فروخت کو اپنا مشغلہ بنا لو گے اور جانوروں کے پالنے کو اپنا مشغلہ بنا لو گے، کھیتی باڑی کو اپنا پیشہ بنا لو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذِلًّا اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا لَا يَنْزِعُهٗ مِنْكُمْ یہ ذلت تم سے نہیں اُٹھائی جائے گی حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ۔"

جب تک دین کی طرف، جہاد کی طرف نہیں لوٹو گے ذلت کے چکر سے نہیں نکلو گے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کم و بیش ایک ارب ہے۔ بین الاقوامی طور پر

اس وقت مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ کوئی غیرت مند انسان، کوئی اسلام کا ہمدرد انسان اس نقطے سے غافل نہیں ہے۔ یہودیوں کی کل آبادی پچاس لاکھ کی ہے۔ ہمارے دو ضلعوں کے برابر نہیں ہے۔ اور عربوں کی تعداد ساڑھے گیارہ کروڑ ہے۔ اور پچاس لاکھ نے بارہ کروڑ کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس وقت تم دین سے دور ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد سے دور ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے اُوپر ذلت مسلط کر دے گا۔ یہ سب کچھ دین سے دوری اور ترکِ جہاد کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان قوم من حیث القوم بڑی ذلیل ہے۔

یہ ہے اس آیتِ کریمہ کا مطلب اور اس کی تفسیر جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے۔ اے مسلمان یاد رکھ! تیری کامیابی صرف دین میں ہے اور دین کے اہم کام جہاد میں ہے۔ جب تک تو دین کی طرف نہیں آئے گا اور جہاد نہیں کرے گا ذلت سے نہیں نکل سکتا۔ چاہے تم کتنی کروٹیں بدلو۔ میرا ایمان ہے اور تمھارا بھی ہونا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جملے کہ تم ذلت سے نہیں نکل سکو گے جب تک دین کی طرف نہیں آؤ گے اور جہاد کی طرف نہیں آؤ گے، حق اور سچ ہیں۔

دوسری حدیث :

دوسری حدیث بھی ابوداؤد شریف کی ہے يُوْشَكُ اَنْ تَدَاعَ عَلَيْكُمْ اُمَمٌ كَمَا تُدَاعُ الْاَكِلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا "ایک وقت آئے گا کافر لوگ آپس میں

سازباز کر کے تمھیں کھانے کی تیاریاں کریں گے۔ جس طرح دستر خوان پر کھانے رکھ دینے کے بعد ایک دوسرے کو دعوت دی جاتی ہے آؤ بھائی کھانا شروع کرو۔" تمھاری حیثیت یعنی مسلمانوں کی حیثیت ایسی ہوگی جیسے دستر خوان پر کھانا لگا ہوا ہو اور دوسروں کو کھانے کے لیے بلایا جائے۔ اسی طرح کافر ایک دوسرے کو بلائیں گے تمھیں ختم کرنے کے لیے۔

صحابی کو بات سمجھ نہ آئی :

جب یہ الفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنے فَقَالَ قَائِلٌ ایک شخص نے سوال کیا حضرت! بات سمجھ نہیں آئی۔ اور انہیں سمجھ آنی بھی نہیں چاہیے تھی۔ اس لیے کہ وہ راسخ العقیدہ اور پختہ ذہن کے مالک تھے۔ ہماری طرح ضعیف الاعتقاد نہیں تھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ کس طرح ہمیں کھانے کی ایک دوسرے کو دعوت دی جائے گی؟

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ عراق کا ایٹمی منصوبہ سب کے سامنے ہے۔ ہمیں آج تک یہ نقطہ سمجھ نہیں آیا ڈیڑھ سو فرانسیسی ملازم بڑے عہدوں پر ہزاروں روپے ماہانہ تنخواہیں لینے والے جب اس کو (عراق کو) تباہ کرنے کا منصوبہ بنا تو ڈیڑھ سو کے ڈیڑھ سو ہی چھٹی پر۔ اس کا کیا مطلب ہے بھئی؟ ایک بھی حاضر نہیں۔ ان کو علم تھا اور ان کے ذریعے سب کچھ ہوا۔ امریکہ نے سب کچھ کرایا کوئی پردے کی بات نہیں ہے، کوئی خفا والی بات نہیں ہے۔ سہل اور آسان بات ہے۔

ذلت کے دو اسباب :

تو خیر پوچھنے والے نے پوچھا حضرت! آپ نے کیا فرمایا اَمِنۡ قِلَّتِنَا یَوۡمَئِذٍ "کیا اُس وقت ہم تھوڑے ہوں گے اس لیے کافر ہمیں کھانے کی ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا بَلۡ اَنۡتُمۡ کَثِیۡر نہیں بلکہ تم بہت زیادہ ہوگے لیکن وَلَیَنۡزِعَنَّ اللهُ مِنۡ صُدُوۡرِ عَدُوِّکُمُ الۡمَهَابَةَ مِنۡکُمۡ وَلَیَقۡذِفَنَّ اللهُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمُ الۡوَهۡنَ تمھارے دشمنوں کے دلوں میں تمھارا خوف نہیں رہے گا۔"

اگر خوف ہوتا تو یہ حال ہوتا جو افغانستان میں ہو رہا ہے، فلسطین میں ہو رہا ہے۔ اور تمھارے دلوں میں وھن ہوگا۔ وھن کے لفظی معنیٰ ہیں کمزوری۔ اتنا معنیٰ تو وہ سمجھتے تھے رضی اللہ عنہم۔ لیکن مراد نہ سمجھے قَالُوۡا وَمَا الۡوَهۡنُ یَا رسول ﷺ! "کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ وھن کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا حُبُّ الدُّنۡیَا وَ کَرَاهِیَّةُ الۡمَوۡتِ "دنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔" یہ دو چیزیں جب تمھارے اندر آجائیں گی تو ذلت ہی ذلت ہوگی اور کافر قومیں تمھیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گی۔

آج دنیا کے لیے نہ دن دیکھا جاتا ہے نہ رات، نہ طوفان، نہ جھکڑ، نہ گرمی، نہ سردی، نہ دیس، نہ پردیس، دنیا کی خاک چھانتے ہیں۔ معاف رکھنا! اس کے مقابلے میں دین کی طرف کتنے لوگ آتے ہیں اور دین کے لیے مشقت برداشت کرنے والے کتنے لوگ ہیں؟ بے شک ہیں الحمدللہ! مٹ نہیں گئے لیکن نسبت پوچھنا

چاہتا ہوں کہ نسبت کیا ہے؟ اسی نسبت سے رب تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ یقین جانو اگر یہ بھی نہ ہوں اور رب تعالیٰ کا کلام نہ ہو اور زمین پر اللہ اللہ نہ ہو، لا الٰہ الا اللہ کی صدا بلند نہ ہو تو دنیا فنا ہو جائے۔ یہ تمھاری بقا کے اسباب ہیں۔

رزق کا ایک سبب اللہ کا ذکر :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے۔ اپنا نام بتایا اور کہا میرا ایک بھائی ہے آپ کے پاس رہتا ہے مسجد میں ہی اللہ اللہ کرتا رہتا ہے، ذکر کرتا رہتا ہے۔ حضرت! اُسے کہو کچھ ہاتھ پاؤں مارے کمائی بھی کرے۔ اس کے بھی بیوی بچے ہیں، ماں باپ ہیں، رشتے دار عزیز ہیں۔ حضرت میں محنت مزدوری کرتا رہتا ہوں اور وہ اللہ اللہ کرنے میں لگا رہتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متوجہ ہوئے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو فارغ سمجھتا ہے یہ تیری غلطی ہے لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ "ہوسکتا ہے تجھے جو رزق ملتا ہے بھائی کے اللہ اللہ کرنے کی برکت سے ملتا ہو۔" اس کو تو کیوں فارغ سمجھتا ہے؟

یقین جانو! اُس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک زمین پر لا الٰہ الا اللہ کہنے والے موجود ہوں گے۔ اور جب تک قرآن کریم پڑھا جائے گا۔ قیامت ان بدبختوں پر آئے گی جو نہ قرآن کریم پڑھنے والے ہوں گے اور نہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے ہوں گے۔ جب قرآن کریم کاغذوں سے اُڑ جائے گا اور لا الٰہ الا اللہ کی آواز نہیں آئے گی اس وقت قیامت آئے گی۔ تو خیر دنیا کے لیے تو ہم بڑا کچھ کرتے ہیں لیکن آخرت کے لیے کیا کرتے ہیں۔

تو فرمایا دنیا کی محبت اور موت کا ڈر، جب یہ دو بیماریاں تمھارے اندر ہوں گی تو کافروں کے دلوں میں تمھارا خوف نہیں ہوگا اور تمھارے دلوں میں کافروں کا خوف ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کا مردم شماری کرانا :

حالانکہ ایک وقت وہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اُكْتُبُوْا اِلٰى مَنْ يَّلْفَظْ بِالْاِسْلَامِ "مردم شماری کر کے مجھے بتلاؤ کہ مسلمان کتنے ہیں۔" میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کل مسلمان کتنے ہیں؟ مردم شماری آفیسر نے آکر رپورٹ پیش کی کہ نَحْنُ مَا بَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ "حضرت! ہم چھ سو اور سات سو کے درمیان ہیں۔ چھ سو سے زیادہ ہیں اور سات سو پورے نہیں ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا حضرت! آپ بہتر سمجھتے ہیں کہ مردم شماری کیوں کرائی۔ شاید اس لیے کرائی ہو کہ پتا چلے مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے اور کافروں کی تعداد کتنی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑائی ہو تو مسلمان ختم نہ ہو جائیں۔ حضرت الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم چھ سو سے زیادہ ہیں ہمیں ساری دنیائے کفر مٹا نہیں سکتی۔ چھ ہزار نہیں، چھ لاکھ نہیں، چھ کروڑ کی بات نہیں صرف چھ سو سے زیادہ ہیں۔ اور روایت میں اس کی بھی تفصیل نہیں ہے کہ بچے، عورتیں اس میں ہیں یا نہیں۔ لیکن مردم شماری میں تو سارے آتے ہیں۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اُكْتُبُوْا اِلٰى مَنْ يَّلْفَظْ بِالْاِسْلَامِ "جو کلمہ پڑھنے والے ہیں وہ شمار کر کے مجھے بتلاؤ۔"

تو کل تعداد سات سو نہیں ہے اور عزائم یہ ہیں کہ ساری دنیائے کفر ہمیں مٹا

نہیں سکتی ہم ساری دنیائے کفر کے ساتھ ٹکرانے کے لیے تیار ہیں۔ کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم ذاتی طور پر کچھ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل اور نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ آج ہمارے اندر حب الدنیا و کراھیۃ الموت آگئی ہے۔ حالانکہ موت سے چھٹکارا کسی کو نہیں ہے۔ کاش! ہم نے موت کا مفہوم سمجھا ہوتا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بہ وقتِ موت کیفیت اور بیٹے کو وصیت کرنا:

جلیل القدر صحابی فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت ہوا۔ بیٹا عبد اللہ بن عمرو بن العاص پاس بیٹھا تھا۔ بیٹے نے کہا ابا جی! صِفْ لَنَا الْمَوْتَ آپ پر اب نزع کا عالم طاری ہے موت کے متعلق کچھ بیان کرو کہ موت کیا ہوتی ہے۔ فرمانے لگے بیٹے! کیا بیان کروں فَاِنَّ الرَّضْوٰی عَلٰی عُنُقِیْ رضویٰ پہاڑ مدینہ طیبہ میں اُحد پہاڑ کے بعد دوسرے نمبر کا پہاڑ ہے۔ فرمانے لگے اس طرح محسوس ہو رہا ہے کہ رضویٰ پہاڑ میری گردن پر رکھ دیا گیا ہے اور میرے پیٹ میں دندانوں والی آری پھیری جا رہی ہے وَنَفْسِیْ تَخْرُجُ مِنْ ثَقْبِ اِبْرَۃٍ اور اس طرح محسوس ہو رہا ہے کہ میری جان سوئی کے نکے سے کھینچ کر نکالی جا رہی ہے۔ بیٹا! کیا بتاؤں موت کیا ہے۔ یہ کون فرما رہے ہیں؟ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر۔ اور اس سے پہلے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ اِذَا اَنَا مِتُّ جب میں مر جاؤں تو بیٹے میری تین وصیتوں پر عمل کرنا۔

❀ ایک یہ کہ میرے قریب رونے والا کوئی نہ آئے۔ نہ مرد، نہ عورت۔ کسی کو میرے پاس رونے نہ دینا۔ آپ میرے بڑے بیٹے ہیں کہ میں تمھیں وصیت کرتا

ہوں کہ میرے پاس رونے والوں کی آواز بلند نہ ہو۔

❀ دوسری وصیت کہ میری قبر کے قریب آگ نہ آئے۔اس زمانے میں قبر کے پاس آگ جلاتے تھے۔فرمایا بیٹا! آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے قبر کے پاس آگ (لانے) سے۔صحاح ستہ کی چار کتابوں میں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ،نسائی شریف میں روایت ہے لَعَنَ اللہ زَوَّرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا السُّرُجُ "اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارتیں کرتی ہیں اور ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔" یہ حدیث ان چاروں کتابوں میں موجود ہے۔فرمایا بیٹا! میری قبر کے قریب آگ نہ آنے دینا۔

❀ اور تیسری بات یاد رکھنا! مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر کو کوہان کی شکل میں بنانا اور میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا تا کہ میں مطمئن ہو کر رب تعالیٰ کے فرشتوں کے سوالوں کے جواب دے سکوں۔[مستدرک حاکم: رقم 5915]

یہ محض صحابی نہیں بلکہ فاتح مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں جو موت کی صورت و کیفیت بیان فرما رہے ہیں اور قبر سے اس طرح ڈر رہے ہیں۔اور ایک ہم ہیں کہ جن کے ساتھ نیکیوں کا ذخیرہ بھی نہیں ہے اور قبر سے بے خبر ہیں۔یاد رکھنا! ہم نے موت کو کچھ نہیں سمجھا۔ اگر ہم نے موت کو سمجھا ہوتا تو ہم روزے نہ کھاتے، نمازیں نہ چھوڑتے۔

ایک عبرت ناک واقعہ :

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الروح" میں اور علامہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الکبائر"

میں روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک پارسا آدمی تھا اس کا ایک جوان بیٹا اور ایک جواب بیٹی تھی۔ بیوی بھی پارسا تھی۔ نیکوں کا گھرانہ تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بندہ فوت ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد جوان بیٹی بھی فوت ہو گئی۔ اس کو قبر میں دفن کر کے جب فارغ ہوئے تو لڑکی کی قبر سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو گئے۔ جنازہ پڑھنے والے بڑے حیران ہوئے کہ بات کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا۔ اس لڑکی میں ضرور کوئی عیب ہوگا جس کی وجہ سے قبر سے آگ کے شعلے نکلے ہیں۔

بھائی نے گھر جا کر تلوار ہاتھ میں لی اور والدہ سے کہا میں رب تعالیٰ کی قسم دے کر تجھے کہتا ہوں کہ صحیح صحیح بات بتا ورنہ میں اس تلوار کے ساتھ تیرا سر قلم کر دوں گا۔ بتا میری ہمشیرہ میں کیا عیب تھا؟ ماں یہ سمجھی کہ کچھ عرصہ پہلے اس کا باپ فوت ہوا ہے اور اب ہمشیرہ فوت ہوگئی ہے اکیلا رہ گیا شاید اس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے اور تلوار اُٹھا کر مجھے گھور رہا ہے۔ بیٹے کو سمجھانا شروع کیا کہ بیٹے صدمہ مجھے بھی ہے مگر ہم سب رب تعالیٰ کی امانت ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کی امانت تھے اس میں میرا تیرا کیا دخل ہے صبر کر، حوصلہ کر۔

بیٹا کہنے لگا اماں! میرا دماغی توازن ٹھیک ہے اور میں قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ میں تیرا سر قلم کر دوں گا ورنہ مجھے بتا کہ میری ہمشیرہ میں عیب کیا تھا۔ ماں نے پوچھا بیٹے بات کیا ہوئی ہے؟ بیٹے نے کہا کہ لوگ آئیں گے تو تجھے بتائیں گے کہ سب نے اس کی قبر سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دیکھے ہیں۔ ماں نے کہا بیٹے! میں نے اُسے کبھی دروازے سے باہر نہیں نکلنے دیا۔ غیر محرم کبھی ہمارے گھر میں داخل نہیں ہوا۔ تیری ہمشیرہ نے کبھی کوئی بُرا کام نہیں کیا۔ بیٹا کہنے لگا پھر بتا کیا وجہ ہے اس کی قبر سے

آگ کے شعلے کیوں نکلے ہیں؟ ماں نے کہا بیٹے اس میں یہ خامی تھی کہ نماز پڑھتی تھی مگر دیر کر کے پڑھتی تھی۔ تاخیرِ نماز اس کے عذاب کا سبب بنا ہے۔ پڑھتی تھی مگر بے وقت پڑھتی تھی۔

دیکھو! جس نے نماز چھوڑی نہیں دیر سے پڑھی ہے وہ قبر میں عذاب میں مبتلا ہے۔ تو ہمارا چھٹکارا کیسے ہوگا کہ جنھوں نے پڑھنی ہی نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہونا کہ موت کیا چیز ہے تو کبھی نماز نہ چھوڑیں، کوئی روزہ نہ چھوڑیں۔ ہماری زندگی عارضی ہے اور موت یقینی ہے۔ اسی واسطے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ [الحجر:٩٩] "اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ آپ کے پاس آجائے یقین یعنی موت۔" یہاں موت کو یقین فرمایا ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا تذکرہ:

جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر بخاری شریف میں ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو اِهْتَزَّلَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ "رحمان کا عرش کانپ گیا، ہلنے لگا۔" اور نسائی شریف میں ہے کہ ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے۔ جنازہ امام الانبیاء، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا۔ اور جنازہ پڑھنے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی شخصیات ہیں۔ جنازہ ہوگیا۔ قبر میں جب ان کو دفن کر دیا گیا تو دفعۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور فرمایا اپنے بھائی کے لیے دعا کرو کہ اب جب فرشتے آئیں سوال کرنے والے مَنْ رَّبُّكَ مَنْ

نَبِیُّكَ مَا دِیْنُكَ ۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو استقامت نصیب فرمائے سوالوں کے صحیح جواب دے سکے۔

قبر کیا چیز ہے اندازہ لگاؤ جنازہ آپ ﷺ نے پڑھایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھا، مدینہ طیبہ کے مبارک مقام پر فوت ہونے والا صحابی ہے، اللہ تعالیٰ کا عرش اس کی موت پر کانپ اُٹھا، ستر ہزار فرشتے اس کے جنازے میں شریک ہوئے ہیں۔ اس کے لیے دعائیں ہو رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں ثابت قدم رکھے۔ او موت سے غافل لوگو! روزے چھوڑنے والو! نمازیں چھوڑنے والو! کچھ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ قبر آ گئی ہے قبر سے چھٹکارا نہیں ہے۔ موت سر پر پکار رہی ہے:

ع غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

اگر تمھیں موت یاد ہو، قبر یاد ہو تو کوئی نیکی تمھارے سے نہ رہے اور کوئی بدی تمھارے سے سرزد نہ ہو۔ تو یاد رکھو! آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تک تم دین کی طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کی طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط رکھے گا حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِكُمْ آج پوری دنیا کا مسلمان اس ذلت کے چکر میں مبتلا ہے۔ یاد رکھنا! موت تو ہے ہی لیکن میرا ظن غالب یہ ہے کہ فلسطینی لوگ اسرائیل کے ساتھ لڑتے تو لڑنے میں اتنا نقصان نہ ہوتا جتنا اب ہو رہا ہے کہ ان پر بم پھینک کر شہید کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کا اظہار فرماتے ہیں کبھی زلزلے میں ہزاروں مر جاتے ہیں، کبھی سیلاب میں مر جاتے

ہیں، کبھی قحط سالی کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ وہ بتاتا ہے کہ موت ہے اس سے چھٹکارا نہیں ہے۔ اور اگر تمھاری موت اللہ تعالیٰ کے راستے میں آجائے تو دنیا میں بھی تمھاری گردن بلند ہوگی اور آخرت میں بھی بلند ہوجائے گی۔

قومِ خزقیل علیہ السلام کا واقعہ :

دوسرے پارے کے آخر میں یہ واقعہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت خزقیل علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ جہاد کرو۔ ان لوگوں نے جب جہاد کا نام سنا تو خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ وہ اپنے گھروں سے (بستر ے اُٹھا کر) نکل گئے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے ڈر سے کہ مر جائیں گے۔ جنگل میں جا کر ڈیرے لگا لیے فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا "اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ مر جاؤ۔" وبا آئی سارے ہی مر گئے۔ جہاد میں تو اِکا دُکا مرتے، وبا میں سارے ہی مر گئے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر خزقیل علیہ السلام نے دعا کی اے پروردگار! آپ جس طرح ان کے مارنے پر قادر ہیں زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں۔ ان کو زندہ کر دیں۔ اُمید ہے ان کو سمجھ آگئی ہوگی۔ ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں ثُمَّ اَحْيَاهُمْ "اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا۔" اور بتایا کہ موت سے ڈرنے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ اس لیے کہ موت کا وقت اور سبب متعین ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ موت کے دروازے پر :

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ موت کے وقت رو رہے تھے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! کیوں روتے ہو موت سے تو مفر نہیں ہے۔ فرمایا موت کی وجہ سے نہیں رو

رہا۔ میرے سر سے لے کر قدموں تک کوئی عضو یا حصہ ایسا نہیں ہے جہاں کافروں کی تلوار، تیر، نیزہ نہ لگا ہو۔ لیکن میں شہادت سے محروم رہا ہوں اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے شہادت نصیب نہیں ہوئی چار پائی پر مر رہا ہوں کَمَوْتِ الْحِمَارِ گدھے کی موت (یعنی طبعی موت)

اے نوجوانو! یہ وقت دور نہیں ہے احادیث کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ وقت کی تعیین تو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جو قوم جہاد کرے گی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ زندہ بھی رہے گی اور باعزت بھی رہے گی۔ اور جس قوم نے جہاد چھوڑ دیا موت کے ڈر سے اور دنیا کی محبت میں ڈوبی رہی تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے۔ اس سبق کو کبھی بھی نہ بھولنا۔ اور جہاد تب ہوگا جب ایمان عقیدہ صحیح ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت تب نازل ہوگی جب تم نمازی بنو گے۔ تمام لوگ عہد کرو اس بات کا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں جو تھوڑی بہت عادت پڑی ہے نماز پڑھنے کی اس عادت کو ہم بھولیں گے نہیں۔

جہاد کی ذمہ داری بادشاہوں پر بھی ہے اور عوام پر بھی ہے۔ اور موت کو نہ بھولنا۔ دنیا میں اتنے نہ لگ (مصروف ہو) جاؤ کہ نماز رہ جائے۔

سلیمان بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ :

ایک بزرگ تھے حضرت سلیمان بن مہران رحمۃ اللہ علیہ۔ مسجد کے قریب آئے تو دیکھا جماعت ہو گئی ہے۔ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں ملے، پانی چھڑکا۔ کسی نے کہا مرگی کا دورہ ہے، کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔ ہوش

آئی تو پوچھا حضرت! کیا ہوا تھا؟ فرمانے لگے بات یہ ہے کہ آج چالیس سال کے بعد یہ دن آیا ہے کہ میں جماعت سے محروم ہو گیا ہوں۔ اس صدمے کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی اور گر پڑے۔

ہمیں تو نماز روزے کی پرواہی نہیں ہے۔ ہفتے کی نمازیں رہ جائیں، مہینے کی رہ جائیں پروانہیں ہے، ہاں عید کی نفلی نماز ضرور پڑھنی ہے۔ کیوں کہ نئے کپڑے پہننے ہیں۔ عید کی نماز نفلی ہے واجب نہیں، فرض نہیں۔ سوال تو ہوتا ہے فرض نماز کے بارے میں نفلی نماز کے متعلق تو سوال نہیں ہوگا۔ تم نفلی نماز کا اہتمام کرتے ہو فرض کی پروانہیں ہے۔

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا نماز کے لیے کمالِ اہتمام :

ایک بزرگ تھے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ اس زمانے میں گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں۔ لاؤڈ سپیکر نہیں ہوتے تھے۔ یہ زرگری کا کام کرتے تھے۔ جب اذان کا وقت قریب ہوتا تھا سردی کے موسم میں کان ننگے کر لیتے تھے کہ اذان کی آواز سننے میں دقت نہ ہو۔ فرماتے تھے کہ اذان کے لفظ کان میں پڑ جانے کے بعد میرا کام حرام ہو جاتا ہے۔ سونے کے ورق بناتے تھے ہتھوڑا اُٹھاتے مارنے کے لیے جوں ہی اذان کی آواز کان میں پڑتی تو ہتھوڑا اُوپر نہیں مارتے تھے بلکہ ایک طرف رکھ دیتے اور کام چھوڑ دیتے تھے۔ اور ہمارے تو چاہے لاؤڈ سپیکر کان پھاڑ دیں ہمیں نہ جماعت کی پرواہ ہے نہ نماز کی۔ اب ہر ایک کے پاس گھڑی ہے، مسجدوں میں گھڑیال لگے ہوئے ہیں۔ یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پتا نہیں چلا۔

یاد رکھنا! یہ مبارک مہینہ ہے اس کی برکتیں پھر نہیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم میں سے آئندہ سال کون ہو اور کون نہ ہو۔ اس عارضی اور ناپائیدار زندگی کو عبادت میں خرچ کرو۔ وعدہ کرو کہ ہم نماز پڑھیں گے نہیں چھوڑیں گے۔ سارے خانہ خدا میں بیٹھے ہو ہاتھ اُٹھا کر وعدہ کرو کہ ہم نماز چھوڑیں گے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہو گے۔

فطرانے کا مسئلہ :

جمعۃ الوداع کا موقع ہے۔ ایک دو مسئلے اور بھی ہیں وہ بھی سمجھ لیں۔ فطرانے کا مسئلہ اور عید کا مسئلہ۔

فطرانے کا مسئلہ یہ ہے کہ جو مرد عورت صاحبِ نصاب ہے اُس پر فطرانہ ہے۔ صاحبِ نصاب اُسے کہتے ہیں کہ جس کے پاس سونا، چاندی، نقد پیسے، سامانِ تجارت، سب چیزوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے۔ جو اِس وقت تقریباً دو ہزار سے کچھ اُوپر بنتی ہے۔ تو ایسا آدمی صاحبِ نصاب ہے۔ یہ موٹا تخمینہ ہے۔ قرض بھی اُس پر نہ ہو گھر کی ضرورتیں بھی پوری ہوں تو وہ صاحبِ نصاب ہے۔ زکوٰۃ کے مسئلہ میں گھر کے زاید سامان کو شامل نہیں کیا جاتا۔ فطرانے اور قربانی کے مسئلہ میں گھر کا زاید سامان بھی شامل کرنا ہے۔ زاید سامان اُسے کہتے ہیں جو کبھی کبھی استعمال میں آتا ہے۔ مثلاً: پندرہ چارپائیاں ہیں۔ پانچ استعمال میں ہیں اور دس ویسے پڑی ہیں۔ کبھی مہمان آجائیں تو استعمال میں آتی ہیں۔ پندرہ برتن ہیں۔ پانچ استعمال میں ہیں اور دس شوکیس میں پڑے ہیں۔ کبھی مہمان آئیں تو

استعمال میں آتے ہیں۔اسی طرح بستر ے وغیرہ جو عام طور پر استعمال میں نہیں آتے یہ زاید سامان شمار ہوتا ہے۔

اگر کچھ سونا ہے، کچھ چاندی ہے، کچھ نقد پیسے ہیں اور گھر کے زاید سامان کو ملا کر ان کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو ایسے آدمی پر فطرانہ بھی لازم ہے اور قربانی بھی لازم ہے۔ البتہ زکوٰۃ کے نصاب میں گھر کا زاید سامان شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

مرد نے اپنا فطرانہ دینا ہے اور عورت نے اپنا فطرانہ دینا ہے۔ ہاں اگر ایک دوسرے کو کہہ دیں کہ میری طرف سے فطرانہ دے دو تو پھر ادا ہو جائے گا۔ اجازت کے بغیر فطرانہ نہیں دے سکتے۔ نہ خاوند بیوی کی طرف سے دے سکتا ہے اور نہ بیوی خاوند کی طرف سے دے سکتی ہے۔ کیوں کہ یہ عبادت ہے اور عبادت کے لیے ایک دوسرے کی اجازت ضروری ہے۔اسی طرح اگر بیٹے بیٹیاں بالغ ہیں اور صاحب نصاب ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر فطرانہ ادا نہیں ہوگا۔ اور اگر صاحبِ نصاب نہیں ہیں تو ان پر فطرانہ نہیں ہے۔

نابالغ بچے ماں باپ کے تابع ہوتے ہیں۔ باپ امیر ہے تو اپنے فطرانے کے ساتھ نابالغ بچوں کا فطرانہ بھی دے گا۔ بالغ ہونے کے بعد وہ خود مستقل ہیں۔ فطرانہ کتنا ہے؟ موٹا تخمینہ دو سیر گندم یا اس کی مالیت۔کل دوست بتا رہے تھے کہ تین روپے بنتے ہیں۔ (یہ اُس زمانے کی بات ہے جب حضرت نے یہ خطبہ دیا تھا یعنی ۱۹۸۱ء، ۱۴۰۱ھ) اگر کسی نے گندم دینی ہے تو فی کس دو سیر۔ پیسے دینے ہیں تو تین روپے فی کس۔ فطرانے کی رقم اکٹھی ایک آدمی کو دے سکتے ہو۔ یہ کفارے کی طرح

نہیں ہے۔ مثلاً: قسم کا کفارہ ہے تو اس کی رقم اکٹھی ایک مسکین کو نہیں دے سکتے۔ دس مسکینوں کو الگ الگ دیں گے۔

صدقاتِ واجبہ کی ادائیگی کے لیے دو شرائط :

فطرانے کی ادائیگی کا بہتر وقت عید سے پہلے ہے۔ ایک یہ کہ رمضان المبارک میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ غریب اپنی ضرورت پوری کر لے گا۔ اگر تم لوگ عید والے دن مسکین کو دو گے دکانیں بند ہوں گی وہ سودا نہیں لے سکے گا، اپنی ضرورتیں نہیں پوری کر سکے گا۔ لہٰذا رمضان المبارک کے اندر ہی ادا کر دو۔ اپنے عزیز رشتہ داروں کو بھی دیکھ لو۔ اگر ان میں کوئی مستحق ہے تو اُسے دو۔ لیکن یاد رکھنا وہ بدعقیدہ اور بے نماز نہ ہو۔ بدعقیدہ اور بے نماز کو زکوٰۃ دو گے، فطرانہ دو گے تو وہ کھا کر نافرمانی کریں گے۔ ان کی نافرمانی میں تمھاری بھی معاونت ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

لَا يَأْكُلُ طَعَامَكُمْ اِلَّا تَقِيٌّ "تیرا کھانا صرف پرہیزگار کھائے۔"

برادری میں کوئی مسکین ہے تو اس کا حق ہے مگر عقیدہ صحیح ہو، نماز روزے کا پابند ہو۔ اگر نہیں ہے تو نہ اپنا فطرانہ ضائع کرو، نہ زکوٰۃ ضائع کرو۔ بے نماز کو کھلاؤ گے وہ تگڑا (مضبوط، صحت مند) ہو کر اور نمازیں چھوڑے گا، روزے کھائے گا، بدمعاشیاں کرے گا۔ اس لیے اپنا صدقہ برباد نہ کرنا۔

یہ تمھارا مدرسہ ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ خزانچی کو دے کر باقاعدہ رسید حاصل کرو۔ دینی طلباء کی ضرورتوں پر پیسے خرچ ہوں گے۔ یہ بھی ایک مصرف ہے۔

نمازِ عید کے آداب :

عید کی نماز کے لیے جانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ایک راستے سے جاؤ اور دوسرے راستے سے آؤ۔ اگر کوئی متبادل راستہ ہو تو۔ اگر نہ ہو تو پھر مجبوری ہے۔ تا کہ جاتے ہوئے زمین کا وہ ٹکڑا تمھارے حق میں گواہی دے اور واپسی پر دوسرا ٹکڑا گواہی دے۔ جب عید کے لیے جاؤ تو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتے جاؤ مگر آہستہ، بلند آواز سے نہیں۔ عید الفطر کے موقع پر بلند آواز سے پڑھو گے تو فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں گناہ ہوگا، بدعت ہے۔ درود شریف پڑھنا کار ثواب ہے مگر بلند آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔ اذان کے بلند آواز سے کہنے کا حکم ہے، تکبیر بلند آواز سے کہنے کا حکم ہے لبيك اللهم لبيك بلند آواز سے کہنے کا حکم ہے۔ اور بڑی عید یعنی عید الاضحیٰ کے موقع پر آہستہ پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔ یہ شریعت کی حدیں مقرر کی گئی ہیں حدوں کو دیکھو۔ مثلاً: تم نے چار رکعات نماز پڑھنی ہے تو پہلی التحیات میں عبدہ و رسوله کے بعد اگر تم نے اتنے لفظ پڑھ لیے اَللّٰھُمَّ صَلِّ علی محمد تو تمھارے اوپر تاوان آئے گا سجدہ سہو کا۔ اگر سجدہ سہو نہیں کرو گے تو نماز نہیں ہوگی۔

میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہی درود شریف اگر آخری التحیات میں نہیں پڑھو گے تو نماز کامل نہیں ہوگی۔ اور پہلی میں پڑھو گے تو ناقص ہوگی۔ کیوں کہ شریعت نے کہا ہے کہ یہاں نہیں پڑھنا۔ عجیب بات ہے شریعت کی کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علی محمد پڑھنے سے تاوان آئے گا، سجدہ سہو کرنا پڑے گا تب نماز پوری ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ دین اپنی رائے کے ساتھ نہیں ہے۔ جہاں شریعت نے جو کہا ہے وہ وہاں کرنا

ہے اور جہاں نہیں کہا وہاں نہیں کرنا۔ اور جس طرح کہا ہے اسی طرح کرنا ہے۔ جہاں بلند آواز سے کہا ہے وہاں بلند آواز سے پڑھنا ہے جہاں آہستہ آواز سے کہا ہے وہاں آہستہ آواز سے پڑھنا ہے۔ اب میں نمازِ عید کا وقت بتاتا ہوں۔

عظمت قرآن

نوٹ: چونکہ رمضان المبارک کے مہینے میں ختم قرآن کے موقع پر بیان کیا جاتا ہے۔لہٰذا فضیلت قرآن پاک کے موضوع پر حضرت کا ایک بیان جو محلہ نور باوا مسجد فیض غفوری گوجرانوالا میں سنی کانفرنس کے موقع پر ہوا۔وہ بھی قارئین کرام اور علمائے کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تا کہ علمائے کرام کو آسانی میسر ہو۔

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا :

جب میدانِ محشر برپا ہوگا تو پتا چلے گا کہ قرآن کریم کی کیا قدرو منزلت ہے؟ پھر آخری مرحلہ میں جب جنت میں قدم رکھے گا تو رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا ایک آیت پڑھتا جا اور ایک سیڑھی چڑھتا جا۔جہاں تیری آخری آیت ختم ہوگی وہاں تیری منزل ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان احادیث کی روشنی میں میدان محشر میں جب اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا تو سورۃ بقرہ اور آل عمران کے متعلق آتا ہے کہ یہ بادل کی طرح اور سائے کی شکل میں سر پر ہوں گی۔ پچاس ہزار سال کے لمبے دن میں جب کہ سورج ایک یا دو میل کی مسافت پر ہوگا قرآن مجید کی یہ سورتیں سائبان کی شکل میں سر پر ہوں گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ دولت ہے کہ اس کے بعد اور کوئی دولت تصور میں نہیں آ سکتی۔اللہ تعالیٰ کا کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔جیسے رب تعالیٰ کی ذات قدیم اور ازلی ہے اسی طرح رب تعالیٰ کا یہ کلام بھی ازلی ہے۔مخلوق میں سب سے اعلیٰ درجہ اور سب سے عظیم مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں ایسا عظیم مرتبہ اور کسی کا نہیں۔اس ذات گرامی پر جو کتاب اُتری قرآن کریم، تمام آسمانی

کتابوں اور صحیفوں میں اس قرآن کریم جیسی کوئی کتاب اور صحیفہ نہیں ہے۔ اور آج تک قرآن کریم کی ایسی حفاظت ہوئی کہ دنیا اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔

قرآن کا سینوں میں محفوظ ہونا :

اس گئے گزرے اور مادی دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بے شمار حفاظِ کرام آپ کو نظر آئیں گے۔ مرد حافظ ہیں، عورتیں حافظ ہیں۔ کسی ایک ملک میں نہیں بلکہ خداوندِ عظیم کی ساری دنیا میں حفاظ کرام کی بھرمار ہے۔ اگر خدانخواستہ قرآن کریم کتابی شکل میں مفقود ہوجائے نہ رہے، مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ وہ وقت آئے لیکن فرض کرو اگر کتابی شکل میں نہ رہے قرآن پھر بھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں لوگوں کے سینوں میں قرآن محفوظ ہے اور موجود ہے۔ آپ اسی سے اندازہ لگائیں کہ مجھ جیسے گنہگار کے آٹھ بچے حافظِ قرآن ہیں، چھ بچے دو بچیاں۔

حفاظتِ قرآن :

تو اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب اپنے مقام پر ایک معجزانہ کتاب ہے۔ اس کے لفظوں کی حفاظت ہوئی، اس کے ترجمے کی حفاظت ہوئی، اس کی تفسیر کی حفاظت ہوئی، اس کے لب ولہجے کی حفاظت ہوئی، ایسی حفاظت دنیا میں کسی کتاب کی نہیں ہوئی اور اس لیے ہوئی کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر:٩]

"بے شک ہم نے اُتارا ذکر کو یعنی قرآن کریم کو اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

دنیا میں سب سے بہترین لوگ :

دنیا میں بہت سارے لوگ بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سب سے بہتر ہیں۔ ان کو دیکھنے والے، ان کی خدمت کرنے والے ان کے بعد بہتر ہیں۔ لیکن ہر دور میں کچھ لوگ بہتر ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

خَيْرُ كُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰن وَ عَلَّمَهُ

خیر الناس من ینفع الناس۔

"تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرے اور تعلیم دے۔"

جس نے قرآن پاک پڑھا اور پڑھایا جس نے سیکھا قرآن کریم کو اور اس کی تعلیم دی وہ سب سے بہتر ہے۔

قرآن کی برکت سے نجات پانے والے :

فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نفلی عبادات میں سب سے بہتر عبادت قرآن پاک کی تلاوت ہے۔ قرآن پاک پڑھنے والا اپنا تعلق اللہ کے ساتھ جوڑتا ہے۔ یہ بچے جنہوں نے قرآن کریم پڑھا اور ان کے والدین جنھوں نے قرآن کریم پڑھایا، اعزّہ اور اقارب جنھوں نے ترغیب دی، وہ اساتذہ جنھوں نے پڑھایا، وہ اراکین انجمن جن کی بدولت یہ سلسلہ جاری ہوا یقین جانیں سب کے سب اس قرآن پاک کی برکت سے نجات کے مستحق ہیں۔

عامل بالقرآن کے والدین کا اعزاز :

ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کریم پڑھا وَ عَمِلَ بِهَا اور اس پر

عمل کیا۔ محض پڑھنے سے کچھ نہیں پڑھنے کے بعد قرآن پاک کے مطابق عمل بھی کرے تو اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جو ایسا روشن اور منور ہوگا کہ دنیا میں کسی چھوٹے کمرے کے اندر سورج کو لا کر رکھ دیا جائے تو جتنی روشنی اس کی ہے اس تاج کی اس سے بڑھ کر ہوگی۔ یہ تو ماں باپ کے متعلق فرمایا فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهَا پس کیا گمان ہے تمھارا اس کے متعلق جس نے اس پر عمل کیا۔ تم خود اندازہ لگاؤ جس نے خود پڑھا اور عمل کیا اس کا کیا درجہ ہوگا۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کو قیامت کے دن شفاعت کا حق حاصل ہوگا۔

مسئلہ شفاعت اور شفاعت کبریٰ :

اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھیں کہ درجہ بہ درجہ شفاعت کا مسئلہ حق ہے۔ ایک ہے شفاعت کبریٰ۔ وہ صرف آنحضرت ﷺ کا حق ہے۔ کہ میدانِ محشر میں ساری کائنات اکٹھی ہوگی پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا میل دو میل کی مسافت پر سورج ہوگا لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک کوئی ناف تک کوئی حلق تک۔ نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ اس موقع پر سارے حیران ہوکر کہیں گے مَنْ يَّشْفَعُ عِنْدَ رَبِّنَا کوئی سفارش کرنے والا ہو ہمارے رب کے ہاں کہ ہمارا حساب جلدی ہو۔

حدیث پاک میں آتا ہے سب مل کر کے آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ سفارش کرو۔ وہ معذرت کریں گے کہ مجھ سے ایک لغزش صادر ہوئی تھی اور آج اللہ

تعالیٰ ایسے غصے میں ہیں لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ نہ اس سے پہلے کبھی ایسے جلال میں آئے ہیں اور نہ بعد میں آئیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کر لیں کہ تو نے خطا کیوں کی تھی تو میں کیا جواب دوں گا؟ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ۔ پھر نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معذرت کریں گے صرف ایک ہی ذات گرامی ہوگی جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ حامی بھریں گے۔ میدانِ محشر میں ایک مرکزی جگہ ہوگی جس کو وہ حیثیت حاصل ہوگی جو حیثیت جلسہ گاہ میں اسٹیج کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کا نام ہے مقام محمود۔ اس پر بہت بلندی پر جھنڈا نصب ہوگا جس کا نام ہے لواء الحمد۔ اس مقام محمود میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ سجدہ عَلٰی قَدْرِ اُسْبُوْعٍ اَوْ اُسْبُوْعَیْنِ ایک ہفتے کا لمبا سجدہ ہوگا یا دو ہفتوں کا لمبا سجدہ ہوگا۔ اس سجدے میں فرمایا یُلْهِمُنِیْ رَبِّیْ بِمَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِیْ اَلْاٰنَ سجدے کی حالت میں مجھے اللہ تعالیٰ ایسے کلمات اِلقاء فرمائیں گے اور تسبیحات رب تعالیٰ بتائیں گے جو اس وقت مجھے رب تعالیٰ نے نہیں بتلائیں۔ میں سجدے میں تسبیحات پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِرْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَ سر اٹھایئے شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفاعت کریں گے۔ اسی کا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

اس کے علاوہ گناہ گاروں کے لیے، رفع درجات کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سفارش کریں گے اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام بھی کریں گے۔ شہید بھی کریں گے، اللہ کے بزرگ کریں گے، فرشتے کریں گے، چھوٹے بچے سفارش کریں گے۔ درجہ بہ درجہ سب کی شفاعت برحق ہے۔ ان میں حفاظ قرآن بھی ہیں۔

حافظِ قرآن کی سفارش دس جہنمیوں کے حق میں :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک حافظ قرآن کو حکم ہوگا کہ اپنی برادری کے دس ایسے آدمیوں کی سفارش کرے کہ كُلُّهُمْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ کہ ان سب کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہے۔ ان کی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے۔ ایک حافظ جو قرآن پر عمل کرنے والا ہے، قرآن پاک کے مطابق عقیدہ رکھنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دس آدمیوں کے حق میں سفارش کرے گا۔ تو قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم دولت ہے۔

بہ سببِ قرآن قوموں کا عروج وزوال :

مسلم شریف کی روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللهَ تعالیٰ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

"اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت ایک قوم کو سربلند کر دیتا ہے اور دوسروں کو اس کی وجہ سے پست کر دیتا ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، بزرگانِ دین، سلف صالحین رحمہم اللہ جنہوں نے قرآن پاک پر عمل کیا اللہ تعالیٰ نے بے سروسامانی کی حالت میں ان کے

سر آسمان کے ساتھ لگادیئے وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ۔ فرمایا کچھ ایسے لوگ ہوں گے کہ قرآن پاک کی وجہ سے خداوند تعالیٰ ان کو پست کرے گا۔ قرآن کو پڑھیں گے نہیں، اس کے مطابق چلیں گے نہیں، قرآن کریم کی طرف پیٹھ پھریں گے۔ وہ آج ہمارا دور ہے۔ پڑھنے والے بھی ہیں، عمل کرنے والے بھی ہیں مگر کتنے؟ نیکی کے اعتبار سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اگر گاؤں میں سو آدمی نمازی ہیں اور ہزار بے نماز ہیں تو اس کا مطلب یوں سمجھیں کہ سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ایک ہزار لعنتیں۔ ہاں! اگر اکثریت نیکوں کی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں ہی رحمتیں اترتیں۔

نظامِ دنیا کی بقا کا سبب :

تو قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ دولت اور نعمت ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ چل رہا ہے اور جب تک قرآن کریم ہے یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ جب یہ نہیں رہے گا، کلمہ نہیں رہے گا، اللہ اللہ کی آواز نہیں رہے گی تو یقین جانیں دنیا کا نظام بھی نہیں رہے گا۔ موارد الظمان کی روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب جب اللہ تعالیٰ نظامِ دنیا کو ختم کرنا چاہیں گے تو قرآن کریم سینوں سے مٹ جائے گا۔ کاغذوں میں لکھے ہوئے حروف بھی اُڑ جائیں گے اور مومن ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جائیں گے حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اللهُ اللهُ ۔ ان بدبختوں پر قیامت قائم ہوگی کہ پوری زمین پر ایک شخص بھی لا الٰہ الا اللہ کہنے والا نہیں ہوگا اور اللہ اللہ کہنے

والا نہیں ہوگا۔ اللہ کے ذکر کی برکت سے، قرآن کریم کی برکت سے، اس دین پر چلنے کی برکت سے، چلنے والوں پر بھی اور دوسروں پر بھی خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ یہ خیال نہ کریں کہ قرآن پاک پڑھنے والے بچے یا ان کے استاد ہی رحمت کے مستحق ہیں۔ کسی بھی مد میں تعاون کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آجاتا ہے۔

ذکر اللہ کی برکت سے رزق کا عطا ہونا :

مسند احمد کی روایت میں آتا ہے آنحضرت ﷺ کے دو صحابی تھے دونوں بھائی تھے۔ ایک زیادہ وقت مسجد میں گزارتا تھا اور دوسرا زیادہ وقت کام کاج میں گزارتا۔ کام کاج کرنے والے نے اپنے دوسرے بھائی سے کہا دیکھ! ماں باپ ہیں، بیوی بچے ہیں، اخراجات ہیں، تو بھی زیادہ محنت کر۔ کام کے لیے وقت زیادہ نکال۔ وہ کام تو کرتا تھا مگر تھوڑا۔ لیکن اس کو بات سمجھ نہ آئی۔ تو دوسرے بھائی نے آنحضرت ﷺ کے سامنے شکوہ کیا کہ حضرت! یہ میرا بھائی ہے۔ یہ بھی اہل وعیال رکھتا ہے اور میرے بھی بچے ہیں۔ حضرت! میں کماتا ہوں اور خرچہ کرتا ہوں۔ اس کو بھی کہیے کہ کچھ ہاتھ پاؤں ہلائے۔ یہ فارغ رہتا ہے، نکما رہتا ہے۔ یہ الفاظ سنے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ ہوسکتا ہے جو رزق تجھے ملتا ہے اس کے اللہ اللہ کہنے کی برکت سے ملتا ہو۔ اس کو تو نے نکما کیوں سمجھا؟

نیک لوگوں کی نیکی کے متعدی اثرات :

تو یقین جانیے! جس محلے میں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کی حدیث پڑھی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا صحیح معنیٰ میں ذکر ہوتا ہے، صحیح

معنًی میں خداوندِ عظیم کی یاد ہوتی ہو تو صرف انہی کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوسروں پر بھی اثر پڑھتا ہے۔

بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے۔ گرمی کا زمانہ تھا۔ ایک شخص نے پنکھا جھلنا شروع کیا۔ اس وقت دستی پنکھے ہوتے تھے۔ پنکھا کرتے ہوئے اُس نے مسئلہ پوچھا۔ کہنے لگا حضرت! اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ ہے اور اس کے پہلو میں کوئی گنہگار رہے۔ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اُترتی ہیں۔ زندگی میں بھی اُترتی ہیں اور مرنے کے بعد بھی اترتی ہیں۔ تو اس نیک کے پہلو میں جو گناہ گار پڑوسی ہے اس پر بھی رحمت کا کچھ اثر ہوگا یا نہیں؟

تو حضرت نے فرمایا تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے خیال کیا کہ شاید سوال پوچھتے ہوئے پنکھا چلانے میں کوئی کمی آگئی ہے۔ تو اس نے زور زور سے پنکھا چلانا شروع کر دیا۔ فرمایا میں پوچھتا ہوں کہ تم کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا حضرت! پنکھا چلا رہا ہوں۔ پوچھا کیوں؟ عرض کیا اس لیے کہ حضرت کو ہوا لگے گرمی ہے۔ فرمایا یہ جو تم اس ارادے سے پنکھا چلا رہے ہو کہ مجھے ہوا لگے تو جو میرے پہلو میں ہیں ان کو بھی کچھ اثر پہنچ رہا ہے یا نہیں؟ کہنے لگا حضرت! پہنچتا ہے۔ فرمایا تو بندہ ہے عاجز ہے، قاصر ہے۔ تیرا ارادہ صرف محمد قاسم کو ہوا پہنچانے کا ہے لیکن تیرے پنکھے کی ہوا میرے پڑوسیوں کو بھی پہنچتی ہے۔ تو یقین جانو! کہ رب تعالیٰ کے نیک بندوں کے جو پڑوسی ہیں وہ رب کی رحمت سے کبھی محروم نہیں ہو سکتے۔ خدا کی رحمت ان پر بھی اترتی ہے اور آس پاس والوں پر بھی برستی ہے۔

کتنی گہری بات حضرت نے فرمائی۔ نیکی کرنے والے کی نیکی کا اثر دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ تو آپ یقین جانیں کہ یہ بچے جو قرآن کریم پڑھتے ہیں یہ صرف اپنے لیے نہیں پڑھتے بلکہ ان کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ کے اس محلے پر بھی اُترتی ہیں، آپ کے مکانات پر بھی اُترتی ہیں۔ بوڑھے بھی مستحق ہیں اور جوان بھی مستحق ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نوازے جائیں گے۔ کیوں کہ کسی نہ کسی سلسلے میں آپ کا اس میں تعاون ہے۔ نہیں تو قریب تو ہیں نا۔

دروسِ قرآن وحدیث کی مجالس اور بخششِ خداوندی:

اس حدیث سے خود اندازہ لگایئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کا ایک الگ محکمہ ہے جو ایسی مجلسیں تلاش کرتے ہیں جہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو، قرآن کریم پڑھا جا رہا ہو، حدیث پاک پڑھی جا رہی ہو، وعظ و نصیحت کی مجلس ہو۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجلسیں ہیں۔ تو وہ فرشتے ان پر آکر ان کے سر سے لے کر آسمان تک پَر بچھا کر اس مجلس کو گھیرے میں لیے رکھتے ہیں۔ جب وہ مجلس برخاست ہوتی ہے وہ جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ ان سے سوال کرتے ہیں وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ حالانکہ رب تعالیٰ ان کو بخوبی جانتا ہے لیکن فرشتوں کی زبانی اپنے بندوں کی تعریف سننا چاہتا ہے۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي بتاؤ میرے بندوں کو کس حال میں دیکھا ہے کس حالت میں چھوڑا ہے؟ طویل حدیث ہے۔ اس میں یہ بھی آتا ہے کہ پروردگار! وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ رَأَوْهُ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے

ہیں نہیں دیکھی۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں اگر دیکھیں تو کیا کہیں گے؟ تو فرشتے کہتے ہیں اگر جنت دیکھ لیں تو اور زیادہ مطالبہ کریں دعائیں مانگیں۔اے پروردگار! وہ پناہ بھی مانگتے ہیں۔کس چیز سے؟ جہنم سے۔کیا انھوں نے جہنم دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں دیکھی۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں اگر جہنم کو دیکھ لیں تو کیا ہوگا؟ فرشتے کہتے ہیں اگر دیکھ لیں تو اور زیادہ پناہ مانگیں۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ان کو بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار! ان میں ایک ایسا شخص تھا کہ جس کا مقصد ذکر سننے کا نہیں تھا وہ اپنے کسی کام کے لیے آیا تھا۔مثلاً: کسی کو بلانے کے لیے۔تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں ان ذکر کرنے والوں کی برکت سے میں نے اس کو بھی بخش دیا هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسَهُمْ یہ اللہ اللہ کرنے والی ایسی قوم ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔اتنی بڑی کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حدیثِ قدسی :

مسلم شریف میں حدیث قدسی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ اٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَ جِنَّكُمْ اگر پہلے اور پچھلے، آج کے دن سے پہلے جو پیدا ہو چکے اور آج کے بعد قیامت تک جو پیدا ہوں گے تمام انسان اور تمام جنات وَ رَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ سمندر کی تہہ میں رہنے والی مخلوق اور خشکی کی رہنے والی مخلوق، تمام جاندار مخلوق فِيْ سَعِيْدٍ وَاحِدٍ ایک چٹیل میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور مجھ سے اپنی حاجتیں بھی مانگیں اور مرادیں بھی طلب کریں کہاں

تک مَا بَلَغَتْ اُمْنِيَّتُه جوجس کے دل میں آئے مانگے اور میں ہر ایک کی مراد پوری کردوں تو میرے خزانے میں اتنی کمی بھی نہیں آئے گی کہ تم میں سے کوئی شخص سوئی سمندر میں ڈبو کر کے نکالے تو جتنا اس کے ساتھ پانی لگا ہے اور سمندر کا پانی کتنا کم ہوا ہے۔اس لیے کہ وہ خزانوں کا مالک ہے۔سارا کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

تو قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہے کہ جس کے بعد نہ کوئی کتاب نازل ہوئی ہے اور نہ کوئی ہوگی۔ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوا نہ ہوسکتا ہے۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے آج تک مسلمانوں نے قرآن پاک کی حفاظت کی ہے اور ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہونے دی۔ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔اس نے ظاہری اسباب یہ رکھے کہ ہمارے دلوں میں اس کی محبت رکھی۔

تو میرے عزیزو، برخوردارو! تم بڑے بابرکت ہو۔بیٹو! قرآن پاک جیسے پڑھا ہے اس کو یاد بھی رکھنا ہے بھولنا نہیں ہے۔ اس کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنی ہے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرنی ہے۔(وہ والدین جو اپنی اولاد کو قرآن کریم کا ترجمہ، ایک آدھ حدیث کی کتاب اور ایک آدھ فقہ کی کتاب نہیں پڑھاتے وہ مجرم ہیں اور قیامت والے دن اُن سے باز پرس ہوگی۔ مرتب: نواز بلوچ)

قرآن بہ طور سلطانی گواہ :

اس کا ترجمہ پڑھنا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ورنہ یقین جانو! القرآن حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ۔ یہ قرآن قیامت والے دن تمھارے

حق میں گواہی دے گا یا تمھارے خلاف دلیل بن کر آئے گا۔ اگر عمل کرو گے تو تمھارے حق میں گواہی دے گا اور اگر قرآن پر عمل نہیں کرو گے تو تمھارے خلاف دلیل بن کر آئے گا۔

قرآن پاک کا اپنے پڑھنے والے کے حق میں جھگڑنا :

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس طرح روزہ شفاعت کرے گا اسی طرح قرآن پاک بھی شفاعت کرے گا اپنے پڑھنے والے کی کہ اے پروردگار! اگرچہ یہ گنہگار ہے لیکن میں تیرا کلام ہوں یہ مجھے پڑھتا رہا ہے اور عمل بھی کرتا رہا ہے۔ مگر انسان تھا اس سے کچھ کوتاہیاں ہوگئی ہیں اس سے درگزر کر کے اس کو معاف کر دے۔ اور بعض سورتوں کے بارے میں تو یوں آتا ہے کہ اتنا جھگڑا کریں گی کہ کہیں گی اے پروردگار! یا اسے معاف کر دے یا ہمیں اپنی کتاب سے نکال دے۔

خلاصۂ بیان :

تو یقین جانیے یہ قرآن انسان کی نجات کا ذریعہ ہے۔ یہ بچے بھی بابرکت ہیں، پڑھانے والے بھی مبارک ہیں، والدین کو بھی اللہ تعالیٰ بلند درجات عطا فرمائے کہ انہوں نے پڑھا، والدین نے پڑھایا، اساتذہ نے پڑھانے کی کوشش کی اور اراکین نے تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

منتخب پسندیدہ اشعار

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی گراں قدر تصنیفات جہاں تحقیق، علمی تبحر و تعمق اور وسعت مطالعہ کا بے نظیر مرقع ہیں وہیں ادبی اعتبار سے بھی سلیس عبارات، حسین تعبیرات، عربی، فارسی اور اردو کی ضرب الامثال اور برموقع وموزوں اشعار کا ادبی نمونہ بھی ہیں۔

شیخ کی کتب کے ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے عمدہ اشعار آپ کے حسن انتخاب، شاعرانہ نقد و پرکھ اور عمدہ ذوق کے غماز ہیں۔ آئندہ صفحات پر حضرت کی کتب سے اشعار کو جمع کر کے "انتخابِ لاجواب" کے نام سے ایک مجموعہ کی شکل دے دی گئی ہے اور حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ کوئی شعر رہ نہ جائے۔ اگر حضرت کی تصنیفات یا ان کے کہے گئے اشعار میں سے کوئی شعر یہاں درج نہیں ہو سکا اور کسی صاحب کی نظر سے گزرے تو ضرور مطلع کیجیے گا۔ تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اسے شامل اشاعت کیا جا سکے۔ اہل ذوق ونظر اور خطباء حضرات کے لیے یہ ایک عمدہ تحفہ ہے۔

انتخاب لاجواب

ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن

☆ مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

☆ ہر گیاہ کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

☆ یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

☆ فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا

☆ دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا
تو بھی نمازی، میں بھی نمازی

☆ بہشت آں جا است کہ آزارے نہ باشد
کسے را بکسے کارے نہ باشد

☆ از مکافات عمل غافل مشو
گندم ز گندم بروید جو ز جو

☆ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

☆ میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

☆ لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی سے آئے نہ خوشی سے چلے

☆ توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
انجام اس خنجر کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

☆ اقبالؔ بڑا اپدیشک ہے
من باتوں میں موہ لیتا
گفتار کا یہ غازی تو بنا
کردار کا غازی بن نہ سکا

☆ باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
درباغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

ترجمہ: "بارش کی طبیعت کے پاک ہونے میں اختلاف نہیں ہے
باغ میں گل لالہ اُگاتی ہے اور خراب زمین میں کانٹے دار گھاس۔"

☆ خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

☆ ظفرؔ اُسے آدمی نہ جانیے گا خواہ ہو وہ کیسا ہی فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

☆ زمیں بدلی زماں بدلا مکیں بدلے مکاں بدلا
نہ تو بدلا نہ میں بدلا جو بدلا پھر تو کیا بدلا

☆ آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

☆ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں قطار اندر قطار اب بھی

☆ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

☆ جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

☆ تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

☆ حسن والے حسن کا انجام دیکھ
ڈوبتے سورج کو بہ وقت شام دیکھ

☆ اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبرؔ
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

☆ تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی
(اقبال)

☆ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں

☆ آنکہ مے بینی خلاف آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند

ترجمہ: ”جن کو آپ دیکھ رہے ہیں یہ آدمی نہیں ہیں ان پر تو آدم کی کھال چڑھی ہوئی ہے۔“

☆ سنے جاتے نہ تھے تم سے میرے دن رات کے شکوے
کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

☆ دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔
بس جان گیا میں کہ تیری پہچان یہی ہے

☆ سر سید سے تمھیں کیا ہے نسبت
وہ انگریز داں ہے تم انگریزی داں ہو
(اکبر الہ آبادی)

☆ دوا اس سے شفا اُس سے نہ دوسرا شافی پایا
حکیموں کے بھی نسخوں پر ھو الشافی لکھا پایا

☆ سرورونوروجد وحال ہوجائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے اے نور کے طالب
وہی کرے گا دن بھی جس نے کی ہے شب پیدا

☆ ٹھکانا گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر غافل
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

☆ لائی حیات آئے ، قضا لے چلی، چلے
نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

☆ آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

☆ دہریت کیا ہے بندہ حرص و ہوا ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریا تو نے
زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بُتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

☆ لَا تَحْتَقِرْ كَيْدَ الْضَعِيْفِ فَرُبما
تموت الافاعي من سموم العَقَارِبِ
و قد هَدَّمَتْ عرش هد هدٌ
وخَرَّب حفر الفار سد مأرَبِ

ترجمہ: "کبھی کسی کمزور کی تدبیر کو حقیر نہ سمجھو، بچھو کی اقسام میں سے ایسی بھی قسم ہے کہ اژدہا کو ڈنک مارے تو فوراً مر جاتا ہے، ہدہد چھوٹا سا پرندہ ہے اس نے بلقیس کے تخت کو اُلٹ دیا، چوہے کے سوراخ نکالنے نے سدِ مارب (قوم سبا کے بنائے گئے ڈیم کے بند کا نام) کو خراب (تباہ) کر دیا۔"

☆ درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

☆ اگر پہلو میں ہے دل اور تڑپ اسلام کی دل میں
برس سکتا ہے ابر رحمت پروردگار اب بھی
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

☆ عِشْ مُوْسِرًا فِي الدُّنْيَا اَوْ مُعْسِرًا
لَا بُدَّ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْهَمِّ

ترجمہ: "دنیا میں تم چاہے مال دار ہو کر زندگی گزارو یا فقیر ہو کر، کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور آئے گی۔"

☆ روز قیامت ہر کسے در زیر بغل نامہ عمل
من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل

(شاہ عبدالقادر)

ترجمہ: "قیامت والے دن ہر ایک کی بغل میں نامہ اعمال ہوگا۔ میں بھی وہاں موجود ہوں گا اور میری بغل میں قرآن کی تفسیر ہوگی۔"

☆ میں بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر

☆ تیری بزم میں اور بھی گل کھلیں گے
اگر رنگِ یاران محفل یہی ہے

☆ تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی ، نہ رہی تو رُوسیاہی !

☆ ان کی تجویزوں میں بت خانوں کی تعمیر بھی تھی
جن مشائخ کو حرم کا پاسباں سمجھا تھا میں
(اقبال)

☆ مجھ کو معلوم ہیں پیرانِ حرم کے انداز
ہو نہ اخلاص تو دعوائے نظر لاف وگزاف
(اقبال)

☆ خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

☆ غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

☆ جائز نہیں حمایت یارانِ خود فروش
ممکن نہیں اطاعت اہل ریا کریں

☆ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سوچنا پڑا
اب خودکشی کریں کہ حوالے خدا کریں

☆ افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر

☆ کہے نہ راہنما سے کہ چھوڑ دے مجھ کو
یہ بات راہرو نکتہ داں سے دور نہیں

ع غریب خانہ ہے موجود ہر بلا کے لیے

☆ وہ شاخ گل پہ زمزموں کی دھن تراشتا رہا
نشیمنوں پہ بجلیوں کا کارواں گزر گیا

☆ دوست کی چشم عنایت ہو تو فرط عشق میں
عمر کٹ جاتی ہے سنگ آستاں کو چومتے

☆ صداقت لا نہیں سکتی ہے تاب مصلحت کوشی
جو کچھ کہنا ہو بے باکانہ کہیے بر ملا کہیے

☆ ٹوٹ جائے نہ تیغ اے قاتل
سخت جاں ہوں ذرا سمجھ کر کھینچ

☆ غلط نگر ہے تیری چشم نیم باز اب تک
تیرا وجود تیرے واسطے ہے راز اب تک

☆ مانتے جس کو نہ تھے لیجیے پہنچے وہاں
کچھ علاج ان کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں

ع بے حیا باش وہرچہ خواہی کن
ع جو ہم کو دکھاتا ہے خدا دیکھ رہے ہیں
ع گر فرق مراتب نکنی زندیقی
☆ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(مرزا غالب)

ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
☆ دوا ترقی کی میں نے دیکھی بصد ادب ہے یہی گزارش
مرض ترقی کرے گا اس سے مریض اچھا نہ ہو سکے گا

ع نہ ہر کہ موئے برافروخت دلبری داند
ع بس کن استاد جی معلوم شد بافتدگی
☆ جس شخص نے حضور کے دیں کو کیا پسند
اس کے لیے حرام ہوا بادۂ عنب

ع رکھ لیا ہے نام اس کا آسماں تحریر میں

☆ عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرہ لایحزنوں کر

☆ محمل کا اعتبار نہ منزل پہ اختیار
پر پیچ راستوں میں کسے راہنما کریں

☆ ہم تو چلیں گے بادِ مخالف ہو جدھر کی
لیکن جو لوگ سست عناصر ہیں کیا کریں

☆ چشم بینا سے مخفی معنی انجام ہے
تھم گئی جس دم تڑپ سیماب سیمِ خام ہے

☆ یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَسَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَّجْہِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

☆ محمدؐ بھی ترا، جبریل بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا

ع اب تو خیر سے گزرتی ہے عاقبت کی خدا جانے

☆ نظر نہیں تو میرے حلقہ سخن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثال تیغ اصیل

☆ خاک سمجھیں گے وہ ظاہر بیں رموز معرفت
جو ہمیشہ حلوہ بے درد کی باتیں کریں

☆ سنبھل کر چھیڑنا اے طفل دل زلفِ پریشاں کو
لپٹ جاتی ہے یہ عشاق سے کالی بلا ہو کر

☆ بس اب ایک ہی آشنا چاہتا ہوں
میں اب ترک ہر ماسوا چاہتا ہوں

☆ ہوش میں مجذوب آ، ہشیار ہو
حد سے گزری غفلت اب بیدار ہو

☆ آشنا اچھا ہے یا ناآشنا
اس کو پوچھو آشنائے راز سے

☆ وہ پڑے سوتے ہیں اور ان کی ہے دنیا ہی الگ
اک ہجوم جہل ہے، وہ ہیں، شب دیجور ہے

☆ دیکھے ہے اپنی آنکھ سے جرم و خطائے خلق
کس انتہا کا حلم تیرا ذوالجلال ہے

☆ گم گشتہ حیرت بھی کوئی مجھ سا نہیں ہے
میں خود ہوں کہیں دل ہے کہیں، ہوش کہیں ہے

☆ ہو گئے جب راستے سب مسدود
جذب کا مجذوب رہبر ہو گیا

ع آزردہ دل آزردہ کند انجمنے را

☆ قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

ع تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

☆ نہ دیکھائی الحقیقت تو نے عالم میں کسی شے کو
اگر اپنی حقیقت کو نہ دیکھا دیکھنے والے

☆ بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

ع قیاس کن ز گلستان من بہار ترا

☆ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

☆ الجھنوں میں اور زیادہ پھنس گئے
دے کے دل سمجھے تھے راحت ہو گئی

☆ تاراج کیا آپ کو شیطان و نفس نے
جو کچھ کیا تھا آپ نے حاصل نہیں رہا

☆ ان کو سعی بے کار کا مزہ آیا
کامیابی انہیں مگر نہ ہوئی

☆ اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو
کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا

☆ شوریدگی کے ہاتھ سے، ہے سروبالِ دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

☆ اف بھی کر سکتے نہیں نالوں کا کیا مذکور ہے
جتنے وہ مجبور ہیں بلبل کہاں مجبور ہے

☆ نکلتا ہے اف کچھ کا کچھ تیرے منہ سے
تو کہتا ہے کیا اور کیا چاہتا ہے

☆ اے دل ہوس وصال کی وہم و خیال ہے
تو اس کو چاہتا ہے جو امر محال ہے

☆ کعبہ کس منہ سے جاؤ گے؟ غالب!
شرم تم کو مگر نہیں آتی !

☆ میری شوریدگی پر چارہ گر تجھ کو تحیر ہے
نہیں دیکھیں جمال یار کی نیرنگیاں تو نے

☆ ہوا کرتا ہے مشتق کو ہمیشہ فخر مصدر سے
نبی کی ذاتِ عالی سے بڑھا رتبہ نبوت کا

☆ اب تو تُو ہے اور شغل یاد دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی

☆ بڑے چین میں تھا وہ جب بے خبر تھا
پڑا مشکلوں میں خبردار ہو کر

☆ جو دنیا میں کبھی پوری نہ ہو وہ آرزو میں ہوں
جو عالم میں کبھی حاصل نہ ہو وہ مدعا تم ہو

☆ کب ہمیں شایاں ہے ہم اسرار کی باتیں کریں
یہ ہمارا حق کہاں سرکار کی باتیں کریں

☆ در پہ غیروں کے نہ جھکا ہے نہ جھکے گا دانشؔ
میری سرکار میرا روئے سخن آپ سے ہے

☆ واصلؔ اب ممکن نہیں اس کا زوال
دل میں پیوستہ محبت ہو گئی

ع دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

☆ الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

☆ پہلو میں میرے وہ دل ناپاک ہے حضور!
میں پاس بیٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا

☆ باغباں سے بلبل وگل نے چھپایا تھا جسے
سن رہے ہیں پتہ پتہ سے وہی افسانہ ہم

☆ علوم ظاہری کے بحر میں غوطہ لگانے سے
زباں تو صاف ہوجاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا

☆ کچھ نہ پوچھو کیا ہوا کیوں کر ہوا
اس کو پوچھو آشنائے راز سے

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ع ہاں تجھ کو تیرے پیر نے کامل بنا دیا

☆ مانیں جو اب بھی حق تو یہ ہے آپ کا کرم
حق یہ ہے حق تو کچھ تجھے حاصل نہیں رہا

☆ گم ہوا ہوں حسن کے انوار میں
محو رہتا ہوں خیالِ یار میں

☆ تمہیں تو مدتوں پالا ہے آغوشِ تمنا میں
ہمیں سے چل دیئے اے حضرتِ دل! تم خفا ہو کر

☆ انہیں ذلتوں کا نہیں کوئی کھٹکا
جہاں عزتیں تھیں وہاں خوار پا ئیں

☆ یاس ہی اب دل کی فطرت ہو گئی
آرزو جو کی وہ حسرت ہو گئی

ؔ میں وہ جوان ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

☆ ترا دل ہے ہر وقت محو تماشا
فدا تیری غفلت پہ بیداریاں ہیں

☆ مشکلیں عاشق کو ہیں بس قبل از تسکین دل
کچھ دنوں غم سہہ لیا پھر عمر بھر مسرور ہے

☆ دل میں بھری ہے حسرت دیدار کیا کریں
فرمائیے حضور! گناہ گار کیا کریں

☆ کر کر کے سہل وہ وہ دقائق بیان کیے
نافہم جاہلوں کو بھی عاقل بنا دیا

☆ جو ہر سمت پھرتا ہے کھویا ہوا سا
نہ جانے کسے ڈھونڈھنا چاہتا ہے

☆ خود اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں محبوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار
(اقبال)

ع لیک چشم و قلب آرا نور نیست

☆ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ع این گناہے ست کہ در شہر شما نیز کنند

☆ اتنا بھی نہ نکلا ترا ایمان تو واعظ
میخانہ میں اک جام کی قیمت ہی ادا ہو

☆ لوگ کیوں کہتے ہیں تجھ کو سخت گر
عقل کیا دنیا سے رخصت ہو گئی

☆ تمہارے راز سربستہ کو طشت از بام کرتا ہے
ہمارے ضبط کا ناقابل اظہار ہو جانا

☆ خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

☆ ہیچ چیزے خود بہ خود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بہ خود میخے نہ شد

☆ ناصح میری حالت پہ نہ کر ہائے ملامت
کر شکر میرا دل تیرے پہلو میں نہیں ہے

☆ جہانِ حسن کی ہر چیز ہے جاذب نگاہوں کی
نگاہِ شوق سے دیکھے گا کیا کیا دیکھنے والا

☆ بظاہر مری چھوٹی چھوٹی ہیں باتیں
شرک سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

☆ رنگ لائی پھر ہماری اصل فطرت دیکھیے
چھوڑ کر مسجد چلے پھر جانب بت خانہ ہم

☆ نہ لو نام الفت جو خود داریاں ہیں
بہت ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

☆ بے تمہارے دیکھے اب دم بھر بھی چین آتا نہیں
سچ بتاؤں جانِ دل تم نے مجھے کیا کر دیا

☆ عبث ہے بے نصیبوں کو تقرب فیض بخشوں کا
کہ بجلی خشک رہتی ہے ہمیشہ ابرو باراں میں

☆ کر دیجئے بس اب مجھے اپنے سے بے خبر
اس اپنے علم نے مجھے جاہل بنا دیا

☆☆☆☆☆

خزائن السنن

قرآن و حدیث است شفاء دل رنجور
قانون و اشارات و شفا را نہ شناسیم

☆☆☆☆☆

چراغ کی روشنی

☆ سبق ملا ہے یہ معراج مصطفٰی سے مجھے
که عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

؏ الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت ماجرا کیا ہے

☆ عمر ہا دید ند قوم دوں ز موسیٰ معجزات
آں ہمہ شد گاؤ خور داز بانگ یک گوسالہ

☆ یہ سب سوچ کر دل لگایا ہے ناصح
نئی بات کیا آپ فرما رہے ہیں

☆ بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ!
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

☆ اندھیری شب ہے رستہ گم ہے لیکن
نظر آتے ہیں منزل کے اجالے

☆ سیر گلشن بھی نہ کر پائے کہ آ پہنچی اجل
ہائے کتنی مختصر تھی یہ بہار زندگی

؏ نبی اپنا اپنا امام امام اپنا

☆ دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

☆ كَبَّرَ للرؤيا هَشَّ فواده
و بَشَّر قلبًا كان جمًا بلا له

ترجمہ:"شکاری نے شکار دیکھتے ہی خوشی کے مارے تکبیر کہی اور اس نے اپنے غمگین دل کو جس میں غم جمع ہو چکا تھا خوش خبری سنائی۔"
(روح المعانی ج ۱۵، ص ۷)

☆ **مضى الليل والفضل الذى لك لا يمضى**
ورؤياك احلىٰ فى العيون من الغمض

ترجمہ: "رات ختم ہو چکی اور تیری تعریف ابھی ختم نہ ہوئی اور آنکھوں کے ساتھ تجھے دیکھنا نیند سے بھی زیادہ میٹھا اور لذیذ ہے۔"
(دیوان متنبی، ص ۱۵۷)

☆ کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

☆ معلوم یہ ہوتا ہے وہی زیست تھی اپنی
جو چیز کہ اب تیری نگاہوں میں نہیں ہے

☆ نگاہ شوخ اب کچھ شرمگیں معلوم ہوتی ہے

☆ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

☆ دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی
ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی

ع مذہب معلوم اہل مذہب معلوم

☆ کاٹنا مقصود ہے جس سے شجر اسلام کا
قادیاں کے لندنی ہاتھوں میں وہ آری بھی دیکھ
مسیلمہ کے جاں نشین گرہ کٹوں سے کم نہیں
کتر کے جیب لے گئے پیمبری کے نام پر

☆ قادیانیت سے پوچھا کفر نے تو کون ہے
ہنس کے بولی آپ ہی کی دل ربا سالی ہوں میں

☆ خزاں نہ تھی چمنستان دہر میں کوئی
خود اپنا ضعف نظر پردۂ بہار ہوا

☆ صبر، خود داری، دلیری، حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہو گئے

ع وہ تھا صیاد نادانی سے جس کو باغباں سمجھے

☆ فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

ترجمہ: "مجھ کو کچھ پروانہیں ہے جب کہ میں مسلمان مارا جاؤں، خواں کسی کروٹ پر مروں جب کہ یہ مرنا خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔"

وَ ذَالِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰه وَ اِنْ یَّشَاء
یُبَارِكُ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِیْ

"اور یہ محض اللہ کے لیے ہے اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے پارہ پارہ میں کئے ہوئے جوڑوں پر برکت نازل کرسکتا ہے۔"

(بخاری شریف)

☆ نہ سر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جا سپر باید انداختن

ع دو کروٹیں ہیں عالم غفلت میں خواب کی

☆☆☆☆☆

تسکین الصدور

☆ تغافل ان کی عادت ہے مناجاتیں میرا شیوہ
نہ وہ طرزِ ادا بدلے نہ میں رنگِ دعا بدلا
زمانہ معترف ہے اب ہماری استقامت کا
نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے رہنما بدلا

☆ مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے

☆ قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی

ع خذ ما صفا و دع ما کدر

☆ خوش بیانی، خوش کلامی یا خوش اسلوبی نہیں
خوئے دل داری نہیں یا بوئے محبوبی نہیں

☆ تیری بزم میں اور بھی گل کھلیں گے
اگر رنگ یاران محفل یہی ہے

☆ دلوں میں دریچے کھلے آرزو کے
نئے ولولے شوق کے جستجو کے

☆ ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہے خزاں کا

☆ فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

☆ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

☆ حشر تک سوتے رہیں گے قبر میں آرام سے
اب تو اپنی منزل خواب گراں تک آ گئے

☆ تہی داستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

☆ کون روکے گا اسے پینے سے میخانے میں آج
ہاتھ جس کے گردن رطل گراں تک آ گئے

ع یہ اپنی حد نظر ہے کسی کی دید کہاں

☆ ہر گام پہ وہ ٹھوکریں کھاتا ہی رہے گا
جو قافلہ بے خضر سرِ راہ گذر ہے

☆ خدا دے کر مصائب بس انہی کو آزماتا ہے
کراتا ہے وہ جن سے دین قیم کی نگہبانی

☆ حریم دل کا کیا کہنا یہاں جلوے ہی جلوے ہیں
بحمد اللہ! یہیں وہ ہیں یہیں خلوت نشیں میں ہوں

☆ خدایا اس مرض کی ہے دوا کیا
کہ ہم کیا ہیں ہمارا مدعا کیا

☆ خشت اول چوں نہد معمار کج
تاثر یا میرود دیوار کج

☆ رہ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا

ؔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

☆ مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

☆ گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں
اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

☆ یہی یورش رہی آزادی و تقلید بے جا کی
تو غائب قوم کی تمکین ہے دو چار ہلوں کی
(اکبر الٰہ آبادی)

ؔ تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

☆ الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

ترجمہ: "اے خداوند! اولادِ فاطمہ کے طفیل کلمہ ایمان پر میرا خاتمہ کرنا۔"

اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامان آلِ رسول

"خواہ تو میری دعا رد کرے یا قبول فرمائے، میں اور میرا ہاتھ اور آلِ رسول کا دامن جدا نہیں ہو سکتے۔"

☆ دینا ہے اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے
کیوں مانگتا پھرے تیرا سائل جگہ جگہ

☆☆☆☆☆

ازالۃ الریب

☆ قریب ہے یار روزِ محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

ع نیا جال لائے پرانے شکاری

☆ پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

☆ گو کہ ہم صفحہ ہستی پہ تھے اک حرف غلط
لیکن اٹھے بھی تو نقش اپنا بٹھا کے اٹھے

☆ حملے میری کشتی پہ کیا کرتے ہیں طوفاں
دریا کی طرف سے کبھی ساحل کی طرف سے

☆ ہم کو طوفان حوادث کیا ڈرائے گا حمیدؔ
جب سے ہم پیدا ہوئے یہ آندھیاں دیکھا کیے

☆ ہر ذرۂ ہستی میں تڑپ ہو گئی پیدا
جب درد کی اک موج اٹھی دل کی طرف سے

ع مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں

☆ جس سمت نگاہ اٹھی اک حشر بپا دیکھا
جو شکل نظر آئی غمگین نظر آئی

☆ نئی دنیا بنا دی لذت ذوق اسیری نے
قفس میں رہنے والوں کو خیال آشیاں کیوں ہو!

☆ جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

☆ رہزن سے تو ہر گام پہ رہتا ہوں میں ہشیار
خطرہ ہے مگر رہبر کامل کی طرف سے

☆ حق ابھرتا ہی رہا نقش بقا بن کے نظیرؔ
مٹ گیا آپ ہی حق کو مٹانے والا

☆ پہنچ سکا نہ کبھی منزل حقیقت پر
صراط عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا

☆ دل کو نہیں حقیقت دل کو بغور دیکھ
یہ ہی تو ہے وہ قطرہ کہ دریا کہیں جسے

☆ رخ مصطفی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

☆ اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

☆ شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

●●●●●

☆ آپ کے نقش قدم پر گامزن ہو بے گماں
جس مسافر کو مکمل ارتقاء درکار ہے

☆ اٹھاتے کیا زمین وآسماں بار امانت کو
ہمیں دونوں جہاں میں حامل بار گراں نکلے

☆ اک سوال اور سینکڑوں ان کے جواب
ہم سے کچھ، غیروں سے کچھ، دربان سے کچھ

☆ ابھری ہوئی ہے چوٹ دلِ دردمند کی
رکھنا قدم تصور جاناں سنبھال کے

☆ آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

☆ اہل گلشن کے لیے بھی باب گلشن بند ہے
اس قدر کم ظرف کوئی باغباں دیکھا نہیں

☆ ارے مالی نہ دے گالی بگاڑا ہم نے کیا تیرا
چمن ہے سیر کرنے کو نہ گھر تیرا نہ گھر میرا

☆ اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بے گانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

☆ بہر عالم سمجھتا ہوں مذاق گرمیٔ محفل
مری نظروں میں ہے ہر گردش پیمانہ برسوں سے

☆ بقائے دائمی کا لطف ہوتا ہے اُسے حاصل
ضروری جس نے سمجھا اتباع حکم ربانی

☆ پیر مغاں کا دم کہاں، اس کی وہ بزم جم کہاں
بادہ نہیں تو ہم کہاں، زیست یہ زیست ہی نہیں

☆ شیشہ ہے جام ہے نہ خم اصل تو رونقیں ہیں گم
لاکھ سجا رہے ہو تم بزم ابھی سجی نہیں

☆ تنہا تمہی سے طے نہ ہوئیں غم کی منزلیں
وہ بھی قدم قدم پہ شریک سفر رہے

☆ تو جل گیا کہ خانۂ امید جل گیا
دل بجھ گیا تیرے سخن دلکشا کے بعد

☆ تیرا ہر نظارہ ہے آئینہ دار زندگی
رقص کرتی ہیں تیرے دامن میں موجیں علم کی

☆ ترے رندوں پہ سارے کھل گئے اسرار دیں ساقی
ہوا علم الیقیں، حق الیقیں، عین الیقیں ساقی

☆ بنا کر دولت محنت کو یک دل
بڑی مشکل کو آساں کر دیا

☆ بھٹکتا ہی رہے گا اپنی منزل پر نہ پہنچے گا
نہیں ہیں رہروی سے جس کی آداب سفر پیدا

☆ تمہی بتاؤ ہمیں اس سے روکنے والو
نبی کا ذکر مقدم ہے کیا کیا جائے

☆ تاریکیوں میں دہر کی پہلے الم
آئے تھے آپ شمع فروزاں لیے ہوئے

☆ جلوے بھی، مناظر بھی، محبت بھی، مگر کیا
آنکھوں پہ حجابات، زبانوں پہ ہیں تالے

☆ جس دل میں عشق نہیں دل ہے جنس ناکارہ
نہ ہو چمک تو ہے آئینہ ایک پارۂ سنگ

☆ چمن دیکھے نہیں ہم نے کہ ویرانے نہیں دیکھے
کہیں غافل بکار خویش فرزانے نہیں دیکھے

☆ حقیقت ہر نقاب زندگی سے رونما ہوگی
نظر کی قوتوں کو امتیاز حق و باطل دے!

☆ خزاں نہ تھی چمنستانِ دہر میں کوئی
خود اپنا ضعف نظر پردۂ بہار ہوا

☆ دل میں اگر حضور ہو، سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو وہ عشق ہی نہیں

☆ جنہیں شعور نہ تھا عقیدۂ حیات ہے کیا
وہ اک نگاہ کے صدقے سے راز داں ٹھہرے

☆ جو ہو بے درد اس کو درد کا احساس ہو کیوں کر
ستمگر کی بلا جانے، ستم سے ہم پہ کیا گزری

☆ حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دوری

☆ خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ

☆ خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

☆ دعائیں ہم نے مانگی تھیں بہاریں غیر نے لوٹیں
ہمیں تو شاق گزرا ہے تمہارا یوں جواں ہونا

☆ دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
بولیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

☆ رشتۂ عمر میں اک اور گرہ ڈال گئے
دل کو بھی توڑ گئے ناخن تدبیر کے ساتھ

☆ رہِ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم نے راستہ بدلا نہ ہم منزل سے باز آئے

☆ ستم ظریف نہ سمجھو کہ بے زبان ہیں ہم
ہے بات یوں کہ ہم کرتے نہیں گلہ تم سے

☆ سکوت شمع سر بزم کو خبر ہی نہیں
تڑپ رہا ہے ازل سے مذاق پروانہ

☆ غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پہ کھڑی ہے

☆ شب ستاروں سے بچ گئی آخر
اب یہ فرصت کہاں سحر دیکھیں

☆ طریق عشق میں ہم یوں سنبھل سنبھل کے چلے
کہ جیسے ہاتھ میں لبریز جام ہوتا ہے

☆ دلوں میں دریچے کھلے آرزو کے
نئے ولولے شوق کے جستجو کے

☆ رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

☆ زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

☆ سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

☆ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

☆ شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر مقدر کا نہ کر
خود عمل تیرا ہے صورت گر تیری تصویر کا

☆ طول شب فراق کا فسانہ نہ چھیڑیئے
لیکن بیان زلف پریشاں نہ کیجیے

☆ متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

☆ اے میرے باغ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

(احسن الکلام)

☆ دل ہو اور اس میں دردِ محبت کہیں نہ ہو
عبرت کا ہے محل کہ مکاں ہو مکیں نہ ہو

☆ سربزمِ فلک شب بھر ہزاروں شمعیں جلتی ہیں
مگر اس محفلِ گردوں میں پروانے نہیں دیکھے

☆ وہ ایک عالم جسے جہاں نے خراجِ تحسیں ادا کیا ہے
وہ ایک مومن جو لطفِ خالق کی برکتوں سے قمر بنا ہے

☆ تجھے کیوں فکر ہے اے گل دلِ صد چاکِ بلبل کی
تو اپنے پیراہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

(مقام ابی حنیفہ)

☆ اہل گلشن کے لیے بھی باب گلشن بند ہے
اس قدر کم ظرف کوئی باغباں دیکھا نہیں

(طائفہ منصورہ)

☆ یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بے گانہ ذرا پہچان کر

(راہ سنت)

☆ فیض تم کو ہے تقاضائے وفا ان سے جنہیں
آشنا کے نام سے پیارا ہے بے گانے کا نام

☆ پھولوں کے تو قابل نہیں قطعاً تیرا دامن
اے صاحب گلشن اسے کانٹوں سے ہی بھر دے

☆ ہمیں سے رنگ گلستاں ہمیں سے رنگ بہار
ہمیں کو نظم گلستاں پہ اختیار نہیں
گھائل تری نظر کا بنوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

(اظہار العیب)

☆ الٰہی کیسی پرانوار گلیاں ہیں مدینے کی
خداوندا! انہیں دیکھا نہیں ہے نام سنتے ہیں
درِ محبوب پر پہنچیں یہی ارمان ہے دل میں
مریض عشق پاتا ہے وہاں آرام سنتے ہیں
وہ یاد آتے ہیں تو اک ہوک سی اٹھتی ہے سینے میں
کلیجہ تھام لیتے ہیں جب ان کا نام سنتے ہیں

اعلیٰ حضرت خان صاحب بریلوی حدائق بخشش حصہ دوم ص ۵۰ پر لکھتے ہیں:

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا — دل تھا ساجد، نجدیا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے — یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا
یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے — بندہ اپنا کر لیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب — نہ تو ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی — یہ ہمارا دین ہے پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض — ہم ہیں عبد المصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

امام اہل سنتؒ نے اس کا جواب اسی وزن پر درج ذیل اشعار میں دیا ہے:

تو اگر مشرک ہوا پھر ہم کو کیا — پیٹ کا بندہ بنا پھر ہم کو کیا
تو نے کی تحریف قرآن وحدیث — راندۂ درگاہ ہوا پھر ہم کو کیا
خالق کون و مکاں کو چھوڑ کر — غیر کے در پہ جھکا پھر ہم کو کیا
شرک و بدعت کو کیا تو نے پسند — توحید و سنت سے پھرا پھر ہم کو کیا
آیہ ایاک نستعین کو رد کر دیا — تو نے بھلا پھر ہم کو کیا
ہم تو اللہ کے بندے ہیں سبھی — تو ہے عبد المصطفیٰ پھر ہم کو کیا

(آنکھوں کی ٹھنڈک)

☆ نئی دنیا بنا دی لذتِ ذوق اسیری نے
قفس میں رہنے والوں کو خیال آشیاں کیوں ہو

☆ کس نے اپنے آشیاں کے چار تنکوں کے لیے
برق کی زد میں گلستاں کا گلستاں رکھ دیا
(ازالۃ الریب)

☆ الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے موت آدمی کو پر ایسی ادا نہ دے

☆ شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں
(صرف ایک اسلام)

☆ وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد کے مردے اکھڑ گئے
یہ مری جبینِ نیاز ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

☆ مرے گناہ زیادہ ہیں یا تری رحمت
کریم تو ہی بتا دے حساب کر کے مجھے
(راہ ہدایت)

☆ ہو چکا قطع تعلق تو جفائیں کیوں ہوں؟
جن کو مطلب نہیں رہتا، وہ ستاتے بھی نہیں

☆ میرے رونے سے مرا دامن ہی تر ہوتا تو خیر
شرم سے ظالم جبیں تیری بھی تر ہو جائے

☆ کیا جو جھوٹ کا شیوہ تو یہ جواب ملا
تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

☆ اک حقیقت سہی فردوس میں حوروں کا وجود
حسن انساں سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

☆ شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا
بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا

(ارشاد الشیعہ)

☆ یہ ملا کافروں کو دولت اسلام کیا دے گا
اسے کافر بنانا بس مسلمانوں کو آتا ہے

(عبارات اکابر)

☆ صدائے نالہ دل پر خموشی کس کا شیوہ ہے
تو ہی کہہ دے کہ پتھر کا جگر تیرا ہے یا میرا ہے

(بانی دارالعلوم دیوبند)

☆ میں خود غرض نہیں میرے آنسو پرکھ کے دیکھ
فکر چمن ہے مجھ کو غم آشیاں نہیں

☆ ارے بلبل تو کیوں شاخ گلستان پر ہے جا بیٹھی
چمن اپنا نہ شاخ اپنی تو کس سے دل لگا بیٹھی

☆ وہی بالا ہیں دنیا میں جو اپنا نیک و بد سمجھیں
یہ وہ نکتہ ہے جس کو اہلِ دل، اہلِ خرد سمجھیں

☆ حق نے کر ڈالی ہیں دہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

☆ ان مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار
یہ حقائق ہیں تماشائے لبِ بام نہیں

☆ حوادث سے الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ایذا دہی پر اشک برسانا نہیں آتا

☆ سرور و نور وجد و حال ہو جائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا

☆ ہے دونوں کی پرواز اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

☆☆☆☆☆☆☆

مدرسہ ریحان المدارس

جناح روڈ، گوجرانوالہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین ومن تبعھم من ائمۃ الدین من الفقہاء والمحدثین سلفا وخلفا الی یوم الدین

مدرسہ ریحان المدارس اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کے عقائد ونظریات خصوصاً امام اہلسنت الشیخ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے منہج ومسلک پر کام کرنے والا علوم دینیہ وعربیہ بالخصوص علوم صرفیہ ونحویہ کا ایک معیاری دینی ادارہ ہے جو استاذ العلماء شیخ الصرف والنحو مولانا **محمد نواز بلوچ** صاحب دامت فیوضہم کے زیر اہتمام مختلف شعبہ جات میں دینی وملی خدمات سرانجام دے رہا ہے

شعبہ جات

حفظ القرآن، ناظرہ قرآن، دورۂ تفسیر (سالانہ تعطیلات میں) (یومیہ درس قرآن)

درس نظامی + درجہ اعدادیہ تا درجہ سادسہ (سال اول) درجہ اولیٰ پہ خصوصی توجہ۔

خصوصیات

تعلیم وتربیت، نظم وضبط، عقائد ونظریات کی پاسداری، مطالعہ وتکرار

قوانین صرفیہ وقواعد نحویہ کا اجراء، خوشگوار ماحول۔

سہولیات: قیام وطعام، علاج ومعالجہ، معقول ماہانہ وظیفہ۔